U100220 9-12-05

Title - MUKAMMAL SHIREH KALAAM GHALIB.

Creator - Abdul Baari Aasi.

Publisher - Manager Saddique Book Dipo (Lucknow).

Date - N.A.

Pages - 320

Subjects - Urdu Adab - Shayari - Majmua Kalaam - Shireh; Shireh Kalaam Ghalib.

(حقوق محفوظ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکمل شرح کلام غالب

یعنی

غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی مفصل اور مکمل شرح

از مولوی عبد الباری صاحب آسی الدنی سکریٹری انجمن خاصان ادب لکھنؤ

حسب فرمائش منیجر صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ
(اشاعت العلوم پریس لکھنؤ میں چھپی)

مقدمہ

شرح دیوان غالب جدید

میں جانتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ دیوان غالب کے پڑھنے والوں نے کبھی نہ کبھی تو ضرور یہ شعر پڑھے ہی ہوں گے کہ

ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر میں خاک نہیں

مشکل
سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

رہا یہ خیال کہ کسی کو اس بات پر غور و فکر کا موقعہ ملا یا نہیں۔ مجھے اس کا جواب میری بدگمانی کی طرف سے نفی ہی میں ملتا ہے بہت ممکن ہے کہ یہ غلط ہو مگر کم از کم میں اب تک یہی خیال کرتا ہوں کہ جواب صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے لہذا اس کی تشریح و توضیح کی ضرورت پڑتی ہے۔

آج ہم جب غالب کے متداول اور مروج دیوان کو دیکھتے ہیں تو ہم کو اس میں تین قسم کا کلام نظر آتا ہے۔

ایک وہ جس نے عام لوگوں کی نظروں میں غالب کو غالب بنایا ہے اس سے میری مراد وہ کلام ہے جو سہل اور سہل تر ہے اور جس میں ایک منٹ بلکہ ایک سکنڈ بھی کسی کو سر جھکانے اور سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس کی مثال میں یہ شعر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہین آتی

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے
دہوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہو ہر لحظہ نگاہ
جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہو

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

نہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

اس قسم کے بہت سے اشعار ان کے دیوان مین موجود ہین جن کو دیکھنے والا ایک حصہ سے تعبیر کر سکتا ہو مگر یہ تحقیق صرف یہ بتا کر ختم نہین ہو جاتی کہ سہل اشعار کا ایک حصہ ان کے کلام مین موجود ہو۔ بلکہ کاوش تنقید اس قسم کے اشعار کو بھی دو حصون پر تقسیم کرتی ہو۔ ایک وہ کہ جن کو صرف شعر کہا جا سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ان کو غالب کے نام سے منسوب کر کے ذوق سلیم کو کچھ خفت نہین ہوتی ان کی نظیر مین مندرجۂ بالا اشعار پیش ہو سکتے ہین۔ غور سے دیکھئے تو ان مین کوئی ندرت خیال کوئی جدت تخئیل کوئی خاص طرز بیان نہین ہے بلکہ صرف شعر کی حدود مین ہین۔ بہت سے بہت یہ کہ غلطیون سے مبرا ہین اور بس مگر اس کے برعکس دوسری قسم کے وہ اشعار ہین جو سہل بھی ہین اور پھر ان مین جذبات بھی ہین نئے انداز بیان بھی ہین حسن تعلیل اور چستی بندش بھی ہو۔ شوکت الفاظ بھی ہو سادگی بھی ہو روانی بھی ہو۔ مثلاً

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہین آتی

ہزارون حسرتین ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہو گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہو منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے

قفس مین مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم
گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ اور اسی قسم کے دوسرے اشعار وہ ہین جو یا تو میر کی تتبع مین کہے گئے ہین اور یہ وہ زمانہ ہو جب غالب کو میر کے اتباع کا خیال پیدا ہوا ہے جیسا کہ جذبات کی روانی مین دو ایک جگہ وہ اس کا اظہار بھی کر گئے ہین۔ بقولہ

ریختی کے تمھیں اُستاد نہیں ہو غالب — کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

یا

غالب اپنا یہ عقیدہ ہو بقول ناسخ — آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہیں

مگر اس قسم کے اشعار زیادہ نہیں ہیں اس کی دو وجھیں سمجھ میں آتی ہیں یا تو یہ کہ میر تقی کے اتباع کا خیال چند ہی روز تک اُن کی دماغی نشو ونما کا مہمان رہا ہو اور پھر ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر خود مرزا کو موجد اور صاحب طرز بنا یا گیا ہے یا یہ کہ زمانہ نے اس اتباع کی اُس وقت قدر نہیں کی اس واسطے کہ میر سودا۔ مصحفی میر سوز۔ میر درد۔ میر حسن اور اُن کے دوسرے معاصرین کے کلام کا جوہر تاثیر و تاثر۔ سوز۔ درد۔ جذبات حزن کی برانگیختگی یا بہ الفاظ دیگر رثائیت۔ بین۔ بکا وغیرہ ہو۔ اور یہ اس درجہ عام ہو کہ ہر اچھے بُرے کہنے والے کے کلام میں کچھ نہ کچھ یہ رنگ موجود ہو۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ اُس زمانہ کی شاعری کے کالبد کا روح رواں یا بصورت تنزل عناصر اربعہ شعر کا ایک ضروری عنصر ہے۔

مگر جرارت۔ انشار۔ صادق علی خان اختر۔ نظیر۔ شاہ نصیر وغیرہ نے اس قدیم رنگ کو متروک قرار دیکر اس میں رنگ انبساطی۔ اور تفریحی۔ ساقی و شراب مغنی و رباب وغیرہ کو بھی شامل کیا ہو اور ایوان شاعری میں ایک نئی تعمیر کا اضافہ فرمایا ہے میرے کہنے کی بات نہیں ہو دیکھنے والے خود دیکھ لیں کہ انشار جرارت اور متقدمین کے دیوانوں میں زمین و آسمان اور آفتاب و ماہتاب کا فرق نظر آتا ہی۔ یہ میرا دعوی نہیں ہے کہ ان لوگوں نے قدیم رنگ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ ہی دیا۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں وہ قدیم رنگ بھی قائم رہا اور اس میں کچھ جدید اضافوں کے ساتھ اور اور بھی گلکاریاں ہوتی رہیں۔ برعکس اس کے یہ بھی نہیں کہ شاذ و ذ کے طریقہ پر بھی متقدمین کے یہاں انبساطی رنگ کا وجود نہیں بحث اکثریت پر ہوا کرتی ہو یہاں بھی وہی بحث ہو۔

جرارت اور انشار وغیرہ کا زمانہ اور شاہ نصیر کا دور ختم ہونے پر لکھنؤ اور دلی کی شاعری کے دو اسکول مستقل بن گئے۔ ناسخ اور آتش نے لکھنؤ کی دنیائے شاعری کو بدلا اور مومن۔ ذوق۔ غالب۔ آزردہ۔ شیفتہ وغیرہ نے دلی کی شاعری کو تغیر دیا۔ یہی وجہ ہو کہ شاہ نصیر کے بعد کے جتنے دلی والے شاعروں کے دیوان دیکھئے گا ایک کے یہاں بھی درد اور میر تقی میر کا رنگ نہ پائیے گا بلکہ ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک شخص یوپی سے چل کر سی پی کی سرحد میں پہونچ جائے اور وہاں کچھ اثر ادھر کا اور کچھ اُدھر کا پائے۔

جب یہ سب حالات مسلم ہین تو ماننا پڑے گا کہ مرزا نے میر تقی میر کے اتباع سے بعد کو عمداً چشم پوشی کی اور اسی روش کو مطبوع طبع بنا لیا جیسا اُن کے معاصرین تھے اس کی دلیل یہی ہے کہ اُن کے کلام کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو ہرگز میر کے کلام سے مشابہ نہین ہے۔

غرضکہ ایک قسم کے کلام کی تشریح تو یہ ہو جو اوپر ہو چکی۔ دوسری قسم وہ ہو جس مین شوکت الفاظ اور بلندی تخیل عمق مضامین ہو اور یہ حصۂ کلام دیوان غالب مین بہت زیادہ ہے اگرچہ قدرتی طور پر اس مین بھی دو صورتین پیدا ہو گئین۔ ایک صورت وہ ہو جسمین صفائی روانی چستی بندش کا زیادہ خیال کیا گیا ہو۔ اور معانی آفرینی سے زیادہ غرض نہین رکھی دوسری قسم وہ ہو جس مین معانی آفرینی شوکت الفاظ منطقی چاشنی حکیمانہ اور فلسفیانہ نکات اور کچھ نہ کچھ مراعات لفظی کا حصہ بھی موجود ہو یہ رنگ کلام بھی دیوان کا جز و غالب ہو۔ اور اس رنگ نے بھی غالب کو غالب بننے مین اچھی خاصی مدد دی ہے بلکہ یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا اگر مین کہدون کہ غالب کو صاحب طرز اسی رنگ نے بنایا۔ اگر فی زمانا لوگ یہ سمجھتے ہین کہ غالب کے قابل قدر اشعار وہ ہین جو میر تقی میر کے رنگ مین کہے گئے تو میرے نزدیک یہ کہنا صحیح نہین اور اس خیال کی کوئی اہمیت میرے دماغ مین نہین ہو کہ غالب کو غالب میر کے اتباع نے بنایا یہ اور بات ہو کہ وہ رنگ جو میر کے تتبع مین ہو بہت چوکھا ہو مگر اس بات کو کبھی نہ بھلانا چاہیئے کہ کسی کامل کا تتبع اور کسی صاحب طرز کا اتباع کسی کو صاحب طرز نہین بنا سکتا بلکہ موجد اور صاحب طرز کا خطاب وہی رنگ دلا سکتا ہے جو اپنا طبعزاد ہو جیسا کہ غالب کے یہان اس کے ثبوت مین مین یہ اشعار پیش کر سکتا ہون۔

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا اگر اس نے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

کسی کو دیکے دل کوئی نواسنج فغان کیون ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہو نام وصال
کہ گر نہ ہو تو کہان جائین ہو تو کیون کر ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

ہوا ہون عشق کی غارتگری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر مین خاک نہین

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے مین منہ چھپائے کیون

سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال
کہ یہ کہو کہ سر رہگذر ہے کیا کہیے

حسن اور اس پہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوئے
ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

رشک کہتا ہی کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہی کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

جاتی ہی کوئی کشمکش اندوہ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

ممکن ہی کہ میرے اس انتخاب سے اہل نظر مطمئن نہون مگر مین اسی قسم کے کلام کو غالب کا رنگ خاص سمجھتا ہون اس کے ماسوا وہ کلام ہی جس مین یا تو اشکال ہی اور یا تخئیل اس قدر پیچیدہ ہی کہ خود غالب بھی اب قبر سے اٹھکر آئین تو پہرون ان کو بھی اسکے معنون مین غور کی ضرورت پڑے اور دانتون مین انگلی دبائے دیر تک سوچتے رہین کہ یا خدایا یہ مین نے کیا کہا تھا اور یا پھر وہ اتنا سہل ہی جو غالب کے نام کے سامنے کچھ وزنی نہین معلوم ہوتا۔

مرزا کے کلام کا تیسرا حصہ وہ ہی جو اس وقت زیر بحث ہے اور جو بوجہ مشکل ہونے اور بوجہ خیالی ہونے کے اُنہون نے اپنے دیوان سے خارج کردیا آج اُس کے چند نمونے بطور باقیات الصالحات کے دیوان مین کہین کہین دکھائی دیجاتے ہین ورنہ اس کا اصل ذخیرہ اس مین نہین ہے۔

بیشک وشبہ یہی وہ کلام ہی جس کی نسبت مرزا نے خود ایک خط مین یہ عبارت لکھی ہی "پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہوگیا تو اس دیوان کو دور کیا۔ اوراق یک قلم چاک کئے۔ دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوان حال مین رہنے دیے۔"

یہین یہ بھی لکھنا ضروری ہی کہ مرزا کا عقیدہ تھا کہ شاعری کے معنی مضمون آفرینی کے ہین اگر شعر مین مضمون آفرینی یا کوئی نئی بات نہو تو شعر کہنا بیکار اور کوشش لاحاصل ہی اسی خیال کی بنا پر انہون نے بیدل اور شوکت و اسیر کا تتبع شروع کیا۔ یہ وہ لوگ ہین جنکے یہان مضمون آفرینی کے دریا بہہ رہے ہین۔ اور ہر مضمون کی تہ مین کوئی نہ کوئی ایسے بدیع معنی ہین کہ دیکھکر جی پھڑک اٹھتا ہی تتبع اور تقلید اس کے بغیر ممکن ہی نہین ہی کہ جس کا تتبع ہے اس کی روش کو ذہن نشین کرنے کے واسطے اس کے طرز کلام کو دیکھا جائے اور غور سے دیکھا

جاے - مرزا نے بھی اول اول مین ان لوگون کے دواوین کا مطالعہ کیا ہوگا مگر مطالعہ
کے لئے امعان نظر اور سمجھ کی پہلی شرط ہو مگر مرزا نے پندرہ برس کی عمر سے شاعری کی ابتدا
کی اور سب سے پہلے اردو مین شعر کہنا شروع کئے - پھر یہ کون خیال کرسکتا ہو کہ انھون نے اسی سے
زیادہ سمجھا ہوگا جیسا کہ ایک پندرہ برس کے لڑکے کو سمجھنا چاہیئے اور یہی وجہ تھی کہ انھون نے بیدل
کے یہان سے وہ کلام قابل انتخاب اور قابل تقلید سمجھا جس مین انھون نے خیالی مضامین دیکھے -
ورنہ کیا بیدل کے یہان ایسے شعر نہین ہین جن مین حقایق و معارف عبرت و نصیحت بھری ہوئی
ہے جو بظاہر رنگینیون کا مجموعہ معلوم ہوتے ہین مگر بیرنگی کی تعلیم دیتے اور دل کو دنیا اور دنیا کے
کاروبار سے اچاٹ کر دیتے ہین - بہرصورت جیسا کہ خود مرزا نے گل رعنا کے دیباچہ مین لکھا
ہو انھون نے اپنی شاعری کی ابتدا اردو سے کی اور خیالی مضامین پر اپنے کمال کی بنا رکھدی -
اُن کو دو مشکلین پیش آئین ایک تو اُن اساتذہ کا تتبع جنھون نے اپنی پوری پوری
عمرین مشق سخن مین صرف کر دی تہین اور ایک ہی انداز مین کہتے کہتے پختہ مشقی کے نمونے
بن گئے تھے دوسرے اسی انداز کلام اور ویسے ہی نازک مضامین کو اردو مین لانا جبکہ
قریب قریب اس وقت تک کے تمام ریختہ گو شعرا کے صفحات دواوین سراسر معرا و خالی
تھے تیسرے نازک خیالی پیدا کرنا کہ یہ بھی پہاڑ کاٹنے کے برابر ہے - برابر دس برس تک
اس طرح کے شعر کہا کئے - ہوتے ہوتے اچھا خاصہ ذخیرۂ کلام موجود ہوگیا -
مرزا کی مشق سخن جاری تھی تو معاصرین کو اس کے سننے کا اتفاق ہونا ایک معمولی سی
بات تھی - سب نے اُن کے اس رنگ کو دیکھا اور اندازہ کیا کہ یہ کیا کہتے ہین تو اپنی اپنی
جگہ پر تو سب نے صدا واویلا اور واویلا بلند کی مگر نازک بات کے سمجھنے کے لئے نازک سمجھ اور
غور و تامل کی بھی ضرورت ہو تعمق نظر اور فکر و اندیشہ کی بھی احتیاج ہو اور یہ صورت عام
جلسون اور شاعرون مین مفقود رہے وہان تو یہ ہوتا ہے کہ پڑھئے اور آگے بڑھئے کوئی
سمجھنے کی کوشش بھی کرے غور بھی کرے تو وقت کہان ہے اور فرصت کسے میسر ہے -
یہی ہوا - مرزا کے انداز کلام کو دیکھ کر یہ تو سب سمجھ ہی گئے کہ جو کچھ ہے وہ ہے جو اور کہین نہین
رہا سمجھنا اس کے لئے ذرا دشواری پیدا ہوئی نہ اتنا غور و فکر کرسکے نہ سمجھ سکے بعض نے صورت
دیکھی آواز سنی اور خاموش ہو گئے بعض نے سرگوشیان شروع کر دین - بعض مطلق العنانون
نے یہ بھی کہدیا کہ ؎

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے — مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے — مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ مشاعروں میں صحبتوں میں۔ جلسوں میں محفلوں میں مرزا کی مشکل گوئی کے چرچے ہونے لگے اور کہا جانے لگا کہ اچھا تو کہتے ہیں مگر بھئی بہت مشکل کہتے ہیں بعض نے دبی دبی زبان سے یہ بھی کہدیا کہ کیسا اچھا اور کیسا برا۔ جو کہتے ہیں مہمل ہوتا ہے اور جو کچھ فرماتے ہیں بے معنی ہوتا ہے۔ مرزا کے کانوں تک بھی یہ آواز پہونچی بیچارے اپنی کاوش کی یہ داد پاکر کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ جی میں آیا کہ لاؤ اس روش کو چھوڑ کر وہی شاہراہ پر چلیں جس پر یہ سب آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو جہاں سب وہیں ہم۔ مرگ انبوہ جشنے دارد کی صورت ہے مگر معنی فہم طبیعت اور جدت آفرین دماغ نے صلاح دی کہ دنیا کچھ کہے کہنے دو تم جو کچھ کر رہے ہو کئے جاؤ۔ ایک دن آئیگا کہ چلانے والے شرما کر آپ ہی خاموش ہو جائیں گے اور تلافی مافات پر شرمائیں گے اسی ہنگامۂ کشاکش میں یہ کہکر خاموش ہو گئے۔

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل — سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

اس پر بھی نا انصافوں کی شورش ختم نہ ہوئی اور نا سمجھوں کا ماتم کم نہ ہوا تو مرزا کو پھر سوچنا پڑا کہ اس روش کو بدلنا چاہئے یا نہیں مگر غیور طبیعت نے ہاں سے نہیں نہ کی اور یہی صلاح دی کہ کہنے والوں اور تماشا دیکھنے والوں کی باتوں پر نہ جاؤ۔ جو جس کا جی چاہے کہنے دو ع

ہفت اختر و نہ چرخ خود آخر بچہ کارند

کو ذہن میں رکھو۔ مجبوراً ایک مرتبہ انہوں نے ذرا بلند آواز کے ساتھ پھر لوگوں کے سامنے یہ شعر کہکر پڑھ دیا کہ ع

نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا — گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

یہ تو اتنا کہکر مستغنی ہو گئے مگر بات نہ دبی شدہ شدہ یہ خبر ان کے دلی دوستوں تک پہونچی۔ مولانا آزاد کا بیان ہے کہ مرزا خان عرف مرزا خانی کوتوال شہر اور مولوی فضل حق خیر آبادی نے بھی ان کی مہمل گوئی کے اتہامات سنے دونوں نے

وقت بے وقت ان کا کلام سنا اور بے تکلفی کی راہ سے یہ رائے دی کہ زمانہ ظاہر پرست حق ناشناس تو ضرور ہے ہم جانتے ہین کہ حق بجانب آپ ہی ہین جو کچھ کہتے ہین خوب کہتے ہین مگر کیا کیا جائے دنیا کی رسم یہی ہے کہ جدھر زمانہ پھرے اُدھر پھر جاؤ اکیلے رہ جاؤ گے تو بس جاؤ گے تلسی داس نے کہا ہے -

تلسی اس سنسار مین رہیے سبھی ملائے   ملنے کو مارے نہین انکل مارے گائے

مرزا صاحب نے جل کر کہا کہ یہ تو بتایئے کہ اب ہو کیا سکتا ہے معاملہ تو یہ ہے کہ جف القلم بما ہو کائن فی الازل - پورا دیوان تیار ہے اب اس کو کہان بدلتا پھرون جو کچھ کہا ہو ٹھیک ہو رہنے دیجیے - انہون نے کہا دیوان ہمین دو انتخاب کر دینگے اور ان پھولون مین سے وہی پھول نکال لین گے جن کو سونگھ کر سارا زمانہ مست ہو جائیگا- مرزا نے بھی سوچا کہ کوئی یہ لوگ بدخواہ تو ہین نہین جو کچھ کہتے ہین بھلے کے لئے کہتے ہین اُن سے حجتین کرنے سے کیا فائدہ ہے - چھاتی پر صبر کا پتھر رکھا- اور عمر بھر کی کائنات اُن کے حوالے کر دی دونون نے بیدردی کے ساتھ نازک نازک مضامین کے گلے پر انتخاب کی چھریان چلائین اور پھر ان کے حوالے کر دیا - اس کے بعد مرزا نے بھی غور کیا تو یہی رائے ہوئی کہ جو کچھ کہا ہے اس کا یہ نتیجہ ہو آئندہ اگر یہی کہے جائین گے تو معلوم نہین کیا ہوگا لہذا درمع الدہر کیف دار پر عمل کرنا چاہیئے - مجبوراً رنگ کو بچاتے ہوئے عام روش سے دور رہ کر وہی کہنے لگے جو سب کہتے تھے مگر نزاکت خیال کو اس مین بھی ہاتھ سے نہین جانے دیا -

مولانا حالی بھی اس روایت مین شریک ہین ان کا خیال ہے کہ صرف مولوی فضل حق کے کہنے سے مرزا نے روش قدیم کو متروک کر دیا -

مرزا خانی ہون یا مولانا فضل حق میرا ہرگز یہ خیال نہین ہے کہ مرزا ایسے غیور طبع نے اپنے جگر پارون کو ان کے حوالہ کر کے اُن کی زندگی اور موت کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہوگا- غلط ہے اور بالکل غلط ہے یہ اور بات ہے کہ ان دونون نے صلاحین دی ہون اور مرزا نے ان کی دوستانہ صلاح کو مانا بھی ہو- مگر یہ انتخاب خود مرزا ہی نے کیا ہے جیسا کہ اُنکی اس عبارت سے ظاہر ہے جو مین اوپر نقل کر آیا ہون -

اس کی وجہ یہ ہے - مرزا خانی کوتوال قتیل کے شاگرد تھے اور مرزا کو قتیل سے

کبھی عقیدت نہیں تھی بلکہ آخر میں تو وہ ان کو نہایت ہی برا سمجھتے تھے - ان کو کیا اپنا کلام دکھاتے اور کیا اُن سے اپنا انتخاب کراتے یہی وجہ ہے کہ مولانا حالی نے باوجود تقلید روایت آزاد کے مرزا خانی کے شریک اصلاح ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے -

رہے مولانا فضل حق خیرآبادی وہ فاضل بے عدیل تھے - عالم تھے - مولوی تھے - منطقی تھے - مرزا کے دوست بھی تھے - غرض سبھی کچھ تھے - مگر یہ میں کبھی نہ مانوں گا کہ مرزا کے مشیر شعر و سخن تھے - اور مرزا ایسے سیدھے سادے اور بھولے تھے کہ چپکے سے اپنا دیوان اٹھا کے اُن کے حوالے کر دیا کہ جو تمہارا جی چاہے کرو جس شعر کو چاہو کاٹ کے پھینک دو - اور جس کو چاہو رکھو - اُردو میں تو مولوی فضل حق کے نام مرزا کا شائد کوئی خط ہی نہیں ہے فارسی میں کچھ خطوط پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک میں شائد کچھ شعر و شاعری کا بھی ذکر ہو ورنہ وہی رسمی دوستانہ خط ہیں اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کی رسم کے موافق مولانا فضل حق بھی فارسی ہی کے شیدا تھے - ایک مولوی سے بڑی مشکل کے ساتھ یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ اس زمانے میں اُردو کا اتنا زبردست ماہر ہو کہ مرزا ایسے شخص کے کلام کا انتخاب کرے اور کرے تو پھر مرزا بے چون و چرا اسے ایمان بھی لے آئیں ہرگز نہیں - ان ہذا لشئی عجیب - خدا معلوم نقاد کمال اس طرف سے کیوں آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ اس زمانہ کے مشہور استاد ذوق کو مرزا یہ کہتے ہیں کہ آنچہ اندر شعر فخر تست آن ننگ من است - مولانا آزاد سے یہ فرماتے ہیں -

مباش منکر غالب کہ در زمانہ تست

نواب الٰہی بخش خان معروف ایسے شاعر کی طرف کبھی توجہ نہیں کرتے - جو اُن کے خسر بھی تھے بلحاظ سن اور مشق بھی ان سے زیادہ تھے - مومن سے ان کو ہم چشمی کا دعویٰ ہے - مگر با اینہمہ وہ دو ایسے آدمیوں کو اپنا کلام حوالے کر دیتے ہیں جو نہ مشہور ہیں نہ شعر و سخن میں معروف ہیں نہ ادب اُردو میں اُن کا کوئی درجہ ہے -

غور تو کیجئے یہ وہی مرزا غالب ہیں جنھوں نے کلکتہ میں ایک ترکیب کے لئے ہنگامہ برپا کر دیا تھا جنھوں نے برہان قاطع کے طرفداروں کا ناطقہ بند کر دیا تھا جنھوں نے آزا ایسے باکمال سے ہمیشہ بحث کی کیا وہ پہلے ایسے بندی اور ناتجربہ کار تھے کہ ان دو آزردہ کو اپنا کلام دکھایا جنہیں شعر گوئی میں کوئی ملکہ نہ تھا -

بات یہ ہے کہ آزاد کا دوسری باتوں کی طرح مرزا پر یہ بھی ایک رنگین اتہام ہے جس سے ان کے کلام کو مشکل اور بے معنی بتا کر ان پر یہ تہمت بھی لگائی ہے کہ یہ کائنات انتخاب دوسروں کی ہے مرزا کا اس میں کچھ نہیں انھیں اچھے بُرے کے سمجھنے کی تمیز ہی نہ تھی۔

خود میرے والد مرزا غالب کے دیکھنے والوں میں تھے اُن کے کمال سخن کے پورے رازداں تھے وہ جب آزاد کا یہ آبحیات والا لطیفہ دیکھتے تھے کہ مرزا نے مولوی فضل حق سے انتخاب کرایا تو غصہ کے مارے سرخ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا بہتان باندھا ہے والد صاحب بیان کرتے تھے کہ مرزا اصلاح دیکر بعض شاگردوں سے ایک ہندو مثنوی کی نسبت تو ضرور یہ کہتے تھے کہ ذرا اس کو بھی سنا لینا۔ اور باقی کسی کو وہ کچھ نہیں سمجھتے تھے صہبائی کو ملائے مکتبی۔ آزردہ کو ایک حکمراں۔ ذوق کو بادشاہ کا استاد۔ مومن کو اڑا کو جانتے تھے۔ اور ذرا بھی ان کی پروا نہ تھی۔

یہ بھی معلوم ہے کہ مرزا کا اصل وطن اکبر آباد تھا۔ اور دلی والے ہمیشہ اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ ان کی زبان کی غلطیاں پکڑیں اسی سے مرزا نہایت احتیاط کرتے تھے۔ اور بقول شخصے پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے۔ پھر بھلا خیال تو فرمایئے کہ ایک دلی کا تیرہ والا غیر شہری شخص کو کیونکر اپنا کلام دکھاتا اور کیا اُن سے انتخاب کراتا۔

ہے یوں کہ مرزا نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اُن کی سمجھ آتی گئی تو انھوں نے معلوم کر لیا کہ بیدل کا رنگ اُردو میں کہنا کچھ آسان کام نہیں ہے اسی سے متاثر ہو کر انھوں نے یہ کہا ؎

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا — اسد اللہ خاں قیامت ہے

اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ بیدل ہزار کچھ اچھا کہنے والے لوگوں میں سہی پھر بھی ہندی نژاد ہیں لہذا وہ اُن کو زبان کے بارہ میں غیر مستند جانتے لگے اور ظہوری۔ عرفی وغیرہ کا کلام ان کو پسند آ گیا۔ چنانچہ انھوں نے اُردو میں اُن لوگوں کا تتبع کیا جیسا کہ کہتے ہیں ؎

ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب — میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

ان لوگوں کے یہاں معاملہ بندی حسن بندش حسن بیان تخئیل کے ساتھ ہے واقعات اور معاملات کے علاوہ صرف خیالی شعر بہت کم ہیں۔ لہذا ان کے اتباع میں مرزا کو ویسا ہی اُردو میں کہنا پڑا۔ وہی نازک خیالی ہے وہی بندشیں وہی اچھوتے مضمون وہی

خیالات وہی رنگ وہی جوش - فرق ہی تو اتنا ہی کہ وہ زبان نہین ہی باقی سب کچھ وہی ہی

لوگ کہتے ہین کہ مرزا کا کلام مشکل ہی اور خود مرزا کو بھی اس کا اقرار تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ کیا مرزا نے خود ہی دشوار اور مشکل زبان مین شعر کہنا شروع کر دیا تھا یا اور کوئی بات تھی - میرے نزدیک یہ خیال وہم ہی - جو شخص ایسے ایسے نازک مضامین لکھنے کا ارادہ کرے جن مین یہ دلیت پیدا ہو میرے نزدیک وہ اس بات پر مجبور ہی کہ نئی نئی ترکیبین بھی لاے نئی بندشین بھی ہون - الفاظ بھی نامانوس ہون - بیان مین کہین کہین خلا بھی رہ جاے - اگر ایسا نہو تو ہرگز ہرگز وہ ان لوگون کی تقلید نہین کر سکتا جنکی تقلید پر میرزا نے کمر باندھی تھی - وہ اگر دشوار نہ کہتے تو کیا کرتے - مجبور تھے اور قطعاً مجبور تھے مضامین کا ذخار دریا ایک شعر مین لانا چاہتے ہین پھر اس کا نتیجہ سوا اس کے کیا ہو کہ کچھ الفاظ بھی نئے پہلو سے آئین مثال کے طور پر دیکھئے وہ کہنا چاہتے ہین -

امید کی خاکبازی کچھ بھی نہین اس کی ظاہری شان و شوکت ظاہری نام و نمود پر نہ جاؤ یہ بچون کا گھروندا ہی جس سے وہ کھیلتے ہین اور جو دیکھنے مین سب کچھ معلوم ہوتا ہے مگر اصل مین بیکار محض ہی - یہان یعنی دنیا مین امید کا وجود ہی نہین ہے دونون جہان یاس ہی یاس ہین اچھا اگر یہ ہی تو پھر یہ دونون جہان کیا چیز ہین جواب یہ ہی کہ یہ دونون جہان جہان نہین ہین بلکہ یاس کے دونون ہونٹ ہین - دنیا یا زمین نیچے کا ہونٹ ہی اور آسمان اوپر کا یہ دونون ہونٹ ہنسی مین کھل گئے ہین - پھر جب یہ ہی تو معلوم ہوا کہ امید کچھ نہین صرف یاس ہی یاس ہی جو ہماری امید دل پر ان دونون ہونٹون کو کھول کر ہنس رہی ہی اتنا بڑا مضمون ہی اتنا زبردست خیالی فلسفہ ہی اور وہ صرف ان دو مصرعون مین ادا کرنا چاہتے ہین -

تھا کیا زمی امید کا خانۂ طفلی   یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

جب یہ دشواریان حایل ہون تو کون سا شاعر ہی جو کچھ کا کچھ کہنے پر مجبور نہو جاے اسی لیے انہون نے خود انتخاب کیا اور ان تمام خیالی مضامین کو نکال کر دیوان مین وہ شعر باقی رکھے جنمین جذبات کی ترجمانی ہی اب اس قسم کے چند شعر مروجہ دیوان مین پاے جاتے ہین اور مشکل شعر برائے نام نمونے کے طور پر چھوڑ دیے ہین اس پر مرزا نے ستم یہ کیا کہ اپنے دیوان کے دیباچہ مین یہ بھی لکھ دیا کہ ان کے سوا میرا کوئی شعر نہین انکا یہ لکھ

اس حیثیت سے صحیح تھا کہ وہ اپنی دانست مین وہ تمام دیوان تلف کر چکے تھے جو پہلے رنگ مین تھا مگر خوش قسمتی سے اب وہی دیوان پھر مل گیا ہے جو انہون نے تلف کر دیا تھا جن مین اُن کا وہ سرمایہ جمع ہے جسپر انھین اوائل عمری مین ناز تھا۔

مرزا کا یہ کلام اگرچہ ابتداے مشق کا کلام ہے۔ اگرچہ اس مین ثقیل الفاظ اور نامانوس ترکیبین پائی جاتی ہین اگرچہ اس کے اشعار بالکل فارسیت سے بھرے ہوے ہین۔ اگرچہ اس مین کا بیشتر حصہ مغلق ہے اگرچہ اس کے سمجھنے مین زیادہ سے زیادہ غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے مگر کیا وہ اس قابل ہے کہ بالکل ناپید ہو جائے۔

میرے نزدیک تو یہ وہ کلام ہے جو مرزا کو عوام کی صف سے علیحدہ کر کے زمرۂ خواص مین لے آتا ہے اور اُن کی تخیل کی رفعت کا اندازہ کراتا ہے۔ اُن کی وسعت نظر کی شہادت دیتا ہے اگر اُس مین چند معمولی سقم۔ چند معمولی فروگذاشتین ہین تو ہوا کرین اس سے اصل کمال کو کوئی نقصان نہین پہونچتا۔ پھولون کے گرد اگر کانٹے لگا دیے جائین تو کوئی اندیشہ نہین پھر بھی اُن کی خوشبو دوش نسیم پر سوار ہونے کے قابل ہے اور پھر بھی ان کا رنگ چشم مشتاق مین جگہ پانے کے لائق ہے۔

مین وثوق اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ غالب کے اس کلام مین وہ جوہر کمال پنہان ہین جو ہندوستان کے کسی شاعر کے یہان نہین ہین اور وہ وہ خیالات ہین کہ اگر وہ جلال، اسیر اور بیدل کے یہان ہوتے تو ان کے لئے سرمایۂ نازش ہوتے اور لوگ اُن کو سر آنکھون پر جگہ دیتے انہین مشکل شعرون مین وہ نشتر بھی چھپے ہوے ہین جو ان کے موجودہ دیوان سے کسی طرح کم نہین ہین نہ ان مین کوئی بندش کی خرابی ہے نہ تخیل مین کوئی نقص ہے نہ بیان مین کوئی عیب ہے۔ کڑی کمان کے تیرون کی طرح نکلے ہین اور نشانہ اثر پر جا بیٹھے ہین مگر خدا معلوم کیون انتخاب کی تدوین لا کر عام نگاہون سے پوشیدہ کر دیے گئے ہین ان کا نہ شائع ہونا سخت کمی اور اُن کا مرزا کے نام سے منسوب نہ کرنا سخت حق تلفی ہے ذرا دیکھئے تو فرماتے ہین ؎

خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ مین اسدؔ
سرتا بپا گزارش ذوق سجود تھا

مطلب یہ ہے کہ کوتاہی جو کچھ ہوئی ہے حسن کی جانب سے ہوئی ہے ورنہ میرے عشق مین کوئی کمی نہ تھی اور مین اسی طرح اس ذات مین جذب ہونے کے واسطے تیار تھا

جیسے کہ شبنم آفتاب مین جذب ہونے کے واسطے آمادہ ہو گیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ اس شعر مین کوئی خرابی ہو اور اگر خرابی ہو تو پھر یہ شعر کیون اچھا ہو ؎

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

مجنون کا دل خاک ہو گیا ہو اور مٹ گیا ہو اور اس قدر مٹا اور خاک ہوا ہو کہ اب اس کے ذرے بھی منتشر ہو گئے ہین اور تمام جنگل مین بکھرے پڑے ہین اور مجنون کے دل کا ہر ذرہ سویدائے بیابان معلوم ہوتا ہے۔ اس خیال کو اس شعر مین ادا کیا ہو اور اس درد و اثر کے ساتھ ادا کیا ہو کہ سبحان اللہ ؎

کس قدر خاک ہوا ہو دلِ مجنون یارب
نقشِ ہر ذرہ سویدائے بیابان نکلا

اور سنیئے کہتے ہین کہ دم شماری میری فطرت مین تھی اور اضطراب میرے حصہ مین آیا تھا میرے اضطراب نے میری اس خصوصیت انتظار کو کبھی نظر انداز نہین کیا مین اگر خاک بھی ہوا تب بھی میری وہی خصوصیت قائم رہی۔ میری خاک شیشۂ ساعت کے کام آئی جس سے تعین وقت کا کام لیا جاتا ہو اور یہ خاصیت ہو اسی اضطراب دم شماری کی ؎

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

ایک شخص آلام فراق مین مبتلا ہو کرب و غم سے عاجز ہو نہ کوئی اسے پوچھتا ہو نہ وہ غریب اپنا حال کسی سے کہہ سکتا ہو عمر گذر جاتی ہو اور یہ تمنا یا یہ حسرت کبھی پوری نہین ہوتی اور اب وہ پوری داستان کو مختصر کر کے بس اتنا کہدیا کرتا ہو کہ میرا مختصر قصہ یہ ہو کہ عرض ستمہاے جدائی کا مین مشتاق ہون۔ اور کبھی موقعہ نہین ملتا۔ اس مضمون کو اس شعر مین ادا کرتے ہین ؎

اسد کا قصہ طولانی ہو لیکن مختصر یہ ہے
کہ حسرت کش رہا عرض ستمہاے جدائی کا

کہنے والے اگر اس کو برا کہین تو مہربانی کر کے اس شعر کو بھی نظر انداز کر دین ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہاے جدائی کا

ذرا اس حسرت کو ملاحظہ فرمایئے اس بے نوائی اس بے سروسامانی کو دیکھئے۔ اس مجبوری اور اس ناچاری پر نظر ڈالئے کہتے ہین ؎

ہمنے وحشت کدۂ بزم جہان مین جون شمع
شعلۂ عشق کو اپنا سروسامان سمجھا

یہ مضمون آفرینی اور اس کے ساتھ واقعات کی بندش کیونکر کہا جاے کہ قابل داد

نہین ہے ؎

مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب مین ہے — مین مدعا ہون تپش نامۂ تمنا کا

ایک جگہ اپنے حزن و ملال کی ان سادے اور روان الفاظ مین تصویر کھینچتے ہین ؎

بصورت تکلف بمعنی تاسف — اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

یہ مضمون کہ وہ دل نا صبور جو پہلے صبور تھا اور اب اتنا مضطرب ہو کہ برق تپان بھی اس سے تپش کا سبق لیتی ہو اور اس سے نہین بلکہ اس کے نام سے درس تپش حاصل کرتی ہو یون ادا کرتے ہین ؎

درس تپش ہے برق کو اب اس کے نام سے — وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

ذرا اس تشبیہ کو ملاحظہ فرمایئے شمع کو انگشت سے اور شعلہ کو سر انگشت حنائی سے اور غنچۂ گل کو پروانہ سے تشبیہ دیکر کہتے ہین ؎

شمع رویون کی سر انگشت حنائی دیکھ کر — غنچۂ گل پر فشان پروانہ آسا جل گیا

کیا یہ شعر محاکات کا بہترین نمونہ نہین ہے کیا یہ ایک مایوس عاشق کی تصویر سے کچھ کم ہے ؎

گل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ میخانہ مین — دست بر سر سر بزانوے دل مایوس تھا

یاد ایام ماضی اور عیش رفتہ کی تصویر یون دکھاتے ہین ؎

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون — گئے وہ دن کہ پانی جام مے کا تا بزانو تھا

معشوق کے تبختر کی تصویر کھینچتے ہین ؎

پھر وہ سوے چمن آتا ہے خدا خیر کرے — رنگ اڑتا ہے گلستان کے ہواداروں کا

کیا روانی اور سادگی کا نمونہ اس سے بہتر بھی ہو سکتا ہے ؎

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت — ز خود رفتگی ہاے حیرت سلامت

دفور بلا ہے ہجوم وفا ہے — سلامت ملامت ملامت سلامت

تعلیم عبودیت اور تلقین آداب بندگی کے لئے اس سے اچھے شعر شائد کہین مشکل سے ملین گے ۔

اے اسد بیجا ہے ناز سجدۂ عرض نیاز — عالم تسلیم مین یہ دعوئ آرائی عبث

بہت سے اساتذہ کی مندرجہ ذیل طرح مین غزلین ہین ۔ خود مرزا کی غزل

بھی اس زمین میں موجود ہے اور کوئی شک نہیں کہ وہ غزل ان کی فکر کا بہترین نتیجہ
ہے مگر حیران ہوں اور سخت حیران ہوں کہ کیوں ایسا شعر نظر انداز کر دیا گیا۔ جو
غزل کی جان تھا ؎

تھا میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیاہ   متفرق ہوئے میرے رفقا میرے بعد

پند و نصائح اگر عبوست اور یبوست سے بھرے ہوئے ہیں تو وہ مشکل سے
کسی دل پر اثر ڈال سکتے ہیں مگر جب اس میں کسی قسم کی رنگینی شامل ہو جاتی ہے تو وہ
ضرور ہی اثر کرتی ہیں مرزا نے بھی اس شعر میں ایک سامنے کی تشبیہ سے کام لیکر کچھ سے
کچھ بنا دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ؎

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند   اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

ذرا دعائیہ رنگ ملاحظہ کیجئے۔ مناجات میں اگر وہی فقیرانہ صدا ہو تو اسکی
رسائی وہیں تک ہو سکتی ہے جہاں تک ان مشہور شعروں کی ؎

ملاقات دونوں کی باہم کری   مری بار کیوں دیر اتنی کری
سجے زیبا تجھے اکبری سروری   مری بار کیوں دیر اتنی کری

مگر جب اسی مناجات میں خلوص۔ درد دل۔ عجز و نیاز۔ بیکسی بے بسی کی بھی شرکت
ہو جاتی ہے اور اس کو ایک حقیقی شاعر ادا کر دیتا ہے تو وہ تغزل اور قصیدے اور
مثنوی سب کی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ مرزا بھی درد دل سے کہتے ہیں ؎

ہزار آفت و یک جان بے نوائے اسد   خدا کیواسطے اے شاہ بیکساں فریاد

اس اثر اور اس درد کو ملاحظہ فرمائیے اسی کے ساتھ زبان کو بھی دیکھئے ؎

ظلم کرنا گدائے عاشق پر   نہیں شاہان حسن کا دستور
دوستو مجھ ستم رسیدہ سے   دشمنی ہے وصال کا مذکور
زندگانی پہ اعتماد غلط   ہے کہاں قیصر اور کہاں فغفور

دل کو ایک موج لرزاں اور فکر کو صہبائے آبگینہ گداز سے تشبیہ دیتے ہوئے
کہتے ہیں ؎

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے   کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

میں یہ حیران ہوں کہ جو اس شعر کو ناپسند کرتے ہیں وہ غالب کے دیوان میں شعر

کیونکر دیکھ سکتے ہیں ؎

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق
لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

یا یہ شعر ؎

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ میں ہو
آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے

آہ سے شکایت کرتے ہیں۔ یا آہ کی شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا سارا زور تیری ساری کائنات۔ تیری ساری قوت مجھی پر ختم ہوگئی کہ مجھے تو نے سر سے پاؤں تک پھونک دیا اور غیر کے گھر پر تیری ایک چنگاری بھی نہ پہنچی فرماتے ہیں ؎

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز
گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

کیا یہ شعر بھی اسی انداز کا نہیں ہے ؎

فلک سے دور رکھو اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں
درازدستی قاتل کے امتحان کے لئے

ناتوانی اور کثرت گریہ کا یہ عالم کچھ کم درد انگیز نہیں ہوتا کہ ایک شخص روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہو جائے کہ پلکوں کو بھی باہم نہ ملا سکے۔ مرزا اسی عالم کا اظہار کرتے اور کہتے ہیں۔

رونے سے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایکبار
مژگان کو دوں فشار پے امتحان اشک

دنیا ایک ہوس گاہ ہے۔ ہر شخص اور ہر شے یہاں بقدر شوق گرفتار حرص ہے مگر یہی حرص اور یہی سامان نشاط اس کے واسطے تباہی کا باعث ہے اسی مضمون کو اس لطافت کے ساتھ ادا کیا ہے کہ اس میں لطافت کے ساتھ عبرت بھی پیدا ہوگئی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

بزم ہوس کو غنچہ بیک جنبش نشاط
کاشانہ بسکہ تنگ ہے غافل ہوا نہ مانگ

کہتے ہیں کہ میں لخت جگر کی عدم موجودگی کی حالت میں دل کی تسلی گل کو دیکھ کر لیا کرتا ہوں۔ ورنہ میرے لئے میرے لخت جگر ہی گل ہوتے ہیں۔ اب یہ زمانہ ایسا ہے کہ آنکھوں تک لخت جگر کی رسائی مشکل ہوگئی ہے۔ بڑی مصیبت ہو اگر اب بھی نگاہ آشنائے گل نہ ہو اور کہیں پھول دیکھنے کے لئے نہ ملیں۔

مژگان تلک رسائی لخت جگر کہاں
اے وائے گر نگاہ نہ ہو آشنائے گل

دریا کی دل شکستگی کا اس صورت سے اظہار کیا ہے ؎

امواج کی جو یہ شکنیں آشکار ہیں
ہر چشم اشک ریز سے دریا شکستہ دل

غرضکہ مرزا کے اس کلام میں اچھے شعر بھی اتنے ہیں جو کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں خرابی صرف اتنی ہے کہ وہ اُن کو انتخاب کر کے نظر انداز کر چکے تھے ورنہ وہی تخیل ہے وہی زور ہے وہی رنگ ہے جو عموماً اُن کے کلام میں پایا جاتا ہے اور قدرت کی طرف سے جس کے وہ تنہا مالک بنائے گئے ہیں۔

رہا وہ حصہ کلام جس میں خیالات کی گہرائی نے پیچیدگیاں پیدا کر کے عام نظروں سے اُن کے مفہوم کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ وہ بھی کچھ کم نہیں ہیں میرے خیال میں وہ کلام مروجہ کلام سے کچھ زیادہ ہوگا کیونکہ دس برس کی مشق کا سرمایہ تھا جو نظر انداز کر دیا گیا اور نمونے کے طور پر اس کا کچھ حصہ اس دیوان میں چھوڑ دیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دیوان غالب کی شرح لکھنے والوں نے مشکل کلام کی بھی شرح لکھی ہے اور دوسرے کلام کے ساتھ ساتھ اُس کو بھی آنکھوں سے لگانے کے قابل سمجھا ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ اب اس پورے کلام کو چھوڑ دیا جائے جس کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا یہ کلام بھی ہے۔ لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ جب مرزا نے خود ہی اس کلام کو طبع ہونے اور منظر عام میں آنے کے قابل نہیں سمجھا تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس کلام کو پبلک میں لائے اور شہرت کے پر لگا کر اڑائے۔ مگر یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ نا سمجھوں کی ریشہ دوانیوں اور زمانہ کی کوتاہ فہمیوں نے ان کو اس بات پر مجبور کیا ورنہ انہوں نے تو وہ شعر کہے ہی تھے اور اس میں اپنا شباب کا زمانہ صرف کیا ہی تھا۔ میرے نزدیک تو انہوں نے جب یہ شعر نکال دیئے ہیں تو اسی بات کا افسوس ہوا ہے اور اسی کے لیے انہوں نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسدؔ
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر میں خاک نہیں

ظاہر تو یہ ہے کہ وہ شعر جن پر انتخاب کی چھری چلائی گئی وہ ابتدائے مشق کے تھے اور دیکھنے والوں کی نظر میں صرف اس لئے ان کی کوئی وقعت اور کوئی اہمیت نہ تھی کہ وہ اُن کی سمجھ سے باہر یا بالاتر تھے مگر انصاف کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ

مرزا نے انہیں معانی کے دریا بہا دیے تھے اور ہر مصرع میں پرواز خیال کی انتہا دکھا دی تھی ہر لفظ گنجینۂ معنی تھا۔ اور ہر مفہوم سرمایۂ ناز شاعری تھا اسی قسم کے کلام کی طرف انکا اشارہ یہ تھا کہ ؎

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آئے

ابتدائے شاعری کا وقت سہی۔ تو مشق کا عالم سہی مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ وہ ان لوگوں کا اتباع تھا جن کا جواب دنیائے شعر میں مشکل سے ملے گا۔ جنکے تخیل کی حدیں اس عالم سے ملی ہوئی ہیں جہاں عام نظریں کبھی پہونچ ہی نہیں سکتیں میرے خیال میں وہ گمراہی بھی رہنمائی سے زیادہ درجہ رکھتی ہے اور وہ ابہام و اشکال بھی سہل ممتنع سے بڑھا ہوا ہے۔

بیدل، شوکت اور جلال اسیر کے یہاں اول تو سب خیالی مضمون نہیں ہیں بہت سے مضامین عالی بھی ان کے کلام کا جوہر ہیں اور اگر فرض کیجیے کہ تمام دنیا خیالی ہی ہے تب بھی تو یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ عام دنیا کی اس دنیا تک رسائی نہیں اور وہ سطح بلند پر آباد ہے جہاں بڑے بڑے نظر بازوں کی نظر نہیں پہونچتی۔ بیشک مرزا نے اس کلام کو نظر انداز ہی کے قابل سمجھا مگر اسوقت کہ جب ہر طرف سے صدائے داد و گیر بلند ہوئی اور جب ہر سخن ناشناس واویلا اور وامصیبتا کہتا ہوا ادھر سے آیا۔ جب ہر جگہ یہی ذکر ہونے لگا کہ مرزا مہمل گو ہیں مرزا مشکل گو ہیں۔ مرزا کے کلام میں معنی نہیں ہیں۔ مرزا [illegible]۔

نکالنے کو تو انہوں نے اپنے دیوان سے وہ کلام نکال ہی دیا مگر غور کیجیے کہ اگر وہ اس کو بے معنی اور مہمل سمجھتے تو اس قسم کے نمونے کیوں چھوڑ دیتے سعدی کی ایک حکایت [illegible] تو انہوں نے بیٹھے ہی ہوں گے۔ آتش عشق و اخگر گرا [illegible] ظرافت والا مضمون ہے پھر جب تمام کا تمام کلام بدل ہی دیا تو آخر نمونے کی کیا ضرورت تھی۔

اسقدر لکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ مرزا کا وہ کلام مہمل نہیں ہے بلکہ اس میں تو مرزا نے اور بھی زیادہ خون جگر کھایا ہے اور عمیق خیالات ظاہر کیے ہیں۔

اگر یہ کلام پہلے سے دستیاب ہو جاتا تو میرے نزدیک سب سے پہلے اسی کی شرح کی ضرورت تھی اور شارحین کی طبع آزمائیوں کا سب سے زیادہ یہی محتاج تھا مگر اتفاق سے یہ غفلت اور لاعلمی کی مٹی میں دبا پڑا رہا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔

اب غالب کے اُس کلام کو جو میرے لئے زیر بحث ہو رہا ہے اچھا خاصا ایک زمانہ گزر گیا مگر میرا جہاں تک خیال ہے اس وقت تک کسی نے اس طرف مطلق توجہ نہیں کی ہو بلکہ جو اُٹھتا ہے یہی ارادہ کرتا ہوا اُٹھتا ہے کہ غالب کے متداول دیوان کی اپنی سمجھ کے موافق ایک شرح لکھ ڈالوں حالانکہ یہ بات کچھ چھپی ہوئی نہیں ہے کہ اب اتنی شرحیں لکھی جا چکی ہیں کہ نہ شرح کی احتیاج ہے نہ تشریح کی اب غالب کے پرانے کلام میں نئے معنی پیدا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ حقیقی معنی پر پردہ ڈالکر کلام کو مہمل اور لایعنی کا خطاب دلایا جائے کیونکہ جہاں ایک کلام میں مختلف معنی کا پایا جانا اس کی فصاحت و بلاغت پر دال ہے وہیں یہ بھی ہے کہ اس کو مہمل ثابت کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے اس واسطے کہ جہاں تک میرا تجربہ ہے شاعر کسی شعر میں دو تین سے زیادہ معنی نہیں پیدا کر سکتا اگر اسی سے ایک دو اور اچھے پہلو بھی پیدا ہو جائیں تو وہ اعجاز کلام اور فیضان سخن سے تعبیر کیا جاتا ہے نہ کہ شاعر کی کوئی خاص کوشش مانی جائے گی اور اگر اس میں بہت سے مفہوم ادنیٰ ادنیٰ نقصان کے ساتھ پیدا ہوتے ہوں تو قطعی طور پر یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ شاعر نے سمجھ کر وہ شعر نہیں کہا ہے یہی اور بالکل یہی آجکل غالب کے کلام میں کیا جا رہا ہے شرح کرنے والوں کی ٹولیاں کی ٹولیاں چلی آتی ہیں اور جو جس کی سمجھ میں آتا ہے کہتا ہے اور ایک ضخیم کتاب تیار کر کے رکھ دیتا ہے۔ دیکھنے والے سب کو دیکھ رہے ہیں اور سب کا نعرہ مستانہ سن رہے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ سوا دو تین شرحوں کے باقی شرحیں ماسبق شرحوں کے لئے گراموفون اور صدائے بازگشت سے زیادہ نہیں مگر مجبوری ہے۔

تقدیر بود کہ آمدہ ناچار دیکھنا

میرا جہاں تک خیال ہے جناب نظم اور حضرت بیخود موہانی و بیخود دہلوی کی شرحیں اُس وقت تیار کی گئی ہیں جب نسخہ حمیدیہ چھپ چکا تھا اور غیر مطبوعہ

کلام بھی عام نظروں کے سامنے آگیا تھا مگر حضرت سہا کی شرح اور دیگر شرحوں میں اس قدر فرق ہے جس قدر فوٹوگراف اور گراموفون میں۔ باقی اللہ بس باقی ہوس۔ رہے حضرت مولانا محمود موہانی اعلی اللہ مقامہ آنکی دنیا ہی جدا ہے پہلے سب شرحوں کو جمع فرماتے ہیں پھر اُن کی تشریح کرکے اُن کے عیوب واسقام سے اپنی رائے عالی کے مطابق دنیا کو آگاہ فرماتے ہیں اور اس کے بعد اپنی طلاقت لسانی کا ثبوت دیکر معانی کے ابواب جدیدہ کا افتتاح فرماکر

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم

کی ایک آواز لگاتے ہوئے برق خاطف کی طرح گزر جاتے ہیں۔ افسوس بلکہ سخت افسوس اس بات کا ہے کہ ابھی تک وہ شرح دنیا سے روپوش ہے اور بستہ کے سرخ یا سبز غلاف میں ملبوس طاق زینت پر رکھی ہوئی ہے ورنہ میں اسپر کچھ لکھتا پھر بھی میں نے اس کے بعض بعض وہ حصے دیکھے ہیں جن سے اخبارات و رسائل کے کئی کئی صفحہ کالے ہوگئے ہیں اسی بنا پر یہ چند فقرے بے اختیارانہ لکھ گیا ہوں۔ درنہ او داند وکار او۔ مارا چہ ازین قصہ کہ۔ مولانا بیخود دہلوی کی شرح کامل طور پر میں نے نہیں دیکھی مگر متعدد خبریں اس کے متعلق بھی سنی ہیں کہ خوب خوب معانی آفرینی کی داد دی ہے۔

کوئی ان رہنمایان معانی اور حامیان زبان اُردو سے یہ پوچھنے والا نہیں کہ حضرات یہ کیا ستم ہے کیا غضب ہے کیا ناانصافی ہے جس کی ضرورت نہیں اس کے لئے تو معرکہ آرائی اور جادہ پیمائی قلم جاری ہے اور جس کی ضرورت ہے اس کی طرف توجہ بھی نہیں۔ کیا خوب۔ با آن گرما گرمی یا باین سرد مہری

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حقیقت یہ ہے کہ غالب کے مروجہ کلام کی رہنما تو کئی شرحیں موجود تھیں غالب کے اس کلام کو تو سننے والے اور اس کے معنی سمجھانے والے تو ہزاروں آدمی ہندوستان میں موجود ہیں۔ اس لئے ان کی شرحیں لکھنے میں نہ کوئی دقت پڑی نہ کسی کاوش کی ضرورت ہوئی۔ مگر وہ کلام جو نہ تو زبان زد ہوکر مقبول ہوا ہے اور نہ اس وقت تک کوئی اس کی شرح لکھی گئی ہے اُسپر قلم اٹھانا کوئی

آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے ہمت چاہیئے دل چاہیئے دماغ چاہیئے۔ معنی یاب طبیعت چاہیئے ذوق سلیم چاہیئے۔ یہاں کانٹا اور لے دوڑی سے کام نہیں چل سکتا۔ اور وہاں ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی" کا منظر نظر نہیں آسکتا اس لئے بعض تو دیکھتے ہیں۔ رہ جاتے ہیں۔ بعض کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے بعض کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ پڑتی ہے بعض مہمل سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں بعض ادب سے خاموش ہو جاتے ہیں۔

مولانا بیخود تو خیر پھر بھی اپنی جگہ ہیں دیکھئے حضرت نظم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ کو جو ہندوستان میں دیوان غالب کے ایک بہترین شارح تسلیم کئے گئے اور جنہوں نے اپنی شرح میں شرح کیساتھ تنقید کی بھی جواہر ریزی فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ جابجا کلام مقبول و متداول پر نگاہ غائر ڈالکر حق اصلاح بھی ادا کیا تو پھر اس کلام میں تو ان کو اور بھی زیادہ مواقع تھے اور یہاں تو بقول شخصے دریا بہا سکتے تھے پھر کیوں نہ ادھر توجہ فرمائی۔

میرے نزدیک کسی شاعر کو بڑے بڑے ماہرین شعر کے مقابلہ میں پیش کرنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ خود اسی کے کلام کی تشریح و توضیح کردی جائے۔ ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے اپنے مقدمہ کلام غالب میں غالب کو کہیں نبی ٹھہرایا ہے کہیں اپنے زمانہ کا ورڈسورتھ اور شیلی بنایا ہے گو یہ بھی ایک قسم کی جدت ہے اور اس سے بھی غالب کی قابلیت کو چار چاند لگتے ہیں مگر کاش یہ کلام اُن کے ہاتھ لگا ہوتا اور اس پر وہ حاشیہ آرائی کرتے تو یقینی وہ اس کوشش و کاوش بیجا سے بہتر ہوتا جس پر انہوں نے اپنی تمام تر قوت بیان کو ختم کر دیا ہے۔ اس سے تو کون انکار کر سکتا ہے کہ مقدمہ کے لکھنے میں انہوں نے بے انتہا عرق ریزی کی ہے اور فلسفے کے دریا بہا دیے ہیں۔ بہت سے اشعار کے معنی اس جدت و ندرت کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ ہر ایک سننے والا ان کی داد دیے بغیر رہ ہی نہیں سکتا مگر افسوس ہے کہ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ جو معنی بجنوری مرحوم نے سمجھے شاید غالب کا خیال بھی وہاں تک نہیں پہنچا تھا اور اسی طرح اُن کے نادر نکتے تھے جیسا کہ آج ایسا ایسا آدمی جس نے اس مقدمہ کو دیکھا ہو بجنوری مرحوم کے سرمایۂ فخر اور اُن کی سعی و کاوش یعنی اُن کے مقدمہ کو جس دن میں نے دیکھا انکے الفاظ سے نکلتے ہوئے جبروتی ترانے اور اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کے قدوسی نغمے میرے کانوں تک پہونچے۔ دل کنگرہ قصر کسریٰ کی طرح ہلنے لگا ہاتھ بتان کعبہ کی طرح لرزنے لگے صفحات کا جلوہ

برقِ سرِ طور کی طرح چمکنے لگا اور میری موسیٰ نگاہی غش کھا کر گرنے کو تیار ہو گئی میرے ہوش و حواس پروانہ ہائے آتش بجان کی طرح تڑپنے لگے پہلے ہی صفحے کے الفاظ اور فقرے مجھے از خود رفتہ بنا گئے پھر بھی میں نے بقیہ صفحات الٹ پلٹ کر دیکھے۔ مگر سوائے اس کے کہ جو نبار دحست اپنی پوری روانی پر ہے۔ سوائے اس کے کہ چند دور از کار اور لایعنی دعوے ہیں سوائے اس کے کہ غالب کی مضمون آفرینی کو سراپا فلسفہ بنا دیا ہے سوائے اس کے کہ یورپ کی چند معروف ہستیوں سے غالب کا مقابلہ کیا ہے سوائے اس کے کہ انھیں شعروں کی پھر شرح کر دی ہے جن کی شرح بارہا ہو چکی ہے مجھے ایک بات بھی ایسی نظر نہ پڑی جس کو دیکھ کر میری محدود معلومات اضافہ کا شکریہ ادا کرتی یا سامعہ کسی نئی بات کے سننے سے ممنون ہوتا اس میں شک نہیں کہ وہ ادب کی ایک نئی دنیا پیش کرتے ہیں مگر سب بیکار ہے کیونکہ جدید کلام کی نسبت ایک لفظ بھی ارشاد نہیں فرماتے کہ ہم میں وہ مجبور ہیں کیونکہ یہ کلام ہی ان تک نہیں پہونچا تھا انھوں نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک تبرک کے طور پر پیش کیا ہے جو کچھ دکھایا ہے وہ عجائبات روزگار سمجھ کر دکھایا ہے باقی انھیں نہ اس کی شرح سے بحث ہے نہ اُن کے اُس انداز بیان سے غرض ہو اسی طرح مزین کلام کا جو حال ہے وہ اُس جدید ترتیب پر ہے اور جو کچھ اُن کی کاوشات ہے وہ اُن چند نوٹوں پر ختم ہو جاتی ہے جو جا بجا صفحات میں اس تشریح اور اس تفصیل کیواسطے لکھے گئے ہیں کہ ان غزلوں میں سے کوئی شعر مطبوعہ دیوان غالب میں نہیں ہے یا یہ شعر پہلے اس طور پر کہا گیا تھا۔ اور بس یہیں۔ نہ اُسی زمانہ میں یہ ارادہ کیا کہ اُردو کے مروجہ دیوان غالب کی طرح اس کی بھی اگر شرح ہو جائے تو وہ صرف مفید مطلب ہی نہیں بلکہ عجیب بھی ہو گی مگر اس ارادہ کا قوت سے فعل میں آنا اور اس خیال کا عملی جامہ پہننا کوئی آسان بات نہ تھی ایک دو گھڑی کا دھٹن نہیں بلکہ متعدد موانع موجود تھے۔ اشغال کی کثرت۔ فرصت کی کمی غور و فکر کے لئے موقعہ نہ ملتا۔ کلام کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے قابل شرح شعروں کا انتخاب اس پر سب سے بڑی کمی اس بات کی کہ لکھ بھی لیں اور شرح کر بھی ڈالیں تو کون چھاپے گا اور کون خریدے گا یونہی ایک فرقہ ہے جو اس کلام کو دیکھکر چیں بر جبیں ہے اور اپنی معلومات کی بنا پر قیاسی بنیادیں قائم کر کے کہتا پھرتا ہے کہ یہ کلام ہرگز غالب کا

کلام نہیں ہے پھر بھلا اس کوشش اور سعی کو نظر استحسان سے کون دیکھے گا۔ اور کہاں سے اس کے قدردان پیدا ہوں گے۔

مندرجہ بالا موانع کے باوجود بھی میں نے ہمت نہیں ہاری اور اس شغل کو جاری رکھا۔ اُن شعروں کو پڑھتا رہا اور وقت بے وقت اپنے ضروری وقت کو معانی کی گتھیاں سلجھانے میں صرف کرتا رہا جب جب ممکن ہوا کاغذ پر بھی کچھ نہ کچھ لکھتا رہا۔

غالب کے انداز بیان۔ اُلجھی ہوئی ترکیبوں نا مانوس بندشوں نے میرا کافی وقت صرف کیا۔ ہوا یہ کہ بیشتر اشعار کے ایک وقت میں کچھ معنی سمجھے دوسرے وقت کچھ سمجھے اہل نظر سے محاکمہ اور فیصلہ کا خواستگار رہا۔ بہت سے فیصلے ہو گئے اور بہت سی جگہ رہنما اور رہبر بھی راہبر دا ور رہ نوردِ شکرہ گئے۔ اور ہاں میں ہاں ملانے کے سوا کئے۔ نہ کوئی حتمی رائے دی اور نہ کوئی قطعی فیصلہ کیا ایسے شعروں میں میں نے یہ کیا کہ جو جو معنی میری سمجھ میں آئے وہ سب لکھ دیئے۔

اب میں مرزا کے اسی کلام پر مخصوص طور سے ایک دوسری نظر ڈالنا چاہتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اس میں کیا ہے اور اس کے ظاہری اجزائے ترکیبی میں کون کون سے عناصر کام کر رہے ہیں۔

(۱) اگرچہ یہ کہنا کچھ کارآمد اور ضروری نہیں ہو کہ ان کے اس کلام میں قریب قریب سبھی مروجہ بحور موجود ہیں اور اس صورت سے عروض کی پوری پوری خانہ پُری ہو جاتی ہو۔ پھر بھی ان لوگوں کی خاطر سے جن کو عروض و تقطیع کے جھگڑوں اور زلزلوں میں لطف آتا ہو یہ نہ بتانا ایک کمی کے طور پر محسوس کیا جائے گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا ہے کہ مرزا اُن شاعروں میں نہیں تھے جو عروض دانی ہی کو کمال شاعری سمجھتے تھے انہوں نے انہیں بحروں کو اپنے دیوان میں جگہ دی جنکو لکھنے کے بعد بھی شاعر شاعر ہی معلوم ہوتا ہو وہ جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اس سے بحث نہیں ہو پھر بھی اس طرف ان کی توجہ منعطف نہیں ہوئی ہو جن بحروں میں زحافوں کی فراوانی نے آشوب مذاق برپا کر رکھا ہو۔

(۲) اُن کا یہ کلام بھی کئی حصوں پر منقسم ہوتا ہے ایک وہ غزلیں ہیں جنھیں کا

کوئی شعر مروجہ دیوان میں نہیں ہو۔ اور دوسرے پاؤں تک انتخاب کے سیلاب میں غرق ہو گئی ہیں دوسرے وہ اشعار ہیں جو اسی موجودہ دیوان کی غزلوں میں سے چن کر جدا کر دیے گئے ہیں اس قسم کے اشعار کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں ایک وہ جو بالکل نئے شعر ہیں ان میں خیال بھی نئے ہیں یا تیور بھی جدا ہیں دوسرے وہ اشعار ہیں جو اسی دیوان کے اشعار کا نقش اول ہیں اور کچھ الفاظ کے تغیر اور تبدیل کے بعد ان کو متداول دیوان میں جگہ دیدی گئی ہے اور پھر ان میں بھی دو تقسیمیں ہیں ایک اس قسم کے شعر ہیں جو اصلاح کے بعد ایسے بدل گئے ہیں کہ پہچانے بھی نہیں جاتے دوسرے وہ ہیں جن کے خط و خال اب بھی نمایاں ہیں اور صرف چند الفاظ بدلے ہیں باقی وہی ہیں۔

(۳) بندش کی حیثیت سے بھی دو قسم کے شعر پائے جاتے ہیں یا سہل ہیں۔ یا بعید الفہم ترکیبوں سے لبریز پھر سہل میں بھی اگرچہ سہل ممتنع بہ شاذ و نادر نہیں مگر پھر بھی دو طرح کے ہیں یا تو ایسے ہیں کہ ان کی شرح کی ضرورت ہی نہیں ہو۔ پڑھئے اور سمجھ لیجئے اور یا ایسے کہ سہل تو ہیں مگر پھر بھی اُن کی شرح کی ضرورت ہو۔ بعید الفہم اشعار بھی دو قسموں پر تقسیم کر لیجئے یا وہ ہیں جو کوشش کرنے کے بعد سمجھ میں آ جاتے ہیں اور کسی نہ کسی صورت سے شارح کی محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے اور وہ ان کے معانی پر کچھ نہ کچھ رائے زنی کر سکتا ہے یا ایسے ہیں کہ ادراک کی قوت کو تھکا دیتے ہیں ذہن کی رسائی کو عاجز کر دیتے ہیں۔ واہمہ اگر خلاقی کر کے کچھ اچھے برے معنی پیدا بھی کرتا ہو تو دماغ اُن سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اور اپنے پُر کرنے کے لئے ہل من مزید کی صدا آخر تک بلند کرتا رہتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس ترکیب صوری کی آسانی کے لئے کچھ مثالیں پیش کر کے اپنے مذکورہ بالا دعووں کا ثبوت دیدوں۔ پہلے اُن بحروں کو دیکھئے جن کو بجنوری مرحوم نے از روئے اقلیدس خطوط منحنی اور دوائر سے مشابہ کر کے زقتان وغیرہ ان کے نام سے یاد کیا ہے۔

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجیے ہم نے مدعا پایا

اسی غزل مین اور بھی بہت سے اشعار غیر مطبوعہ ہین جن کا ایک شعر نقل کے لئے کافی ہے۔

ہے کہان تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہمنے دشت امکان کو ایک نقش پا پایا

یا عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے — کہ اپنے سایہ سے سر پاؤن سے ہے دو قدم آگے

اس غزل کا اور کوئی شعر اشعار غیر مطبوعہ مین نہین ہے مگر ایسی ہی اور کئی غزلین موجود ہین جن مین سے ایک یہ ہے۔

نظر بنقص گدایان کمال بے ادبی ہے
کہ خار خشک کو بھی دعوئی چمن نسبی ہے

دونون بحرون مین فرق بھی مگر اپنی خمیدگی کے لحاظ سے دونون برابر ہین اور لیجئے میر کی مخصوص بحر ملاحظہ فرمایئے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردون کو کیا رام کیا
رشتۂ چاک جیب دریدہ صرف قماش دام کیا

یہ بھی پوری غزل موجود ہے اور اسی قسم کی اور بحرین بھی پائی جاتی ہین مگر ڈاکٹر بجنوری مرحوم کا یہ دعویٰ کسی صورت سے صحیح نہین ہے کہ "کوئی آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل بحر ایسی نہین جس مین مرزا نے کلام موزون نہ کیا ہو۔ یہ ناواقفی فن کی دلیل ہے یا خوش عقیدگی کی اس کا کوئی ثبوت اُن کے دیوان سے نہین ملتا۔ اور ایک مرزا غالب ہی کے دیوان کو کیون پیش نظر رکھا جائے مجھے کسی اردو کہنے والے شاعر یا کسی فارسی کہنے والے کا دیوان اس معیار پر پورا اُترتا نظر نہین آتا۔ میری نظر مین اس فرض کو فارسی گویون مین شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ کے کلیات مین پورا کیا گیا ہے مگر وہان بھی خدا معلوم کتنی کمی رہ گئی ہے۔

(۲) اُن غزلون کو لیجئے کہ جن کا کوئی شعر مروجہ دیوان مین نہین ہے تو وہ بہت کافی تعداد مین آپکو ملین گی۔ چنانچہ ان غزلون مین کا کوئی شعر دیوان مطبوعہ مین نہین ہے۔

شب کہ دل زخمی عرض دو جہان تیر آیا — نالہ بر خود غلط شوخی تاثیر آیا

سیر آنسوئے تماشا ہے طلبگاروں کا　　خضر مشتاق ہے اس دشت کے آوارونکا
عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یاران غمگیں کا　　نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمع بالیں کا

ورد اسم حق سے دیدار صنم حاصل ہوا
رشتہ تسبیح تار جادہ منزل ہوا

اس قسم کی غزلیں قریب قریب سبھی ردیفوں میں ہیں اور اچھی خاصی تعداد میں ہیں۔

وہ اشعار بھی بہت سے ہیں جو مطبوعہ دیوان کی غزلوں میں سے چھانٹکر جدا کر دیئے گئے ہیں نمونہ کے لئے الف کی ردیف کی ابتدا سے دو تین غزلوں کی تفصیل لکھتا ہوں۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ پہلی ہی غزل ہے جس میں مطبوعہ پانچ شعر ہیں مگر پانچ ہی غیر مطبوعہ ہیں۔

اس غزل میں سے

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

میں مطبوعہ اشعار چار ہیں مگر غیر مطبوعہ پانچ شعر اور ہیں۔

اس غزل میں سے

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

چھ شعر ملتے ہیں مگر چھ غیر مطبوعہ بھی ہیں۔ غرضکہ بہت سی غزلوں میں یہی صورت ہے۔

وہ غیر مطبوعہ اشعار بھی بہت سے ہیں جو بالکل نئے ہیں ان کا نقل کرنا اس لئے فضول ہے کہ جب یہ بتا دیا گیا کہ بہت سی سالم غزلیں غیر مطبوعہ ہیں تو پھر اب ایسے اشعار کے شمار کرانے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ ہاں وہ اشعار جو مروجہ بہت سے شعروں کے نقش اول ہیں لکھنے کی ضرورت ہے وہ بھی کثیر تعداد میں ہیں مگر میں نمونتاً چند شعروں پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ شعر

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا　　موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

پہلے یون تھا ـ

آتشین پا ہون گداز وحشت زندان نہ پوچھ
موے آتش دیدہ ہی ہر حلقہ یان زنجیر کا

یا یہ شعر

بوے گل ـ نالۂ دل ـ دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا وہ پریشان نکلا

اس کا پہلا مصرع پہلے یون تھا ـ

عشرت ایجاد چہ بوے گل و کو دود چراغ
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ تو ہوا اُن اشعار کا حال جن مین کہین کہین پورے پورے مصرعون کو بدل دیا ہی اور کہین اس سے بھی زیادہ تصرف کیا ہی مگر اس سے بھی زیادہ وہ اشعار ہین جن مین صرف ایک ایک دو دو لفظ بدلے ہین اور باقی جیسے پہلے تھے ویسے ہی مروجہ دیوان مین ہین ـ اُن کی مثال کے لئے کہان تک اشعار پیش کئے جائین بہت سے ہین مگر وہ اشعار جن کے خط و خال بھی نہین پہچانے جاتے کم ہین ـ اور نہ پہچانے جانے کی خاص وجہ یہ ہے کہ اُن مین الفاظ کا تغیر معمولی نہین ہی بلکہ لفظ بھی بدل دیے ہین زمین شعر بھی بدل دی ہی کہین بحر بھی بدل دی ہی اور تھوڑا بہت خیال مین بھی تصرف کیا ہی مثال کے طور پر اس شعر کو لیجیے ؎

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیے

پہلے یہ خیال اس صورت مین تھا ـ

جس قدر جگر خون ہو کوچہ دادن دل ہر
زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یا یہ شعر ؎

پر تو خور سے ہی شبنم کو فنا کی تعلیم — ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

پہلے ایک اور شعر مین اسی مضمون کو یون کہا تھا ؎

خورشید آشنا نہ ہوا دیدہ مین اسد — سرتاپا گزارش ذوق سجود تھا

یا یہ دو شعر ؎

ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق | لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر
ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے | آبگینہ تندیِ صہبا سے پگھلا جائے ہے

پہلے شعر میں صرف لرزش موج کا خیال ہے اور دوسرے میں آبگینۂ صہبا گداز کا بیان ہے مگر دونوں کو ایک شعر میں پہلے یوں کہا تھا۔

ہجومِ فکر سے دل مثلِ موج لرزے ہے
کہ شیشہ نازک و صہبائے آبگینہ گداز

بعض ایسے شعر بھی ہیں جو کہے گئے ہیں ایک دوسرے کی مدد سے اور یکے بعد دیگرے ہیں مگر وہ دونوں انتخاب ہو کر مطبوعہ دیوان میں آگئے ہیں جیسے یہ شعر ؎

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی | ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا
کارگاہِ ہستی میں لالہ داغ ساماں ہے | برقِ خرمنِ راحت خونِ گرمِ دہقاں ہے

یا یہ شعر ؎

بیاں کیا کیجیے بیداد کاوش ہائے مژگاں کا | کہ ہر اک قطرۂ خوں دانہ ہے تسبیح مرجاں کا
ودیعت خانۂ بیدادِ کاوش ہائے مژگاں ہوں | نگین نامِ دلبر ہے مرا ہر قطرہ خوں تن میں

دونوں شعر ظاہر اشاید کسی کو جدا معلوم ہوں مگر معترض خون کے قطروں کی تشبیہ کو دیکھے گا تو اچھی طرح سمجھ لے گا کہ کاوش مژہ نے ایک کو نگین بنایا ہے اور ایک کو مرجان اور نگین و مرجان میں کچھ بڑا فرق نہیں ہے۔ رہے وہ شعر جو سہل ہیں اور ان کی شرح کی ضرورت نہیں ہے ان کی مثال میں یہ اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں مگر اس قسم کے شعر صرف برائے نام ہیں۔

ظلم کرنا گدائے عاشق پر | نہیں شاہانِ حسن کا دستور
دوست تو مجھ ستم رسیدہ سے | دشمنی ہے وصال کا مذکور
شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم | آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں

مہر بجائے نامہ لگائی بر لب پیک نامہ رساں
قاتل تمکین سنج نے یوں خاموشی کا پیغام کیا

اسی طرح ان اشعار کی تعداد بھی بہت کم سمجھنا چاہیے جو بے حد سہل ہیں مثلاً

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالب　　خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

لگے ہے زخم سنگ سر پہ یار کے دست نگارین سے　　سجائے زخم گل ہر گوشۂ دستار ہویدا

جاتا ہوں جدھر سب کی اٹھے ہے ادھر انگشت

یکدست جہاں مجھ سے پھرا ہے مگر انگشت

بعید الفہم اشعار سے تو دیوان ہی بھرا ہوا ہے اُن کا گنتا نا گنتا سب برابر ہے اُنہیں سے اس قسم کے اشعار پیش کرنا بھی بے سود ہے جو کسی طرح سمجھ میں نہیں آتے کیونکہ میرا عذر نافہمی اپنی کوتاہی ادراک کے مطابق ہوگا - یا اُن لوگوں کے موافق کریں ہے میں نے بعض اشعار کے معنی میں مشورہ کیا - سو اس کے لئے یہ تو ضروری ہو نہیں کہ تمام دنیا مجھی سی ہو جائے ممکن ہے کہ اور لوگ سمجھ لیں اور ان کی قوت ادراک وہاں تک پہنچ سکے جہاں تک میں نہیں پہونچا -

معنوی حیثیت سے دیکھئے تو غیر مطبوعہ دیوان غالب میں بقول مصنف کے ایسے اشعار بہت زیادہ ہیں جن کی بنیادیں خیالی مضامین پر رکھی ہوئی ہیں اور جو واقعات سے کوسوں دور ہیں مثال کے طور پر بعض اشعار ملاحظہ فرمایئے -

کہنا یہ ہے کہ لالہ کا پھول ایک مسافر ہے جس کو بہار فرصت ہستی کی کمی کا راز معلوم ہو اور وہ دنیا کی بے بقائی کو خوب جانتا ہے اسواسطے وہ راہ میں کسی جگہ دلکش ہونا اور قیام کرنا بالکل بیکار اور غیر ضروری سمجھتا ہے - اور نشش و سرور کو صرف اتنا ہی مد نظر رکھتا ہے کہ محمل کے اوپر ہی ایک جام بادہ پی لیتا ہے اور رخصت ہو جاتا ہے محمل وہی شاخ ہے جس پر پھول کھلتا ہے اور جام بادہ پھول کے لئے خود اس کا وجود ہے - اس مضمون کو اس طرح کہا ہے -

ہوئی جس کو بہار فرصت ہستی سے آگاہی

برنگ لالہ جام بادہ بر محمل پسند آیا

یا وہی شعر جسکی شرح میں پہلے لکھ چکا ہوں -

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی

یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

راہ خوابیدہ یعنی وہ راستہ جو کم چلتا ہے ایک درس آگاہی کے لئے گردنکش تھی مگر

میرا نقش قدم زمین کے لئے ایک سیلی استاد کا کام دے گیا۔

رہ خوابیدہ تھی گردن کش یک درس آگاہی
زمین کو سیلی استاد ہے نقش قدم میرا

فصل بہار کی تاثیر سے آتش کا رنگ بدل گیا ہو لہذا شمع اپنے پاؤن کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈھونڈھ رہی ہے۔ یہ چراغ گل اسی شعلہ کو کہا ہے جو شمع مین موجود ہوتا ہو۔

زبس آتش نے فصل رنگ مین رنگ دگر پایا
چراغ گل سے ڈھونڈے ہے چمن مین شمع خار اپنا

ہوائے صبح گل کی گریبان چاکی کے سبب سے پریشان ہو لہذا اگر تجکو بھی غمخواری کرکے میرا حال دریافت کرنا ہے تو وہان زخم پیدا کرکے مجھ سے حال دریافت کرا سکے بغیر میرا دریافت حال ناممکن ہو کہتے ہین کہ

ہوائے صبح یک عالم گریبان چاکی گل ہے
وہان زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

اسی قسم کے سیکڑون اشعار ہین جنکی بنا صرف خیال پر ہے انہین مین بعض شعر واقعاتی بھی شامل ہین مگر استعارے اور تشبیہین اتنی بھری ہوئی ہین کہ انھون نے ہر شعر کو الجھا دیا ہے اسی استعارہ در استعارہ اور تشبیہ در تشبیہ کا یہ عالم ہو کہ شعر کے سلجھانے اور سمجھنے مین پوری پوری قوت صرف کرنا پڑتی ہے اسپر بھی جہان نامانوس ترکیبون کا جال بچھا دیا ہے وہان تو شارح کا دماغ صید رم خوردہ بن جاتا ہے یا حلقون مین پھنس کر رہ جاتا ہو اور گھنٹون اس فکر مین رہنا پڑتا ہو کہ کس طرح اس دام خم بخم سے اپنے آپ کو نجات دی جائے۔ اور کیونکر ان الجھے ہوئے پھندون سے نکلا جائے۔

بعض ترکیبین ایسی بھی ہین جو حرف مشدد کا کام دے رہی ہین ادہر بھی انکے معنی لگتے ہین اور ادہر بھی۔ یون بھی معنی پیدا ہوتے ہین اور یون بھی وہان بھی عجیب وغریب کشمکش کا عالم پیدا ہو جاتا ہے اور شارح کے واسطے مشکلات کے سیکڑون دروازے کھل جاتے ہین بہ جہت ترجیح کو معین کرنا تو کجا معنی لکھنا اور کسی مطلب کا بیان کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مثلاً

نہ بھولا اضطرابِ دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

اسکے دو معنی پیدا ہوتے ہیں یا میرا اضطراب دم شماری کبھی اپنے انتظار کو بھول سکا یا میرا انتظار اضطراب دم شماری کو نہیں بھولا۔ یا

بت پرستی ہے بہار نقشبندیہائے دہر
ہر صریر خامہ میں یک نالۂ ناقوس تھا

اس میں بھی دو صورتیں ہیں۔ بہار نقشبندیہائے دہر بت پرستی ہے یا بت پرستی سے بہار نقشبندی دہر پیدا ہوتی ہے۔ اس شعر میں اگرچہ مصرع ثانی ایک جہت معنی کو مرجح قرار دیدیتا ہے مگر ہر شعر اور ہر مصرع میں یہ صورت نہیں ہے اور انتخاب کی زحمت کی جائے تو اس قسم کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

یہ مشکلیں تھیں جو مرزا کے اس کلام غیر مطبوعہ کی شرح میں حایل تھیں۔ مگر پھر بھی۔ ع

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرش در کار نیست

میں برابر اس کی تگ و دو میں لگا رہا۔ اور مدتوں تک گاہ و بیگاہ اس سلسلہ کو جاری رکھا پھر بھی کوئی خاص ارادہ اس کے طبع کرنے کا نہ تھا مگر ع

[illegible] چون آید و کاسے بکند

اتفاق وقت کہ میری لکھی ہوئی شرح دیوان غالب جو صدیق بکڈپو میں چھپی ہوئی ہو ختم ہو گئی اور ارادہ ہوا کہ اس کو دوبارہ طبع کیا جاسے۔ مولانا محمد صدیق صاحب مالک صدیق بکڈپو نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اس میں اگر غالب کے وہ اشعار بھی شامل کر دیے جائیں جو اگرچہ طبع ہو گئے ہیں مگر مطبوعہ دیوان میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے اب تک منظر عام پر نہیں آسے ہیں تو شرح مکمل ہو جاسے۔ میں نے بھی اس راسے میں کوئی خرابی نہ دیکھتے ہوسے قبول کر لیا اور ارادہ کیا کہ بعض ایسے اشعار کا شرح میں اضافہ کر دیا جاسے جو اس دیوان کے اشعار سے ملتے جلتے ہوں۔ اور جو بے تکلف کھپ جائیں۔ ارادہ ابھی معرض التوا میں تھا اور دماغ ہنوز اس فکر میں سرگرم کار تھا کہ مولانا کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر

عظمت الٰہی سیلونوی اڈیٹر اخبار قیامت کے پاس ایک بیاض ہے جو انکو بالکل غیر متوقع طور پر کسی جگہ سے ہاتھ لگ گئی ہے۔ اس مین پندرہ بیس غزلین ایسی ہین جو اُس دیوان مین بھی نہین ہین جو حمیدیہ نسخہ کے نام سے موسوم ہے مولانا نے نہایت عجلت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے مل کر اس بات کو معلوم کر لیا کہ جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے مین نے خود بھی اس بیاض کو ڈاکٹر صاحب کے پاس دیکھا تھا مگر کبھی اس کے حاصل کرنے کا اس واسطے خیال نہین آیا تھا کہ وہ خود اس کے طبع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور اس کا کبھی کبھی مجھ سے ذکر بھی کیا تھا۔ مگر مولانا صدیق صاحب نے کوشش بلیغ کر کے اس بیاض کو حاصل کر لیا۔ اور اب مین نے اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر یہ ارادہ کیا کہ اس کلام غیر مطبوعہ کے ساتھ اس بیاض کی غزلون کو بھی شریک کر دیا جائے گا تو اُن کی شرح کی ایک خاصی ضخیم کتاب ہو جائے گی۔ اسی خیال پر کاربند ہو کر خدا کا نام لیکر مین نے شرح لکھنا شروع کر دی۔

شرح کس انداز پر لکھی ہے اس کی توضیح تو آخر مضمون مین لکھون گا پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بیاض کے متعلق مفصل طریق پر کچھ لکھ دیا جائے۔

یہ بیاض مکمل نہین معلوم ہوتی اس لئے کہ اس مین صرف ایک جزو ہے اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی ضخیم بیاض سے کسی صورت سے جدا ہو گیا ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ یہ جزو جزو اول ہے۔ بلکہ یہ ایک کشکول کا ابتدائی حصہ ہے کیونکہ اس مین غالب کے اشعار کے علاوہ دوسرے اساتذہ کے بھی بعض شعر ہین اور آخر مین کچھ نسخے کچھ تعویذ وغیرہ بھی ہین غزلون کی ترتیب بھی اس صورت سے ہے کہ اول مین مرزا کی غزلین ہین اور آخر مین دوسرے لوگون کی اُن مین بھی بعض غزلین ملی جلی ہین۔

یہ بیاض قدیم زمانہ کی روش کے مطابق تمام و کمال ایک ہی خط مین لکھی ہوئی ہے اور ایک ہی کاغذ در ہشتائی ہے اسی وجہ سے یہ بات آسانی سے سمجھ مین آجاتی ہے کہ کسی دوسری جگہ سے اس بیاض پر غزلین وغیرہ نقل کی ہین

میرے خیال مین کم از کم ساٹھ ستر برس ادہر کی نہین تو چالیس پچاس برس ادہر کی لکھی ہوئی ضرور ہو اُس کا کاغذ وہی قدیم ہے - طرز تحریر جدید نہین تمام تر قدیم وضع پر ہین -

آب رسیدہ ہو اور اسی وجہ سے بعض جگہ سیاہی پھیل گئی ہے اور بعض مصرعے نہین پڑہے جاتے بوسیدہ تو نہین ہے مگر کرم خوردہ ہو - کہین کہین زمانہ کے امتداد کی وجہ سے اتنی فرسودہ ہو گئی ہو کہ بعض مصرعے غائب ہین یا نہین پڑھے جاتے - حاشیہ پر چوہون کے دانتون کی دست درازیان بھی ہوئی ہین - اور اُن سے بھی اچھا خاصہ ایک گلکاری کا منظر پیش ہو گیا ہے -

اس کے پہلے صفحہ پر ایک عبارت درج ہے - جو بجنسہ دوسری جگہ آپ ملاحظہ فرمائین گے - اس مین درج ہے کہ کوئی صاحب شاکر تھے ان کو مرزا نے وقت سیر رام پور مین یہ غزلین لکھوائین اور وہ ان کے پاس ہین ان کا خیال تھا کہ جب دیوان طبع ہوگا تو یہ غزلین بھی اس مین شریک کر دی جاوین گی مگر نہ معلوم کیا اسباب پیش آئے کہ یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا اور وہ غزلین شریک دیوان نہ ہوئین -

تعجب اس بات کا ہے کہ مرزا کے دوستون مین ایک شخص مولوی عبدالرزاق شاکر ضرور تھے مگر اور کوئی شاکر بظاہر ان کے دوست نہ تھے اور ان شاکر کا یہان تک آنا ذرا دشوار تھا - مگر یہ صرف میرا خیال ہے ممکن ہے کہ وہی شاکر کبھی رام پور آئے ہون کیونکہ لکھنے والے صاحب رام پوری نہین ہین بلکہ شاہجہان آبادی ہین - بہر صورت زمانہ کے امتداد نے اب اس بات پر ایک پردہ ڈال دیا ہو اور یہ معلوم ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ بیاض کے جمع کرنے والے کون صاحب تھے مگر جہان تک میرا خیال ہے یہ بیاض اس اصلی بیاض کی نقل ہو اصل نہین ہو -

اس بیاض مین اٹھائیس غزلین مرزا کی ہین اُن اٹھائیس مین دو غزلین وہ ہین جو مطبوعہ موجود ہین ایک یہ کہ

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجھکو غم کیا ہے

مگر یہ مطلع نہین ہے بلکہ دوسرا یہ مطلع ہے ؎

رقیب پر ہو اگر لطف تو ستم کیا ہے
تمھاری طرز روش جانتے ہین ہم کیا ہے

یہ غزل دیوان مطبوعہ مین موجود ہے دوسری غزل یہ ہے ؎

مین ہون مشتاق جفا مجھ پہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

یہ غزل مطبوعہ دیوان غالب مین تو نہین ہے مگر اردوے معلی مین موجود ہے اور نواب علاء الدین خان علائی تخلص کے لئے لکھی ہے - چنانچہ مقطع مین لکھتے ہین ؎

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیداد گر رنج فزا اور سہی

اس کے علاوہ چکنی ڈلی کی تعریف مین یہ قطعہ جو مرزا نے کسی دوست کی فرمایش سے کلکتہ مین لکھا تھا بھی موجود ہے -

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے

یہ وہ غزلین ہین جو مطبوعہ موجود ہین اور اس بیاض مین بھی پائی جاتی ہین - یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ان غزلون کے اس بیاض مین موجود ہونے کی کوئی خاص وجہ نہین ہے مگر اس خیال سے ایک قسم کی تسکین ہو جاتی ہے کہ ممکن ہے مرزا نے یادداشت کے طور پر لکھا دی ہون اور یہی سبب ہو کہ جس وجہ سے یہ اصل دیوان مین بھی موجود نہین ہین - ایک غزل کا ایک مطلع صرف بیاض مین ہے اور ایک نہین - کم کیا ہے اور ہم کیا ہے والی غزل کا یہ پہلا مطلع

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

ممکن ہے کہ یہ غزل مرزا کو یاد ہو اور انھون نے اپنی یاد کی بنا پر مطبوعہ دیوان مین لکھوا کر ایک مطلع اور زیادہ کہہ لیا ہو -

باقی تمام غزلیں وہ ہیں کہ جن کا کوئی شعر نہ مطبوعہ دیوان غالب میں ہے اور نہ غیر مطبوعہ میں اور اس کے متعلق کہیں سے کوئی پتہ چلتا ہے۔ البتہ شرح لکھتے وقت بعض اشعار کی نسبت بعض لوگوں نے کہا کہ یہ ہم نے پہلے بھی سُنے تھے۔

میں نے اس بیاض کو بعض ادیبوں کو دکھا کر چاہا کہ اُن کی راے بھی حاصل کر لی جائے اور اس لئے سب سے پہلے اپنے معزز اور معتمد دوست مولانا نیاز فتحپوری کی خدمت میں یہ بیاض پیش کی جس میں سے انہوں نے اکثر غزلوں کو بطور انتخاب چن لیا اور رسالہ نگار ماہ فروری سنہ [illegible]ء میں اُس پر اپنی راے کا اس طرح اظہار فرما کر وہ انتخاب شائع کیا۔

"اس وقت غالب کے اُردو کلام کے دو مجموعے ملک میں نظر آتے ہیں ایک وہ عام اور متداول نسخہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے مشورے سے غالب نے مرتب کیا تھا اور جس میں سے زیادہ ثقیل اور دشوار اشعار نکال دیئے تھے۔ دوسرا وہ جو نسخہ حمیدیہ کے نام سے معروف ہوا جس کو ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے کتب خانہ بھوپال کے ایک قدیم نسخے کے موافق مرتب کیا اور انجمن ترقی اُردو نے شائع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نسخہ میں تمام وہ اشعار موجود ہیں جنکے حذف کرنے کے بعد متداول نسخہ مرتب کیا گیا تھا۔

چونکہ کتب خانہ بھوپال کا نسخہ جس کے مطابق نسخہ حمیدیہ شائع کیا گیا ہے وہ ہے جسے خود غالب نے نواب بھوپال کے پاس خدمت و اصلاح کے بعد روانہ کیا تھا۔ اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ اب کوئی حصہ کلام غالب کا ایسا نہیں ہے جو شائع ہونے سے رہ گیا ہو لیکن حال ہی میں ایک قلمی بیاض صدیق بکڈپو لکھنؤ کو ایسی دستیاب ہوئی ہے جس میں متعدد غزلیں غالب کی ایسی درج ہیں جو نہ متداول نسخے میں پائی جاتی ہیں نہ نسخہ حمیدیہ میں۔ اب یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ یہ غزلیں واقعی غالب کی ہیں یا نہیں اور دوسرا

یہ کہ اگر غالب ہی کی ہین تو اس نسخے مین کیون نہین پائی جاتین جو بھوپال بھیجا گیا تھا۔ امرادل کے متعلق گفتگو فضول ہو کیونکہ غالب کا رنگ سخن ایسا نہین جو چھپا رہے اور چسپر دورائین قائم ہو سکین رہ گیا امر ثانی سو یہ ہو سکتا ہے کہ بھوپال والے نسخہ کی ترتیب کے بعد غالب نے اور غزلین کہی ہون اور اُن مین سے بعض کسی نے اس بیاض مین نقل کرلی ہون۔ یا پھر یہ وہ غزلین ہون جو مختلف اوقات مین غالب نے بغیر مسودہ رکھے ہوے کسی کو سنائی ہون اور اُسنے محفوظ کرلیا ہو۔

بہرحال بیاض زیر بحث مین جتنی غزلین پائی جاتی ہین وہ یقیناً غالب کی ہین جیسا کہ اقتباس ذیل سے ظاہر ہوگا۔ معلوم ہوا ہے کہ صدیق بکڈپو ان کو معہ انکی شرح کے علیحدہ یا دیوان غالب کے ساتھ ہی شایع کرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

نیاز

اسی طرح اپنے قابل دوست اور فاضل نقاد مولانا احمد صدیق صاحب مجنون گورکھپوری اڈیٹر ایوان کو بھی یہ بیاض مین نے دکھائی۔ انہون نے بھی بعض غزلون کا انتخاب شائع کرکے یہ راے دی ہے۔ وہ رسالہ ایوان جنوری ۱۹۳۱ء مین تحریر فرماتے ہین۔

غالب کا غیر مطبوعہ کلام

ابھی کچھ بہت عرصہ نہین گزرا جب کہ چند گنی ہوئی غزلون کو دیوان غالب کا نام دیا جاتا تھا اور غالب کے پوجنے والے انہین کو غنیمت سمجھ رہے تھے اس کے بعد نسخۂ حمیدیہ شائع ہوا اور لوگون نے دیکھ لیا کہ یہ الہامی کتاب دراصل کتنی ضخیم اور کتنی ادق ہے۔ خیال کیا یقین تھا کہ غالب کا سارا سرمایۂ سخن اب اس سے زیادہ نہوگا۔ مین نے بھی یہی سمجھ کر نسخۂ حمیدیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی

جبکہ میں ابھی پچھلے ہفتہ لکھنؤ گیا اور اپنے مکرم دوست جناب مولانا عبدالباری آسی کے پاس ایک قلمی بیاض دیکھی جس میں علاوہ اور شعرا کے غالب کی بھی چند غزلیں ہیں۔ اُن میں ایک یا دو تو ایسی ہیں جو نسخہ حمیدیہ اور دیوان غالب متداولہ دونوں میں موجود ہیں باقی سب غیر مطبوعہ ہیں۔ بیاض یقیناً اب سے چالیس پچاس سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے۔ کوئی شاکر شاہجہان آبادی تھے جو غالب کے ہمعصر تھے۔ اور جس زمانہ میں غالب رام پور میں مقیم تھے یہ بھی وہیں موجود تھے۔ یہ بیاض انھیں شاکر شاہجہان آبادی کی بیاض کی نقل ہے۔ غالب نے وقتاً فوقتاً شاکر کو یہ غزلیں لکھوائی تھیں۔ یہ نہا کہ جب غالب ان غزلوں کو طلب کریں گے تو شاکر ان کو بھیجدیں گے اور وہ دیوان میں شامل کرلی جاویں گی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئی۔ اور یہ غزلیں کسی نسخہ میں درج نہ ہو سکیں۔

یہ غزلیں واقعی غالب کی ہیں یا نہیں اس کا ثبوت یوں تو ایک یہ بھی ہے کہ ان میں ایک یا دو غزلیں ایسی بھی ہیں جو غالب کے مطبوعہ دیوان میں موجود ہیں لیکن اگر اس دلیل سے برطرف ہو کر صرف رنگ کلام کو دیکھا جائے تو بھی کہنا پڑتا ہے کہ یہ غزلیں غالب کی ہیں۔ وہی بندش الفاظ وہی اختصار و بلاغت وہی دقت نظر وہی شاعرانہ جلال جس نے غالب کو غالب بنا دیا ہے۔ ان غزلوں کی امتیازی شان ہے۔

یہ غزلیں قطعاً غالب کے درمیانی دور کی ہیں۔ جب کہ انہیں توازن اور اعتدال آچکا تھا۔ اور جبکہ اُن کے بھکنے میں دوسرون کو بھی مزا آنے لگا تھا۔ یعنی جبکہ اُن کی پیچیدہ خیالی اور مشکل بیانی میں سلاست اور شستگی رونما ہو چلی تھی۔ چار غزلیں یہان درج کی جاتی ہیں جن میں سے ایک مومن کی اُس غزل کے ساتھ کی ہے

جس کا ایک مشہور شعر یہ ہے ؎

ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

کچھ عرصے سے نکتہ چین اور عیب بین نگاہین غالب کو طرح طرح بے نقاب کرتی رہی ہین اور غالب کا بُت توڑنے کی مسلسل کوشش ہوتی رہی ہے لیکن غالب ابھی غالب ہی ہے - اور اُس کا بُت اپنی جگہ اسی طرح قائم ہے اور پوجنے والے اُس کو اسی طرح پوجتے ہین امید ہی یہ غزلین بھی تبرکات غالب سمجھی جا دین گی اور اُس کی قدر کی جائے گی -

مجنون گورکھپوری
۲۳ر جنوری ۱۹۳۱ء

ان دونوں موقر اور با اثر ہستیون کی راے سے قطع نظر کرکے ان غزلون کو جب غالب کے رنگ خاص کی روشنی مین لایا جاتا ہے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ غالب کے سوا کسی اور دماغ سے نکل ہی نہین سکتین - امتیاز کے لئے چند شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

مستقل مرکزِ غم پر بھی نہین تھے ورنہ
ہم کو اندازۂ آئین وفا ہو جاتا

عشق بھی کشاکش ایک مستقل کشاکش ہے اس کے غم و مسرت کا کوئی اعتبار ہی نہین - امید کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہ دل مین لاکھون ارمانون ہزارون تمناؤن کے انبار لگا دیتی ہے اور اس کے بعد ہی یاس کا سیلاب آتا ہے وہ اُن تمام ارمانون کو خس و خاشاک ساحل کی طرح بہائے جاتا ہے اور پھر نہ معلوم کس کس طرح منتشر کر دیتا ہے - اسی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوے شاعر نے کہا ہے کہ اگر ہم ہمیشہ غم ہی کے مرکز پر رہتے تب بھی اتنا غم نہ تھا - ہم کو کم سے کم اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ ہم سمجھ لیتے کہ اس قدر غم اٹھانا ہین اور اتنی وفا کرنے کی ضرورت ہے - مگر ستم یہ ہوا کہ ہم غم مین بھی ایک حالت پر نہین رہے کبھی وہ

غم کم ہوا اور کبھی زیادہ ہوا اور اس سے ہم کو یہ نقصان پہونچا کہ آئین وفا کا پورا پورا اندازہ نہ کر سکے۔ اللہ اکبر ذرا اس بادوسی آمیز تمنا کو دیکھئے کیا کوئی شخص غالب کے سوا ایسے شعر کہہ سکتا ہے۔

دشت وحشت میں نہ پایا کسی صورت سے سراغ
گرد جولان جنون تا کہ نے پکارا ہم کو

یہ نازک خیالی ممکن ہی نہیں کہ غالب کے سوا اور کسی کے یہاں پائی جائے۔ مع

گرد جولان جنون تک نے پکارا ہم کو

ایک ایسا مصرع ہے جس کو کڑی کمان کا تیر کہہ سکتے ہیں جس پر سیکڑوں مضمون آفرینیاں اور شوکت الفاظ قربان ہیں۔

قاعدہ ہے کہ گرد جولان جنون ساتھ ساتھ ہی رہتی ہے مگر اس جنون کے حدود کو دیکھئے جس میں وحشی کا پتہ گرد جولان جنون کو بھی نہ ملے۔

سایہ سان افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل
لے اسد زور آزما بازوے قاتل کیا ہوا

قاتل بے رحم نے جو تکلیف گوارا کی کہ ایک بسمل کے قتل کے لئے زور آزمائی کی یہ زیادتی اور فضول کام تھا اس کی افتادگی کو دیکھنا چاہئے تھا۔ اور اسی سے اس کے عجز کا پتہ چلانا چاہئے تھا۔ تاکہ اس کو اس زحمت بیجا کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

چونکہ شرح کرنے میں ایک تطویل لاطائل کا اندیشہ ہے اس لئے میں صرف ان اشعار کا انتخاب پیش کر کے اپنے اور ناظرین کے وقت کو بچانا چاہتا ہون۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ میں اس میں یہ خیال رکھون گا کہ ہر قسم کے کلام کا نمونہ علیحدہ علیحدہ پیش کرون۔

ہر طرح جو نازش سرمایۂ کونین تھا
کیا بتاؤن ہم نوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

نسیم مصر جب کنعان مین بوئے پیرہن لائی
پئے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی
وقار ماتم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا
سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی
دفاد امن کش پیرایۂ ہستی ہے اے غالب
کہ پھر نزہت گہ غربت سے تا حد وطن لائی

وہ رنگ ملاحظہ فرمایئے جو غالب کے لئے سرمایۂ نازش ہے۔

نمایش پردہ دار طرز بیداد تغافل ہے
تسلی جان بلبل کے لئے خندیدن گل ہے
نمود عالم اسباب کیا ہے لفظ بے معنی
کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

اس شعر مین وہی پیش افتادہ بات ہے جو دیکھنے والون نے ہزارون شعرون مین دیکھی ہوگی۔ دنیا کی بے ثباتی کا ایک فلسفہ عام ہے جسے سب جانتے ہین مگر مرزا نے اپنا استدلال منطقی پیش کر کے اُسے بالکل الگ کر لیا ہے مطلب یہ ہے۔ دنیا کی نمایش ایسی ہے جیسے ایک لفظ ہو جس کے کوئی معنی نہین ہین۔ پھر جب کوئی معنی نہین ہین تو معلوم ہوا کہ وہ ایک لفظ بے معنی ہے پھر جب بے معنی ہے تو اصل مین کچھ بھی نہ رہا ایک نمایش ہی نمایش رہ گئی۔ پھر جب ایک چیز اصل ہی مین کچھ نہین ہے اور جب اس کی ہستی ہی نہین ہے تو پھر عدم کا جھگڑا کیا اب سمجھئے ۔ع

کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

پہلے شعر مین خندۂ گل کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہین اور اس صفائی سے تشبیہ دیتے ہین کہ ہر معمولی غور کرنے والا بھی یہ سمجھ لے گا کہ یہ غالب ہی کا رنگ ہے۔

بدتر از ویرانہ ہے فصل خزان مین صحن باغ
خانۂ بلبل بغیر از خندۂ گل بے چراغ

یا یہ شعر ؎

ہاں بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہیں
رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ
شور طوفان بلا ہے خندۂ بے اختیار
کیا ہے گل کی بے زبانی کیا ہے یہ لالہ کا داغ

صاف رنگ دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ غالب کے سہل ممتنع اشعار سے انکا درجہ کیا کم ہے ؎

درد ہو دل میں تو دوا کیجئے
دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجئے
ہم کو فریاد کرنی آتی ہے
آپ سنتے نہیں تو کیا کیجئے
دشمنی ہو چکی بقدر وفا
اب حق دوستی ادا کیجئے

بعض غزلیں اس میں اُن زمینوں میں بھی ہیں جو مرزا کے معاصرین کے یہاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حکیم مومن خان صاحب کی یہ مشہور و معروف غزل ؎

ناوک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہونگے
نیم بسمل کئی ہوں گے کئی بیجان ہونگے

حقیقت یہ ہے کہ مومن نے اس غزل میں بعض بعض شعر ہمت شکن کہے ہیں چنانچہ ان کا یہ مقطع ؎

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

ایسا ہے کہ اس کا جواب ہونا دشوار ہے مگر مرزا نے بھی مقطع اپنے خاص انداز میں کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے ؎

موت پھر زیست نہ ہو جائے یہ ڈر ہی غالب
وہ مری قبر پہ انگشت بدندان ہونگے

اور ایک شعر اپنے رنگ خاص مین کہا ہے ؎

حسن بے پروا گرفتار خودآرائی نہ ہو
گر کمین گاہ نظر مین دل تماشائی نہ ہو

اس قدر اشعار نمونہ کلام کے لئے کم نہین ہین کہ اور زیادہ زحمت کی جائے پوری کتاب ہی اس مین تمام غزلین معہ شرح کے ہین۔ دیکھنے والے آپ ہی دیکھین گے اور اندازہ کرین گے مگر غالبًا اس قدر کاوش کے بعد مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ غزلین یقینًا مرزا ہی کی ہین۔ جو ان کی اس زمانہ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہین۔ جب وہ بیدل اور شوکت و جلال و اسیر کے رنگ کو چھوڑ چکے تھے اور ان کی قوت فکر سیدھی راہ پر آگئی تھی۔ جب ان کو خیالی مضامین کی جگہ واقعاتی اور جذباتی رنگ سے زیادہ لگاؤ ہو چلا تھا۔

یہ بات اب بھی رہی جاتی ہے کہ یہ غزلین کہان سے اور کیونکر بہم پہونچی ہین سو اس کے بارے مین جو کچھ مین پہلے لکھ چکا ہون وہ کافی ہے اور اصل تو یہ ہے کہ جب ہم سمجھ چکے ہین کہ یہ کلام مرزا کے کلام کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہین سکتا تو پھر کسی اور کاوش کی ضرورت ہی کیا ہے کہین سے بہم پہونچا ہو اور کسی طرح پہونچا ہو۔ بہر صورت کلام اُن کا ہے۔ شاکر اُن کے دوست مولوی عبدالرزاق تھے۔ خدا معلوم یہ وہی ہین یا اور کوئی۔

اُن کی دو غزلین۔ ایک یہ کہ ؎

بتائین ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے

اور ایک یہ کہ ع

یا مجھے شبنم گریان ہی بنایا ہوتا
ورنہ یارب گل خندان ہی بنایا ہوتا

اس بیاض مین پائی جاتی ہین مگر ان مین سے دوسری غزل نواب الٰہی بخش خان معروف کے نام سے بھی ملتی ہے اور پہلی غزل غالب کے نام سے کسی

رسالے مین شائع ہو چکی ہے۔ دوسری غزل کو مین کبھی درج نہ کرتا اگر وہ مجھے ایک اور بیاض مین بھی غالب کے نام سے نہ ملتی اگرچہ اس مین بھی آخر مین تخلص معروف ہی کا ہے مگر پیشانی پر مرزا کا نام ہے۔ اس مین بہادر شاہ کی غزل بھی ہو۔ ممکن ہو کہ مرزا نے اُسی رنگ مین یہ غزل کہی ہو۔ اور دانستہ دیوان مین نہ لکھی ہو۔ بہر حال یہ مرزا کے رنگ کے خلاف ہے۔ پہلی غزل ذوق کی نکالی ہوئی زمین مین ہو جو یہ ہر؎

ترے کوچے کو ہم بیمار غم دار الشفا سمجھے

اگرچہ اس مین بھی مرزا کا رنگ نہین ہو مگر بہت ممکن ہو کہ مرزا نے ذوق کے رنگ مین کہہ کر ضائع کر دی ہو۔ اس مین صرف تشبیہات ہین اور کچھ نہین۔

میرے پاس جو دوسری بیاض ہو اور جس مین علاوہ ان دو غزلون کے دو غزلین اور بھی اس بیاض کی ملتی ہین وہ بیاض ساٹھ پینسٹھ برس کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس مین جا بجا تاریخین بھی ہین۔ اس مین غالب کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی غزلین بھی ہین۔ متفرق لوگون نے اس کو لکھا ہی اور جا بجا تاریخہائے تحریر بھی اس مین درج ہین۔ مگر اس کے اصل جامع منشی عبدالغفار متخلص بہ اختر الدنی ہین۔ جن کے اخلاف اب بھی قصبہ الدن مین موجود ہین۔ یہ بیاض بہت ہی قدیم ہے۔ دو غزلین مرزا کی ایسی اس مین اور بھی پائی جاتی ہین۔ جو اس بیاض مین بھی موجود ہین۔

مین نے ترتیب شرح مین کوئی خاص تفریق دونون کلامون مین نہین کی ہو۔ صرف یہ کافی سمجھا ہے کہ اس بیاض کی ہر غزل کے اول مین لفظ غیر مطبوعہ لکھ دیا ہے اور اسی پر اکتفا کی ہے۔

شرح کے بارے مین مجھے یہ عرض کرنا باقی رہ گیا ہے کہ اُن دقتون کو جو مین اسی مقدمہ مین لکھ آیا ہون نظر انداز کرنے کے بعد بھی غالب کی غزلین ایسی نہین رہ جاتین کہ آسانی سے اُسیر خامہ فرسائی کی کسی کو ہمت ہو

امین بھی غور و فکر کی سخت ضرورت ہو اور مین نے کافی محنت کے بعد معنی بیان کئے ہین۔ ہان دو باتین ضرور مدنظر رہی ہین۔ ایک یہ کہ بیکار کا طول نہو اور جو کچھ لکھنا ہے وہی لکھون معانی کو سعدان ین لنذ ہور کی داستان بناکر وانظان گویون کا پیرو نہ بنون۔ دوسرے اکثر ترکیبون کو اصلی صورت شرح مین اس لئے لے آیا ہون کہ اُن کا ترجمہ کرنا اصل مطلب سے دور ہو جاتا ہے لہذا اس کا اظہار صرف اس غرض سے ضروری ہے کہ معترضین حضرات یہ فرمانے کی زحمت گوارا نہ فرمائین کہ نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

مین نے اپنی سمجھ کے موافق اور اپنے ادراک کے مطابق معانی بیان کئے ہین مگر مین جانتا ہون کہ میرے کسی فیصلے سے نقادون کی مطالب آفرین ذہنیت پر مہر خاموشی نہین لگ سکتی اور دوسرے معانی بیان کرنے کی گنجایش رہ جاتی ہے کیونکہ اس کلام سے نسبتاً کئی گنا وہ کلام آسان ہی جو مطبوعہ دیوان غالب مین ہو جب آج تک اُن کے معنی اور مطلب سے اہل ادب مطمئن نہین ہوے اور روز نئی نئی کاوشین جدید شرحون کی تیاری مین پیش کی جارہی ہین تو پھر اس کے مقابلہ پر یہ کلام تو سنگلاخ سے بھی زیادہ ہو اس سے کیونکر دنیا مطمئن ہوگی اور کیونکر صبر کے ساتھ اُن کو سنے گی۔ کسی جدید تصنیف کا انعام اس زمانہ مین یہی ہے کہ لوگ اُسپر جی کھول کر اعتراض کرین اور غریب مصنف دم نہ مارے۔ پھر خلاف قانون قدرت میری شرح اور مین کیونکر ایسے اعتراضات سے بچ سکتے ہین۔ لہذا پہلے ہی اس کا شکریہ ادا کرکے اعتراضون کو تسلیم کئے لیتا ہون مگر گستاخی کی معافی چاہ کر آتنی گزارش ہو کہ اعتراض فرماتے وقت میری محنت پر نظر کرتے ہوے ایک مرتبہ اور صرف ایک مرتبہ از راہ انصاف اُن مطالب کو بھی غور سے دیکھ لیا جاے جو مین نے عرض کئے ہین تو بعید از بندہ نوازی نہوگا۔ اس سے زیادہ کسی صلے کی تمنا نہین اسی لئے مین چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ ترکیب کے ساتھ پھر اپنی شرح کا طریقہ تشریح اہل نظر کو سمجھا دون اس کے بعد اس مقدمہ کو ختم کر دون۔

(۱) کسی ایسی جگہ جہان مجھے معانی کے بیان کرنے اور شعر کے سمجھنے مین دقت واقع ہوئی ہے وہان مین نے اہل نظر سے اس کی تحقیق کی ہے۔ اس مین دو صورتین پیدا ہوتی ہین۔ یا اہل نظر حضرات میرے موافق ہوئے ہین اور یا مخالف۔ اگر موافق ہوئے ہین تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہین رہا ہے۔ مین نے وہ معنی لکھدیے ہین اور جہان مخالف ہوئے ہین وہان دو صورتین مدنظر رہی ہین۔ کہین کہین اپنے خیال کے لکھنے کے بعد اُن حضرات کا خیال بھی ظاہر کردیا ہے اور دونون معنی اس صورت سے بیان کردیے ہین کہ یہ معنی بھی ہوسکتے ہین اور یہ بھی۔ بعض جگہ اُن کے خیال پر اور بعض جگہ اپنے خیال پر بجہت ترجیح کو معین کردیا ہے مگر اس اشارہ سے اول سے آخر شرح تک احتراز کیا ہے کہ یہ معنی میرے ہین اور یہ فلان صاحب کے۔

(۲) جو معنی باوجود تحقیق و تفتیش کے بھی سمجھ مین نہین آئے وہان صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ معنی کچھ اچھی طرح سے ذہن نشین نہین ہوتے یا شعر کا کچھ حاصل سمجھ مین نہین آتا۔

(۳) مرزا کے غیر مطبوعہ کل کلام کو اس شرح مین نہین لیا گیا ہے بلکہ انہین سے اشعار منتخب کرلئے گئے ہین۔ کل کلام کی شرح نہ لکھنے کی وجہ خاص مین دو باتین پیش کی جاسکتی ہین۔ بعض اشعار کی پیچیدگی ترکیب اور ژولیدگی بیان نے اُن کے حل کرنے کی ہمت ہی دبدھئے دی لہذا ان کو نظر انداز کردیا۔ اور بعض اشعار ایسے تھے جنپر بار بار نگاہین ڈالین اور آخر مین حل ہوجانے کے بعد ان سے کوئی نتیجہ خاص برآمد نہین ہوا۔ اور اُن کو شرح مین شامل کرنے کے لائق نہین سمجھا گیا۔ بعض اشعار حل بھی ہوئے اور اکثر ان مین سے ایسے بھی تھے کہ وہ داخل شرح کیئے جاتے مگر معلوم ہوا کہ بالکل وہی شعر فارسی مین ہین یا ان مین فارسی اتنی شامل ہے کہ اردو مین لانے کی گنجایش ہی نہین ہے۔

(۴) قصائد غیر مطبوعہ کو جو بہت ہی کم تعداد مین ہین بالکل نہین لیا گیا اور اُنکی جانب توجہ نہ کرنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان مین بیشتر وہی رنگ ہے جو قابل شمول نہین ہے اور اگر اتفاقیہ طور پر کچھ شعر ایسے ہین بھی جنپر اعتنا کی جاسکے تو وہ یون بیکار تھے

کہ شرح میں دو چار قصیدے بھی نہیں کہ ان کے ساتھ یہ شعر بھی سمجھ جائیں بہرحال وہ نہیں لئے گئے۔

(۵) باوجود اس کے کہ دو ایک غزلیں ایسی ہیں جنھیں میں جانتا ہوں کہ یہ دوسرے لوگوں کے نام سے بھی ملتی ہیں اور ان میں غالب مرحوم کا رنگ بھی نہیں ہے پھر بھی چونکہ قدیمی اور قلمی دو بیاضوں میں ان کو غالب ہی کے نام سے دیکھا گیا اس لئے خوش عقیدگی ان کے نظر انداز کرنے پر رضامند نہیں ہوئی۔ اور مجبوری اُن کو بھی لکھ دیا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ممکن ہے یہ غزلیں مرزا نے اپنی زندگی میں ان لوگوں کو کہکر دیدی ہوں۔ اُن کی زندگی تک اُن کی رہیں اب وہ پھر بمصداق حق بحقدار رسید مرزا کی طرف پلٹ آئیں۔

دو تین غزلیں ایسی ہیں جو رقعات میں شامل ہیں دیوان میں نہیں ہیں اور جہاں تک میرا قیاس ہے مرزا صاحب نے اپنے شکوہ کلام سے ان کو علیحدہ سمجھ کر داخل دیوان نہیں کیا۔ مگر مرزا کی نظر اور تھی اور میرا خیال اور۔ وہ مصنف تھے میں شارح ہوں میرا تو یہ فرض تھا کہ اگر ایسا کلام جو مغلق بھی نہو۔ نظر انداز ہونے کے قابل بھی نہو۔ اس میں اگر عیب ہو تو بس اتنا ہو کہ وہ سادہ ہے اُتنی معانی آفرینی نہو۔ اگر اور کہیں سے تھوڑا بہت بھی دستیاب ہو جائے تو میں شامل شرح کر دوں۔

(۶) اکثر اشعار کی شرح میں یہ کوشش کی ہے کہ وہی الفاظ باقی رہیں جو مرزا نے شعر میں رکھے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تو شعر بالکل پھسپھسا ہو کر رہ جاتا ہے اور اُسی ایک لفظ کے معنی بیان کرنے سے ہرگز ہرگز شعر میں وہ جان نہیں رہتی جو اُس لفظ کے ہونے میں ہے۔ مجبوراً اسی لفظ یا اسی ترکیب کو رکھنا پڑا ہے اور ایک ہی دائرے میں رہ کر معنی سمجھا دیے ہیں اور جہاں تشریح کی ہے وہاں سیکڑوں دشواریوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مرزا کو الفاظ کے چلنے اور ان کو برمحل صرف کرنے میں ایسا زبردست ملکہ قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا کہ وہ جس ایک لفظ کو چن کر رکھ دیتے ہیں اس پر گویا پوری عمارت شعر کی بنا ڈال دیتے ہیں اگر اس کو نکال دیا جائے تو پورا شعر زیروزبر ہو کر رہ جاتا ہے

اور باوجود تشریح کے شعر اور الجھ جاتا ہے۔ اس قسم کے اشعار مین ہیر پھیر کر وہی لفظ رکھے ہین اور شرح مین بھی لوٹ پھیر کر انھین لفظون کو لایا گیا ہے۔ ناواقف اسپر عدم اعتنا کا الزام دے سکتے ہین مگر جاننے والے سمجھ لین گے کہ اس مین غریب شارح کا قصور نہین ہے۔

(۷) جو شعر پہلے دیوان کی مطبوعہ غزلون کے ہین اُن مین یہ بتانے کی ضرورت نہین سمجھی گئی ہو کہ یہ فلان غزل کے شعر ہین اس لئے کہ جو لوگ دیوان کے مطالعہ سے پورے طور پر بہرہ ور ہو چکے ہین وہ خود ہی سمجھ لین گے اور جو نہین جانتے اُن کو یہ بتانا ہی فضول اور بیکار تھا۔ وہ لاکھ تشریحون کے بعد بھی نہین سمجھ سکتے۔

(۸) بادی النظر مین بعض شعرون کی شرح الجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر اُن پر یہ حکم لگا دینا سراسر جلد بازی اور سراسر خلاف انصاف ہے کہ یہ غلط ہے یا یہ مہمل ہے۔ ٹھنڈے دل سے اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اختصار منظور تھا اس لئے صفحے کے صفحے رنگنے کے بجائے چند الفاظ مین اُن کے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ اور اسی قسم کی بعض باتین شرح مین ہین جن پر غور و انصاف کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ مہمل اور غلط کا حکم لگا دینا تو ہمیشہ آسان رہا ہے اور رہے گا۔

عبدالباری آسی

۵ مارچ ۱۹۳۱ء لکھنؤ


عبدالباری آسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشعار غیر مطبوعہ دیوان غالب

از غزل
نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا

لذت ایجاد ناز افسون عرض ذوق قتل
نعل آتش میں ہے تیغ یار سے نخچیر کا

یار کے ایجاد ناز کی لذت۔ لذت نہیں بلکہ وہ ایک افسون ہے جس کی خاصیت ہے کہ ہر عاشق عرض ذوق قتل پر مجبور ہو جاتا ہے۔ نعل در آتش بودن ایک فارسی کا محاورہ ہے جس کے معنی بے قرار ہونے کے ہیں اس لئے مصرعہ ثانی کے یہ معنی ہوئے کہ تیغ یار کو دیکھ کر نخچیر (شکار) جان دینے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے۔ غالباً اسی شعر کو بدل کر یوں کہا گیا ہے ؎

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

خشت پشت دست عجز و قالب آغوش وداع
پر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

ہر خشت ایک دست عجز کی پشت بنی ہوئی ہے۔ دست عجز وہ ہاتھ جو عاجز ہو چکا یا جو جنگ سے عاجز ہو کر روک لیا جائے اور قالب خشت معلوم ہوتا ہے کہ ایک آغوش وداع ہے۔ یہ حالت دیکھ کر حیرت سے پوچھتا ہے کہ کس تعمیر کو سیل نے برباد کر دیا ہے کہ پھر لا... [illegible]

سے یہ عالم ہے۔

وحشتِ خوابِ عدم شورِ تماشا ہے اسدؔ — جو مژہ جوہر نہین آئینۂ تعبیر کا

ہر مژۂ چشم کو جوہر آئینۂ تعبیر کا ہونا چاہیئے۔ جو مژہ (پلک) یہ صفت نہین رکھتی وہ مژہ مژہ نہین ہے۔ بلکہ خوابِ عدم کے لئے وحشت ہے اور تماشا کے لئے شور ہے یا یہ کہ شور تماشا خوابِ عدم کے لئے وحشت بنگیا ہے یہی سبب ہے کہ مژہ جوہر آئینۂ تعبیر نہین ہے۔

تغافل بدگمانی بلکہ میری سخت جانی سے — نگاہِ بے حجابِ ناز کو بیمِ گزند آیا

تغافل کی وجہ سے۔ بدگمانی کی وجہ نہین نہین ان سب کی وجہ سے نہین بلکہ میری سخت جانی کی وجہ سے اس کی نگاہ بے حجاب ناز کو کسی نقصان پہونچنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مجھ تک نہ پہونچ سکی۔ بیم کو اس مین بہ تذکیر استعمال کیا ہے۔

فضائے خندۂ گل تنگ و ذوقِ عیش بے پروا — فراغت گاہِ آغوشِ وداعِ دل پسند آیا

خندۂ گل کی فضا تنگ ہے اور عیش کا ذوق بے پروا ہے لہٰذا ان سب کا اثر یہ ہوا کہ ہم کو آغوشِ وداعِ دل پسند آگیا ہے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہین کہ فضائے خندۂ گل تنگ ہے اور عیش کا ذوق کچھ اس کی پروا بھی نہین کرتا۔ اس کو گل سے اگر کوئی بات پسند ہے تو یہ کہ وہ یعنی پھول آغوش وداعِ دل کی فراغت گاہ بنت آ پہونچا ہے۔ پھول کی صورت موجود کو آغوش و داعِ دل کہا ہے اور دل و داع شدہ وہ صورتِ گل جو حالتِ غنچگی مین تھی۔

ہوئی جس کو بہارِ فرصتِ ہستی سے آگاہی — برنگِ لالہ جامِ بادہ بر محمل پسند آیا

جس کو ہستی (زندگی) کی بہار فرصت کا وقوف ہو گیا یعنی جس نے یہ سمجھ لیا کہ بہارِ زندگی کی پائداری کتنی ہے تو عیشِ دنیا کو حالت رواروی مین تمام کر دیا۔ جیسے کہ لالہ جامِ بادہ محمل پر پی لیتا ہے۔ لالہ کے پھول کو جامِ بادہ سے اور شاخِ گلِ لالہ کو محمل سے استعارہ کیا ہے لالہ کا محمل پر جام پینا بہت ہی نادر مضمون اور خیال ہے۔

سواد چشم بسمل منتخب نقطہ آرائی — خرام ناز بے پروائی قاتل پسند آیا

بسمل کی آنکھ کی سیاہ پتلی نقطہ آرائی کا انتخاب ہے یعنی وہ نقطہ ہے جو انتخاب میں لگا دیا کرتے ہیں اور یہ انتخاب کا نقطہ اس لئے ہے کہ وہ قاتل کی بے پروائی کو پسند کرتا ہے۔

رسم ہے کہ کتاب کے دیکھنے میں جو شعر یا عبارت وغیرہ پسند آتی ہو اسپر ایک نقطہ لگا دیتے ہیں اور اس کو نقطۂ انتخاب کہتے ہیں۔ ایک جگہ یوں کہا ہے ؎

روانی ہائے موج خون بسمل سے ٹپکتا ہے
کہ لطف بے تحاشا رفتن قاتل پسند آیا

اسد ہر جا سخن نے طرح باغ تازہ ڈالی ہے — مجھے رنگ بہار ایجادی بیدل پسند آیا

اے اسد ہر جگہ اس کی سخنوری نے ایک ہرا بھرا باغ لگا دیا ہے مجھکو بیدل کی بہار ایجادی کا رنگ پسند آگیا ہے۔ یہ غزل بھی غالبًا اس وقت کی ہو جب مرزا غالب بیدل وعلی سہرندی وغیرہ کا اتباع کرتے تھے۔

عالم جہان بعرض بساط وجود تھا — جوں صبح چاک جیب مجھے تار و پود تھا

دنیا بھر جس جگہ اپنے بساط وجود کو پیش کر رہی تھی یعنی روز ازل میں جب دنیا و اہل دنیا وجود میں آنے والے تھے میرا چاک گریبان اس وقت بھی صبح کی طرح تار تار تھا۔ یعنی جب کہ دنیا کا وجود بھی نہ تھا میں اس وقت بھی دیوانہ تھا۔

بازی خور فریب ہے اہل نظر کا ذوق — ہنگامہ گرم حیرت بود و نبود تھا

اہل نظر کے ذوق نے دنیا میں فریب سے بازی کھائی ہے کیونکہ ہنگامہ دنیا گرم ہی اس لئے تھا کہ بود و نبود کی فکر میں ذوق اہل نظر مبتلا ہو رہا تھا۔ یعنی اپنی ہستی یا دنیا کی ہستی کو سوچ رہے تھے کہ آیا ہم ہیں یا نہیں۔ ایسا ہی کچھ ہے کہ ؏

ہاں کھائیو مت فریب ہستی — ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

تنگی رفیق رہ تھی عدم یا وجود تھا — میرا سفر بہ طالع چشم حسود تھا

خواہ میں راہ وجود کو طے کر رہا تھا۔ اور خواہ راہ عدم کو۔ دونوں حالتوں میں تنگی۔ تنگدلی میری رفیق راہ تھی اور میرے سفر کی یہ حالت تھی جیسے چشم حسود کی ہوتی تھی کہ تنگی اُن کی ہر صورت میں رفیق ہے۔ حاسدوں کی تنگ چشمی مشہور مضمون ہے خود مرزا ایک جگہ کہتے ہیں ؎

حسرت دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

تو یک جہاں قماش ہوس جمع کر کہ میں — حیرت متاع عالم نقصان و سود تھا

ہوس کا اسباب تو ہی جمع کر۔ تجھ ہی کو مبارک رہے کیونکہ میں جب سے عالم میں آیا حیرت مجھ پر مسلط رہی اسی لئے نقصان و سود کی تمیز نہیں حیران و سرگرداں رہا۔ اور مجھ سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔

گردش محیط ظلم رہا جس قدر فلک — میں پائمال غمزۂ چشم کبود تھا

یعنی جب تک کہ آسمان ظلم کی گردش کا دائرہ بنا رہا اس وقت تک میں برابر چشم کبود کے غمزوں کا پامال رہا۔ چشم کبود سے پامالی بہ لحاظ گردش فلک ہے۔

پوچھا تھا گرچہ یار نے احوال دل مگر — کس کو دماغ منت گفت و شنود تھا

اگرچہ یار نے دل کا حال پوچھا تھا مگر ہم کو گفت و شنید کا دماغ ہی نہیں کہ حال بیان کرتے اور گفت و شنید کا احسان اٹھاتے۔

خور شبنم آشنا نہ ہوا ورنہ میں اسد — سر تا پا گزارش ذوق سجود تھا

کیا ایسا جیسے آفتاب نے شبنم کی طرف توجہ ہی نہ کی ورنہ میں اسد سر تا پا ذوق سجود کی گزارش کے لئے آمادہ اور مستعد تھا۔ [illegible]

اس کو جذب کرتا ہے - ایک شعر بھی ایسا ہی کچھ ہے سه

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقش پا پایا

یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تمنا یہاں آئی تھی اور اس جنگل سے گزر رہی تھی - مگر اے میرے خدا تمنا کا دوسرا قدم کہاں پڑا - کیونکہ یہ دشت امکان ایک نقش قدم ہے دشت امکان کو نقش قدم سے تشبیہ دی ہے یعنی یہ عالم تمنا کے قیام کی جگہ نہیں ہے - تمنا یہاں کی حالت سے گھبرا کر اتنی جلد یہاں سے گزر گئی کہ اس کا ایک قدم تو یہاں پڑا جو دشت امکان کی صورت میں ہے دوسرے قدم کا پتہ نہیں یا یہ کہ ہماری تمنا کی ایک نقش قدم نے پوری دشت امکان کو گھیر لیا دوسرا قدم خدا معلوم کہاں گیا

بے دماغِ خجلت ہوں رشکِ امتحاں تا کے ایک بیکسی تجھکو عالم آشنا پایا

خجلت اور شرمندگی نے مجھے بیدماغ بنا دیا ہے کہاں تک امتحان کے رشک کو گوارا کروں اے بیکسی میں نے بارہا آزمایا - اور ایک تیری ذات کو دنیا کا آشنا پایا -

خاکبازیٔ امید کارخانۂ طفلی یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

دنیا میں کوئی امید کرنا گویا ایک خاکبازی اور خاک سے کھیلنا ہے اور یہ سب بچوں کے گھروندے سے مشابہ ہے - کیونکہ یاس اہل امید کی امید دل پر ہنس رہی ہے اور دونوں عالم میں اگر کسی کے دونوں ہونٹ ہنسی سے کھلے ہوئے ہیں تو وہ یاس کے لب ہیں -

کیوں نہ وحشتِ غالب باج خواہِ تسکیں ہو کشتۂ تغافل کو خصمِ خونبہا پایا

غالب کی وحشت کیوں نہ تسکین کا خراج وصول کرے - کیونکہ وہ شخص جسے تغافل نے مار ڈالا ہے وہ خونبہا کا دشمن ہے -

فکرِ نالہ میں گویا حلقہ ہوں ز سر تا پا عضو عضو جوں زنجیر یک دلِ صدا پایا

مین فکر نالہ مین گویا کہ سراپا حلقہ بن گیا ہون اور زنجیر کی طرح میرا ایک ایک عضو صدا دینے کے واسطے یکدل اور یک زبان ہے -

شب نظارہ پرور تھا خواب مین خیال اسکا — صبح موجۂ گل کو نقش بوریا پایا

رات مین نے اس کو خواب مین دیکھا اور اس نے میری نظارہ پروری کی - صبح اسکا یہ اثر تھا کہ میرا بوریا موجِ گل بن گیا تھا -

جسقدر جگر خون ہو کوچہ دادن دل ہے — زخم تیغ قاتل کو طرفہ دلکشا پایا

یعنی جس قدر جگر خون ہو - وہ گویا دل کا راہ دینا اور دل کا راہین پیدا کرنا ہے وجہ یہ ہے کہ تیغ قاتل بڑی ہی دل کشا ہے -

تیغ قاتل کو دل کشا کہنا - یا زخم قاتل کو دل کشا باندھنا مرزا کا ایک اختراعی مضمون ہے جسکا انھون نے اپنے ایک رقعہ مین ذکر کیا ہے یہی مضمون اردو مین اور یہی فارسی مین اور جگہ بھی کہا ہے جیسے کہ ؎

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیے

کارخانہ سے جنون کے بھی مین عریان نکلا — میری قسمت کا نہ اک آدھ گریبان نکلا

مین کارخانہ جنون سے ناکام واپس آیا اور اس کارخانہ مین بھی میری قسمت کا کوئی گریبان نہ نکلا - کارخانہ جنون مین بہت سے گریبانون کا ہونا لازمی تھا -

کچھ کھٹکتا تھا مرے سینہ مین لیکن آخر — جسکو دل کہتے تھے سو تیر کا پیکان نکلا

یہ تو مجھے معلوم تھا کہ میرے سینہ مین کچھ کھٹکتا رہتا ہے مگر مین سمجھتا تھا کہ شاید یہ دل ہے اب آخر معلوم ہوا ہے کہ دل نہین بلکہ وہ تیر کا پیکان تھا

ساغر جلوہ سرشار ہے ہر ذرۂ خاک — شوق دیدار بلا آئنہ سامان نکلا

خاک کا ہر ذرہ ایک ساغر جلوہ سرشار معلوم ہوتا ہے میرا شوق دیدار بھی بلا کا آئینہ سامان ہے یعنی دنیا کے ہر ذرہ کو اس نے آئینہ جمال دلبر بنا دیا ہے۔

کسقدر خاک ہوا ہے دل مجنون یارب نقش ہر ذرہ سویدائے بیابان نکلا

اے میرے اسد آخر دل مجنون کس قدر خاک ہوا ہے کتنا خاک مین ملا ہے کہ ہر ذرہ کا نقش سویدائے دل بیابان بن گیا ہو اور یہی نشان ہے خاک ہونے کا۔

شور رسوائی دل دیکھ کہ اک نالہ شوق لاکھ پردہ مین چھپا پھر وہی عریان نکلا

دل کی رسوائی کے شوق کو دیکھئے کہ ایک نالہ شوق لاکھ پردون مین چھپا اور مستور رہا۔ مگر پھر بھی اُس کی عریانی ظاہر ہو کر رہی اور جب نکلا تو عریان ہی نکلا۔

شوخی رنگ حنا خون وفا سے کب تک آخر اے عہد شکن تو بھی پشیمان نکلا

رنگ حنا کی شوخی خون وفا سے کہان تک قائم رہتی۔ آخر کار اے بدعہد تجھے بھی پشیمان ہونا پڑا۔

مین بھی معذور جنون ہون اسد خانہ خراب پیشوا لینے مجھے گھر سے بیابان نکلا

اے اسد خانہ خراب مین جنون سے معذور ہون میرا جنون از خود نہین ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بیابان میرے استقبال کے لئے اپنے گھر سے آیا۔ ایک شعر اسی رنگ کا دوسرے مضمون مین کہا ہے ؎

ما نبودیم بدین مرتبہ راضی غالب
شعر خود خواہش آن کرد کہ گردد فن ما

نہوئی ہم سے رقم حیرت خط رخ یار صفحہ آئینہ ہوا آئینہ طوطی نہ ہوا

خط رخ یار کی حیرت تا ہم سے کسی طرح نہ لکھی جا سکی۔ صفحہ حیرت کی وجہ سے آئینہ بنگیا مگر آئینہ طوطی نہو سکا۔ یعنی ہم جو حیران تھے کوئی بیان خط رخ کا نہ کر سکے۔

وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ بخشا جاوے   مجھ سا کافر کہ جو ممنونِ معاصی نہ ہوا

ذرا اُس کریم کی رحمت کی وسعت تو دیکھو کہ اُس نے مجھ ایسے کافر کو بخش دیا کہ جو ازلی کافر تھا۔ صرف گناہوں کے احسان سے کافر نہ ہوا تھا یعنی ایسا کافر نہ تھا کہ گناہوں نے اُسے کافر کیا ہو۔ نہیں بلکہ ازلی اور فطری کافر تھا۔

شبِ اختر قدحِ عیش نے محمل باندھا   باریک قافلۂ آبلہ منزل باندھا

تاروں بھری رات شراب قدحِ عیش نے محمل سفر تیار کیا یعنی دورِ جام چلا اور ایک قافلۂ آبلہ کے اندر اپنی منزل تھا تو گویا قدح ایک ایسا مسافر ہے جو شبِ اختر میں اپنی منزل پر پہنچا ہے اس طرح سے اس کی منزل شبِ اختر ہوئی۔ اور شبِ اختر جس میں ہزاروں چمکتے تارے ہیں گویا قافلۂ آبلہ سے مشابہ ہے۔ تو اس صورت میں قدحِ عیش نے بارِ یک قافلہ کو اپنی منزل کیا۔ باندھا دوسرے مصرع میں تھا۔ یا فرض کیا کے معنی میں مستعمل ہے۔

حیف اے ننگِ تمنا کہ پئے عرضِ حیا   یک عرق آئینہ بر جبہۂ سائل باندھا

اے ننگِ تمنا افسوس کی بات ہے کہ تو نے حیا کے ظاہر کرنے کے لئے سائل کی پیشانی پر پسینہ ظاہر کر کے گویا آئینہ لگا دیا ہے جس سے اس کی حالت شرم کا اظہار ہو رہا ہے نہایت نامناسب ہے۔

دیدہ تا دل ہے یک آئینہ چراغاں کس نے   خلوتِ ناز پہ پیرایۂ محفل باندھا

آنکھ سے لیکر دل تک یہ کیفیت ہو رہی ہے کہ جیسے آئینہ میں چراغاں کا جلوہ ہوتا ہو نہیں معلوم یہ کس نے خلوتِ ناز کو یعنی دیدہ و دل کو لباسِ محفل سے آراستہ کر دیا ہے یعنی نہیں معلوم کہ کس نے خلوت کو جلوت بنا دیا ہے۔

ناامیدی نے بتقریبِ مضامینِ خمار   کوچۂ موج کو خمیازۂ ساحل باندھا

میری یاس نے خمار کی مضمون کی لکھتی ہو دُر موج کر کو جیسے کو سمجھا کہ یہ ساحل کا خمیازہ ہر کو جیسے موج خود موج ہے
میرے نزدیک مرزا نے پہلے یہ شعر کہا ہو اس کے بعد چونکہ اس بیت کی گنجائش تھی اس کو
مختلف صورتوں سے کہا ہے۔ وہ یہ ہین ؎

یاد نے تشنگی شوق کے مضمون چاہے ہم نے دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

نہ بندھے تشنگیٔ ذوق کے مضمون غالب
گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا

مطربِ دل نے مرے تارِ نفس سے غالب ساز پر رشتہ پے نغمۂ بیدل باندھا

اے غالب میرے دل کے مطرب نے میرے تار نفس سے ساز نغمۂ بیدل کے لئے رشتہ
باندھا یعنی میرے دل نے رنگ بیدل مین نغمہ سرائی شروع کی۔

شب کہ ذوقِ گفتگو سے تیرے دل بیتاب تھا شوخیٔ وحشت سے افسانہ فسونِ خواب تھا

رات کو تیرے ذوق گفتگو کی وجہ سے دل بیتاب ہو رہا تھا تو یہ حالت تھی کہ فسون خواب
شوخی وحشت کی سبب سے افسانہ بن گیا تھا فسون خواب جسکا کام نیند لانا ہے وہ بھی ایک
سراسر لاطائل اور بے اثر تھا یعنی فسون خواب سے بھی نیند نہ آسکتی تھی۔

لے زمین سے آسمان تک فرش تھین بیتابیان شوخیٔ بارش سے مہ فوارۂ سیلاب تھا

بیتابیان زمین سے لیکر آسمان تک فرش تھین اور چاند کی نورباری کی وجہ سے
اس کی کرنین فوارۂ سیلاب معلوم ہو رہی تھین یعنی چاند بیتابیون کا برسانے والا فوارہ معلوم ہوتا تھا

وان ہجومِ نغمہ ہاے سازِ عشرت تھا اسد ناخنِ غم یان سرِ تارِ نفس مضراب تھا

بزم معشوق کی یہ حالت تھی کہ ساز عشرت سے نغمہ گونا گون نکل رہے تھے اور یہان ہم ناخن
غم کو مضراب بنا کر اپنے نفس پر زخمہ زنی کر رہے تھے یعنی یہان غم ہمارا کام تمام کیئے دیتا تھا

دیکھتے تھے ہم بچشمِ خود وہ طوفانِ بلا آسمانِ سفلہ جس مین یک کفِ سیلاب تھا

ہم اپنی آنکھ سے وہ طوفان بلا اُٹھتے دیکھ رہے تھے کہ آسمان بھی اُس مین ایک کف سیلاب معلوم ہوتا تھا۔ غالباً اسی شعر کو ترمیم کرنے کے بعد مرزا نے یہ شعر کہا ہے جو اس قطع کا مقطع ہے ؎

مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اسکے سیل گریہ مین گردون کف سیلاب تھا

موج سے پیدا ہوے پیراہن دریا مین خار　**گریہ وحشت بیقرار جلوۂ مہتاب تھا**

میرے گریہ سے دریا بنا اور اُس مین موج پیدا ہوئی جو ہم صورت خار اور نشان بیقراری تھی اس لئے کہ میرا گریہ جسے وحشت نے بے قرار کر رکھا تھا وہ جلوہ مہتاب یعنی چاند کے لئے بیتاب تھا اس کا یہ اثر ہوا کہ پیراہن دریا مین خار پیدا ہوگئے۔ یہ ظاہر ہے کہ چاندنی سے دریا مین تموج ہوا کرتا ہے۔ اور دیوانہ کو چاند کیوجہ سے وحشت ہوتی ہے۔

بیخبر مت کہہ ہمین بیدرد خود بینی سے پوچھ　**قلزم ذوق نظر مین آئینہ پایاب تھا**

او بیدرد تو ہم کو بیخبر کیون کہتا ہو ذرا اپنی خود بینی سے ہمارا حال پوچھ کیونکہ جب تو آئینہ دیکھ رہا تھا اُس وقت ہمارے قلزم ذوق نظر کے سامنے آئینہ کوئی حقیقت نہین رکھتا تھا اور ہم تیری خود بینی کو دیکھ رہے تھے۔

بیدلی ہائے اسد افسردگی آہنگ تر　**یاد ایامے کہ ذوق صحبت احباب تھا**

اسد کی بیدلی کا اب یہ عالم ہے کہ افسردگی کا اور زیادہ ارادہ رکھتی ہے۔ ہائے وہ بھی کیا زمانہ تھا جبکہ اُسے احباب کی صحبت اور ہم نشینی کا شوق تھا۔

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا　**کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا**

میرا انتظار اپنے اضطراب دم شماری کو فنا کے بعد بھی نہ بھولا۔ کیونکہ مین غبار ہو گیا تب بھی میرا غبار شیشۂ ساعت کے کام آیا۔ شیشۂ ساعت پہلے زمانہ مین مروج تھا وہ ایک شیشہ کا ظرف ہوتا تھا کہ اس کے پیندے مین ایک ہلکا سا سوراخ کر دیتے تھے اور اس مین

باریک بالو بھرے تھے پھر وہ بالو رفتہ رفتہ ایک وقت معینہ تک اس سوراخ سے نکلتا اور ظرف خالی ہو جاتا تھا۔ اسی سے وقت کا حساب ہوتا تھا۔

زبس آتش نے فصل رنگ مین رنگ دگر پایا چراغ گل سے ڈہونڈے ہے چمن مین شمع خار اپنا

فصل گل مین آتش کی صورت اور ہو گئی ہے اور رنگ بدل گیا ہے۔ گل دراصل گل نہین بلکہ شمع چراغ گل لیکر اپنے خار کو ڈہونڈھ رہی ہے۔ خار شمع رشتہ شمع سے مراد ہے یا یہ کہ شمع اپنے پاؤن کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈہونڈھ رہی ہے۔

اسیر بے زبان ہون کاشکے صیاد بے پروا بدام جوہر آئینہ ہو جائے شکار اپنا

مین ایک بے زبان قیدی ہون کاش کہ میرا بے پروا صیاد کبھی جوہر آئینہ کے جال مین پھنس کر میرا شکار ہو جائے یعنی وہ کبھی آئینہ دیکھے اور مین اس کو دیکھ سکون یعنی مین ایک ایسا اسیر ہون جو جوہر آئینہ کے مانند اسیر بھی ہے بے زبان بھی ہے کاش وہ کبھی آئینہ دیکھے کہ میرا شکار ہو۔

دریغ اے ناتوانی ورنہ ہم ضبط آشنایان نے طلسم رنگ مین باندھا تھا عہد استوار اپنا

ہم ضبط کے خوگر ہین اور ہم نے عہد کر لیا تھا کہ اپنا حال نہ کھلنے دین گے اور اسی سے ہم اپنے رنگ کو برقرار رکھتے تھے اور یہ گویا ایک طلسم تھا جس مین ہمارا عہد استوار بندھا ہوا تھا مگر اے ناتوانی افسوس ہے کہ تو نے اس طلسم کو توڑ دیا۔ یعنی ناتوانی کی وجہ سے رنگ اڑ گیا۔ اور دنیا پر حال کھل گیا۔

اگر آسودگی ہے مدعائے رنج بیتابی نثار گردش پیمانۂ مے روزگار اپنا

اگر رنج بیتابی کا مدعا آسودگی ہے تو ہم باز آئے ہم گردش پیمانہ مے پر اپنی زندگی نثار کرتے ہین۔ ایسی آسودگی ہم نہین چاہتے۔ دوسرے معنی یہ بھی ہین اور میرے نزدیک یہ پہلے معانی سے زیادہ اچھے ہین کہ پیمانہ کی گردش اور رنج بیتابی کا نتیجہ آسودگی ہے تو ہم اس کے قربان۔

رہ خوابیدہ تھی گردن کش یک درس آگاہی زمین کو سیلیٔ استاد ہے نقش قدم میرا

رہ خوابیدہ - راہ خوابیدہ - راہ خفتہ - سب راہ دور و دراز کے معنی میں آتے ہیں - معنی یہ ہیں کہ راہ دور و دراز ایک درس آگاہی سے بہت مغرور رہتی تھی مگر میرے نقش قدم نے اس کے اس غرور کو توڑ دیا اور سیلیٔ استاد کا کام دیکر اس کو بیدار کر دیا -

سراغ آوارۂ عرض دو عالم شور محشر ہوں پر افشاں ہے غبار آن سوئے صحرائے عدم میرا

میں سراغ کے لئے آوارہ ہوا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنا وہ شور محشر جسے دونوں جہان کا شور محشر کہہ سکتے ہیں عرض کروں اس لئے میرا غبار آن سوئے صحرائے عدم پر افشاں ہو رہا ہے یعنی اڑتا پھر رہا ہے -

نہ ہو وحشت کش درس سراب سطر آگاہی میں گرد راہ ہوں بے مدعا ہے پیچ و خم میرا

سطر آگاہی در اصل ایک سراب ہے اس کے درس کے لئے کیوں وحشی بنا جاتا ہے اس فکر کو چھوڑ مجھے گرد راہ سمجھ میرے پیچ و خم کے کوئی معنی نہ نکال اس کے کوئی معنی نہیں ہیں اور اس پیچ و خم کا کوئی مدعا نہیں ہے - میں گرد راہ ہوں تو میرا مدعا کیا ہو سکتا ہے -

ہوائے صبح یک عالم گریبان چاکی گل ہے دہان زخم پیدا کر اگر کھاتا ہے غم میرا

صبح کی ہوا اگر یا گل کے واسطے یک عالم گریبان چاکی کا سامان ہے لہذا اس ہوا خواہی سے میرا بھی کوئی کام نہیں نکل سکتا اگر تجھ کو میرا غم کھاتا ہے تو دہان زخم پیدا کر -
دوسرے معنی یہ ہیں کہ صبح عالم ہوا خواہی گل سے اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ گل اپنا گریبان چاک کر لیتا ہے میری ہوا خواہی کا ارادہ ہے تو پہلے دہان زخم پیدا کر لے -

دہان زخم پیدا کرنے کا مضمون مرزا نے ایک جگہ یوں کہا ہے

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

اسد وحشت پرست گوشۂ تنہائی دل ہے   برنگ موج مے خمیازۂ ساغر ہے رم میرا

اس شعر کے مصرعہ اول میں ہے - جو آخر مصرعہ میں واقع ہے - کی بجائے ہولت زیادہ مناسب ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ لے اسد میں گوشۂ تنہائی کا وحشت پرست ہوں موج مے کی طرح خمیازۂ ساغر تک ہی میرا رم ختم ہو جاتا ہے - یا خمیازۂ ساغر ہی میرا رم ہے یعنی میں حالت وحشت میں بھی گوشۂ تنہائی دل سے باہر نہیں جاتا -

عجز آباد وہم مدعا تسلیم شوخی ہے   تغافل کو نہ کر مصروف تمکین آزمائی کا

عجز آباد (وہ جگہ جہاں عاجزی ہی عاجزی ہو) میں کسی شوخی کا تسلیم کر لینا ہی وہم مدعا ہے - لہذا تو جو بہ تقاضائے شوخی ہم سے تغافل کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے کیونکہ ہم کو حصول مدعا کا اس سے وہم ہوتا ہے جو تیرے مقصد کے خلاف ہے - یوں بھی کہ مرزا نے اس شعر کی شرح میں یہ شعر کہا ہے

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے

بے نیازی تری عادت ہی سہی

ہوس گستاخی آئینہ تکلیف نظر بازی   بجیب آرزو پنہاں ہے حاصل دلربائی کا

لئے ہوس گستاخی آئینہ (ہوس گستاخی ترکیب مقلوب یعنی گستاخی ہوس) آئینہ سے تکلیف نظر بازی جیب آرزو میں حاصل دلربائی پوشیدہ ہے یعنی وہ آئینہ دیکھے گا - اور یہی آئینہ دیکھنا اس کی دلربائی کا خلاصہ ہو - یا یہ کہ لے ہوس گستاخی آئینہ اسے نظر بازی کی تکلیف دے - کیونکہ ابھی اس کا حاصل دلربائی جیب آرزو میں پوشیدہ ہے

جہاں مٹ جائے سعی دید خضر آباد آسائش   بجیب ہر نگہ پنہاں ہے حاصل رہنمائی کا

منزل عشق میں جس جگہ سالک کو خضر آباد آسائش کے دیکھنے کی تمنا باقی نہ رہے اور یہ آرزو فنا ہو جائے اس جگہ وہ اس مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے کہ اس کی ہر نگاہ میں حاصل رہنمائی پوشیدہ ہوتا ہے یعنی ہر نگاہ رہنما بن جاتی ہے -

نظر بازی طلسم وحشت آباد پرستان ہے　　رہا بیگانۂ تاثیر افسون آشنائی کا

نظر بازی کا مطلب یہان تلاش اور نظر دوڑانا لیا جائے گا۔ کہتا ہے کہ نظر بازی ایک طلسم ہے جو پرستان کے وحشت آباد مین بنا ہوا ہے یعنی نظر بازی محض بیکار اور فضول ہے اسکا افسون آشنائی مین کوئی تاثیر نہین کرتا ہے تلاش کردہ آشنا نہین ملتا بلکہ نظر بازی اور الٹا طلسم وحشت آباد پرستان کا کام کرتی ہے۔

نہ پایا دردمند دوری یاران یکدل نے　　سواد خط پیشانی سے نسخہ مومیائی کا

وہ شخص جو یاران یکدل کی دوری سے دردمند تھا اُس نے اپنے خط پیشانی کے سواد سے کوئی مومیائی کا نسخہ نہ پایا۔ یعنی ہرچند تلاش کیا مگر تقدیر کے نوشتہ نے اس کا درد دور نہ ہونے دیا۔

اسد یہ عجز و بے سامانی فرعون توام ہے　　جسے تو بندگی کہتا ہے دعویٰ ہے خدائی کا

اے اسد یہ عجز جسے تو عجز کہتا ہے بے سامانی فرعون کا مرادف ہے۔ تیری بندگی بندگی نہین بلکہ حقیقتاً خدائی کا دعویٰ ہے ؎

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا

اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے　　کہ حسرت کش رہا عرض ستمہائے جدائی کا

اسد کا قصہ تو بہت طول طویل ہے مگر ایسا کون اس کو دہرائے مختصر سی بات یہ ہے کہ اسکو تمہارے جدائی کے بیان کرنے کی بڑی حسرت ہے۔ یہ شعر گویا اس کے صاف کرنے کے لئے کہا ہے۔ ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہائے جدائی کا

ہم نے وحشت کدۂ بزمِ جہان مین جون شمع ۔۔۔ شعلۂ عشق کو اپنا سر و سامان سمجھا

ہم نے دنیا کے وحشت کدہ کی محفل مین ہمیشہ شمع کی طرح اپنا سر و سامان شعلۂ عشق کو خیال کیا ہو یعنی ہمارا سر و سامان شعلہ تھا اور اسی سے اندازہ کیجیے کہ کتنا بدنصیب ہو وہ شخص جس کا سر و سامان صرف شعلہ ہو جو بناے بربادی ہے ۔

کس کا خیال آئینۂ انتظار تھا ۔۔۔ ہر برگِ گل کے پردے مین دل بیقرار تھا

گل کے لیے کس کا خیال آئینۂ انتظار بنا ہوا تھا کہ ہر برگِ گل کے پردے مین ایک دل بیقرار کا پتہ چلتا تھا جنبشِ برگِ گل کو دل بے قرار کہا گیا ہے ۔ نہایت لطیف شعر ہے ۔

کس کا جنونِ دید تمنا شکار تھا ۔۔۔ آئینہ خانہ وادی جوہر غبار تھا

یہ آخر کس کا جنونِ دید تھا کہ تمنا کو شکار کر رہا تھا جس کی وجہ سے آئینہ خانہ ایک ایسا لہ وادی معلوم ہوتا تھا کہ جس مین جوہر کا غبار اڑ رہا تھا ۔

چون غنچہ و گل آفت فال نظر نہ پوچھ ۔۔۔ پیکان سے تیرے جلوۂ زخم آشکار تھا

ہماری فالِ نظر کی آفت کچھ ہم سے نہ پوچھ جیسے ہی تیرے پیکان کی طرف دیکھا کہ نحوست پیدا ہو گیا ہو کہ زخم کھا گئے کیونکہ غنچہ و گل کی طرح تیرے پیکان سے بھی جلوۂ زخم آشکارا ہو رہا تھا ۔ یا یہ کہ جیسے غنچہ و گل پر فالِ نظر سے آفت آئی اسی طرح ہمین خوف ہے کہ ہم بھی کہین زخمی نہ ہون ۔

دیکھی وفاے فرصتِ رنج و نشاطِ دہر ۔۔۔ خمیازہ یک درازیِ عمرِ خمار تھا

دنیا کے رنج و راحت کی فرصت اور مدت ہم نے دیکھ رکھی ہے ۔ خمیازہ گویا ایک خمار کی درازیِ عمر تھا یعنی نہ یہان کے رنج کو قیام ہو نہ راحت کو ۔

صبحِ قیامت ایک دُمِ گرگ تھی اسد ۔۔۔ جس دشت مین وہ شوخِ دو عالم شکار تھا

لہ وادی کو مونث بھی لکھتے ہین مگر میری زبان پر مذکر ہے ۔ شارح

وہ شوخ جو دو عالم کو شکار کرنے والا تھا جس جنگل مین گیا وہان صبح قیامت بھی دُم گرگ (صبح کاذب) بن گئی۔ دُم گرگ محض رعایت لفظی کے لیے لایا گیا ہے ورنہ اصل معنی صبح کاذب کے ہین جس سے یہان کوئی عمدہ حاصل پیدا نہین ہوتا۔

زبس خون گشتۂ رشک وفا تھا وہم بسمل کا　　چرایا زخمہاے دل نے پانی تیغ قاتل کا

چونکہ بسمل کا وہم خون گشتۂ رشک وفا تھا اس لئے دل کے زخمون نے تیغ قاتل کا پانی چرا لیا۔ ظاہراً سواے مناسبت الفاظ کے کوئی ماحصل اس شعر کا معلوم نہین ہوتا۔

نگاہ چشم حاسد وام لے اے ذوق خود بینی　　تماشائی ہون وحدت خانۂ آئینۂ دل کا

اے میرے خود بینی کے ذوق تو کسی حاسد کی نگاہ قرض لے لے کیونکہ حاسد بجز اپنے اور کسیکو دیکھ ہی نہین سکتا۔ اس سے میرا ذوق خود بینی مکمل ہو جاے گا کیونکہ مین آجکل آئینہ دل کے وحدت خانہ کی سیر کر رہا ہون۔

سراسر تاختن کو شش جہت یک عرصہ جولان تھا　　ہوا واماندگی سے رہروان کی فرق منزل کا

سراسر تاختن یعنی متواتر دوڑنے کے لئے شش جہت صرف ایک میدان جولان تھا۔ مگر چونکہ لوگ تھک کر رہ گئے اس واسطے فرق منزل نمایان ہو گیا۔

مجھے راہ سخن مین خوف گمراہی نہین غالب　　عصاے خضر صحراے سخن ہے خامہ بیدل کا

اے غالب مجھے راہ سخن مین گمراہی کا خوف نہین ہے کیونکہ مین تابع بیدل ہون اور میرے لئے خامہ بیدل صحراے سخن کے لئے عصا کا کام دیتا ہے

لب خشک در تشنگی مردگان کا　　زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

مین اُن لوگون کا لب خشک ہون جو پیاسے مر گئے ہین مین ان لوگون کی زیارت گاہ ہون جو دل آزردہ ہو گئے ہین۔

شگفتن کمین دار تقریب جوئی — تصور ہون بموجب آزردگان کا

شگفتگی برابر تقریب جوئی کی گھات مین لگی رہتی ہو کر کسی تقریب سے مجھ تک پہونچ سکے مگر وہ کوئی تقریب نہین پاتی کیونکہ مین ان لوگون کا تصور ہون جو بے سبب اور بلا وجہ رنجیدہ ہین ۔

غریب بدر جستہ باز گشتن — سخن ہون سخن بر لب آوردگان کا

مین ایک مسافر ہون مگر ایسا مسافر جو واپس آنے کی حدود سے نکل گیا ہے گویا مین بات کہنے والون کی وہ بات ہون جو لب تک آ چکی ہے اور ظاہر ہے کہ لب تک آئی ہوئی بات واپس نہین ہو سکتی ۔

سراپا یک آئینہ دار شکستن — ارادہ ہون یک عالم افسردگان کا

سر سے پاؤن تک شکستگی کا آئینہ دار ہون ۔ گویا مین ان لوگون کا ارادہ ہون جو یک عالم افسردہ اور آزردہ ہین ۔

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی — مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

مین سراپا نا امیدی اور سراپا بدگمانی بنا ہون یا گویا ان لوگون کا دل ہون جو فریب وفا کھائے ہوئے ہین ۔

بصورت تکلف بمعنی تاسف — اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

ظاہرا پر تکلف ہون لیکن دراصل مین مجسم تاسف ہون ۔ مین پژمردہ لوگون کا تبسم ہون کہ وہ اگر تکلفاً کبھی ہنستے ہین تو اس ہنسی مین بھی ایک جہان درد پوشیدہ ہوتا ہے ۔

ضعف جنون کو وقت تپش در بھی دور تھا — اک گھر مین مختصر سا بیابان ضرور تھا

میرے جنون کے ضعف کو تپش کے وقت در بھی دور معلوم ہوتا تھا اسلئے لازم تھا کہ

گھر کے اندر ایک بیابان بھی ہوتا۔

اے وائے غفلت نگہ شوق ورنہ یاں   ہر پارہ سنگ لخت دل کوہ طور تھا

نگاہ شوق نے غفلت کی جس کا افسوس ہو ورنہ حقیقت یہ ہو کہ دنیا کا ہر سنگریزہ دل کوہ طور کا ٹکڑا تھا یعنی ہر ذرہ مین نور معرفت چمک رہا تھا۔

درس تپش ہی برق کو اب اُسکے نام سے   وہ دل ہی یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

بجلی اب اس کے نام سے تعلیم تپش حاصل کرتی ہے ہاے یہ میرا دل وہی دل ہی جس کو مین صبور کہتا تھا۔ یا وہ زمانہ تھا یا یہ عالم ہو۔

شاید کہ مر گیا ترے رخسار دیکھکر   پیمانہ رات ماہ کا لبریز نور تھا

معلوم ہوتا ہی کہ تیرے رخسار دیکھ کر رات ماہ نے جان دیدی اس لئے کہ اس کا پیمانہ نور سے لبریز معلوم ہوتا تھا۔ پیمانہ لبریز ہونا موت کنایہ ہے۔

جنت ہی تیرے تیغ کے کشتون کی منتظر   جوہر سواد جلوۂ مژگان حور تھا

معلوم ہوتا ہے کہ جنت تیرے تلوار کے قتیلون کا انتظار کر رہی ہی اس لئے کہ جوہر تیغ مین جلوہ مژگان حور کا سواد نظر آ رہا تھا۔ اسی سے جنت کے انتظار کا اندازہ ہوتا ہی۔

ہر رنگ مین جلا اسد فتنہ انتظار   پروانۂ تجلی شمع ظہور تھا

اسد وہ اسد جسے فتنہ انتظار نے تباہ کر دیا تھا ہر رنگ مین جلا کیونکہ وہ پروانہ تجلی شمع ظہور تھا۔ ایک جگہ صرف شمع کو کہا ہے ؎

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہی سحر ہونے تک

بہار رنگ خون گل ہی ساماں اشکباری کا   جنون برق نشتر ہی رگ ابر بہاری کا

خون گل سے جو رنگ کی بہار پیدا ہوئی ہے وہ اشکباری کا سامان ہی جنون برق ابر بہار کے لئے نشتر ہے یعنی برق جو بہار رنگ کو دیکھ کر مجنون ہو گئی ہے اور تڑپ رہی ہے وہ جنون رنگ ابر کے لئے نشتر کا کام دے گا اور اب جلد سے جلد برق کے حال پر وہ اشک بہانے لگے گی۔

برائے حل مشکل ہوں زپا افتادہ حسرت　　بندھا ہے عقدۂ خاطر سے پیمان خاکساری کا

میں مشکل کے آسان ہونے کے واسطے پڑا ہوں اور میری حسرت نے مجھے گرا دیا ہے اب نہ مشکل حل ہوتی ہے اور نہ میں اٹھتا ہوں۔ گویا میرے عقدہ خاطر سے میری خاکساری کا عہد ہو گیا ہے کہ نہ یہ عقدہ کبھی حل ہو اور نہ میں خاکساری چھوڑوں۔

طاؤس در رکاب ہے ہر ذرہ آہ کا　　یارب نفس غبار ہے کس جلوہ گاہ کا

میری آہ کا ہر ذرہ اپنے جلو میں ایک طاؤس لئے ہوئے ہے یعنی ہر آہ میں رنگینیاں ہیں اے میرے خدا آخر میرا نفس میری سانس کس جلوہ گاہ کا غبار ہے جس سے آہوں میں بھی یہ رنگینی پیدا ہو گئی ہے۔

ہر گام آبلے سے ہے دل در تہ قدم　　کیا بیم اہل درد کو سختی راہ کا

پاے پر آبلہ کی حالت میں اہل درد سفر کر رہے ہیں اور اس حالت میں ہر قدم گویا آبلوں کی وجہ سے دل کے اوپر پڑ رہا ہے بس یہ خوف ہے کہ دلوں کو روندنا پڑتا ہے ورنہ اہل درد کو سختی راہ کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ اس میں ہر آبلہ کو دل فرض کیا گیا ہے۔

عزلت گزین بزم ہیں واماندگان دید　　مینا سے مے ہے آبلہ پاے نگاہ کا

جو لوگ بزم میں عزلت گزین ہو گئے وہ واماندگان دید یعنی محروم دید ہیں اس لئے کہ ان کے پاے نگاہ میں مینا ے مے سے آبلے پڑے ہیں یعنی وہ آنکھیں نہیں جانے دیتا

جیب نیاز عشق نشاندار ناز ہے　　آئینہ ہوں شکستن طرف کلاہ کا

عشق کے گریبان نیاز سے حسن کے ناز کا پتہ چلتا ہے مین اس کی شکستگی گوشہ کلاہ کا آئینہ بن گیا ہون یعنی میری حالت نیاز سے اس کی ناز حسن کا پتہ ملتا ہے اور میرے حال تباہ سے اس کی بیرحمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

خود پرستی سے رہے باہم دگر نا آشنا — بیکسی میری شریک آئینہ تیرا آشنا

ہم دونون خود پرستی کی وجہ سے ایک دوسرے کے آشنا نہ ہو سکے میرے حال کی شریک بے کسی رہی اس واسطے مین خود پرست رہا اور تو آئینہ پر جان دیتا رہا اس واسطے تو خود بین رہا۔ غرضکہ خود بینی نے یہ تفرقہ ڈالا۔

بے دماغی شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہین — یار تیرا جام مے خمیازہ میرا آشنا

بد دماغی ایک دوسرے کے رشک کی شکوہ سنج نہین ہوتی۔ تمھارا رفیق جام مے ہے اور خمیازہ یعنی انتظار شراب مین انگڑائیان لینا میرا انیس ہے۔ بس چلئے دونون برابر ہو گئے۔ نہ تمھین فرصت نہ ہمین۔

جوہر آئینہ جز رمز سر مژگان نہین — آشنا کی ہمدگر سمجھے ہے ایما آشنا

جوہر آئینہ کوئی چیز نہین ہے یہ میرے معشوق کے سر مژگان کے رموز ہین۔ آشنا کے اشارے آشنا ہی خوب سمجھتا ہے وہ آئینہ آشنا ہو لہذا اس کی مژگان کے اشارے آشنا خوب سمجھ رہا ہے۔

ربط یک شیرازہ وحشت ہین اجزاے بہار — سبزہ بیگانہ صبا آوارہ گل نا آشنا

بہار اجزاے وحشت کے شیرازہ کا ربط ہے۔ یعنی بہار کی وجہ سے چند اجزاے وحشت جمع ہو گئے ہین کیونکہ سبزہ بیگانہ ہے۔ صبا آوارہ ہے۔ گل نا آشنا ہے۔ بقول سعدی رح ؎

چار طبع مخالف و سرکش
چند روزے بوند باہم خوش

سبزہ بیگانہ سبزہ خود رو کو کہتے ہین۔ صبا کو آوارہ مضطرب لکھتے ہین۔ پھول نا آشنا ہے۔

نشہ مین گم کردہ راہ آیا وہ مست فتنہ خو　　آج رنگ رفتہ دور گردش ساغر ہوا

وہ مست فتنہ خو راہ بھول کر نشہ مین آج میری بزم مین آگیا اور اسی کی وجہ سے میرا وہ رنگ جو مدتون سے اڑگیا تھا آج دور گردش ساغر بن گیا یعنی دور ساغر مین ایک رنگ سا پیدا ہوگیا۔

زہد گردیدن ہی گرد خانہ ہاے منعمان　　دانہ تسبیح سے مین مہرہ در ششدر ہوا

زہد کے معنی صرف یہ ہین کہ چند منعمون کے گھرون کے گرد گھوما کرین۔ جب سے مین نے تسبیح سنبھالی ہے اس وقت سے وہ مہرہ بن گیا ہون جو ششدر مین پھنس جاتا ہی۔ واضح ہو کہ مہرہ جب ششدر مین پھنس جاتا ہے تو رہائی غیر ممکن ہوجاتی ہو اور وہ پھر نکل نہین سکتا ہے مگر اس وقت کہ حریف خود اس کو نکال دے۔

اے بہ ضبط حال نا افسردگان جوش جنون　　نشہ مے ہو اگر اک پردہ نازک تر ہوا

اے وہ شخص کہ تو ہم افسردہ لوگون کا حال ضبط کر رہا ہو یعنی اس کو لکھ رہا ہو یا دیکھ رہا ہے تجھے کچھ معلوم بھی ہو جنون وہ چیز ہے کہ اگر ہلکا سا ہوا اور اس کا اک نازک پردہ پڑا ہو تو وہ نشہ مے ہے یعنی بہت لطیف اور عمدہ چیز ہو یا اس مین بھی وہ خواص موجود ہین جو نشہ مے مین ہوا کرتے ہین۔

اس چمن مین ریشہ واری جس نے سر کھینچا اسد　　تر زبان لطف جام ساقی کوثر ہوا

اے اسد اس چمن مین یعنی دنیا مین یا باغ شعر مین جس نے ریشہ نخل کی طرح وسعت پیدا کی وہ ساقی کوثر کی تعریف پر ضرور آمادہ ہوا۔ یا ساقی کوثر کا فیض اس کو ضرور پہونچا۔

دود میرا سنبلستان سے کرے ہی ہمسری　　بسکہ شوق آتش گل سے سراپا جل گیا

چونکہ مجھے شوق آتش گل نے جلایا تھا اس واسطے میرا دھوان سنبلستان کی طرح نکلتا ہے اور یہ اثر ہے اسی جلنے کا۔

شمع رویان کے سر انگشت حنائی دیکھکر　　غنچہ گل پرفشان پروانہ آسا جل گیا

شمع رویون (معشوقون) کی مہندی لگی انگلیون کی پور دیکھ کر غنچۂ گل رشک سے پروانہ کی طرح پرون کو پھڑپھڑاتا ہوا جل گیا۔ پروانہ کو غنچہ سے اس لحاظ سے تشبیہ دی گئی کہ دونون مین تشبیہ کی وجہ پر موجود ہین غنچہ کے پر وہی اس کی پتیان ہین جو اس مین موجود ہین۔

تا کجا افسوس گرمی ہائے صحبت اے خیال　　دل ز آتش خیزی داغ تمنا جل گیا

اے خیال تو اس گرمی صحبت کا کہان تک افسوس کیا کرے گا میرا دل داغہائے تمنا کی آتش خیزی سے خاک ہو کر رہ گیا ہے۔

ہو اسد بیگانۂ افسردگی اے بیکسی　　دل ز انداز تپاک اہل دنیا جل گیا

اسد افسردگی سے بیگانہ ہو یعنی اس مین افسردگی نہین ہے۔ اے بیکسی اس کے دل کو تپاک اہل دنیا نے جلا دیا ہے۔ اسی شعر کو صاف کر کے یون کہا گیا ہے لہذا جو اس کی شرح ہو وہی اس کی ہے

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالبؔ کہ دل
دیکھ کر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

جان دادگان کا حوصلہ فرصت گداز ہے　　یان عرصۂ تپیدن بسمل نہین رہا

جو لوگ کہ جان دے رہے ہین اُن کا حوصلہ یہی ہے کہ ان کے زمانہ فرصت کو فنا کر رہا ہے اسی لئے اس میدان مین تپیدن بسمل کا عرصہ نہین رہا یعنی جو جاندادہ ہین اُن کے حوصلہ نے انھین تڑپنے کی بھی مہلت نہین دی اور دم بھر مین ختم کر دیا۔

اے آہ میری خاطر وابستہ کے سوا　　دنیا مین کوئی عقدۂ مشکل نہین رہا

اے آہ دنیا مین ایک میرا دل ہی ایسا ہے کہ اس مین کشادگی پیدا نہین ہوتی ورنہ کوئی عقدہ ایسا نہین جو حل نہ ہوا ہو اور جس مین کشادگی ورو اشدگی کی صورت نہ پیدا ہوئی ہو۔

ہر چند مین ہون طوطی شیرین سخن ولے　　آئینہ آہ میرے مقابل نہین رہا

یعنی مین اگرچہ طوطیِ شیرین سخن ہون مگر وہ طوطی کہ اسکے سامنے کبھی آئینہ نہین رہا کہ وہ کچھ باتین کرتا مطلب یہ ہے کہ مین کامل ہون مگر مجھے اپنے کمالات دکھانے کا کبھی کوئی موقعہ نہین ملا۔

اندازِ نالہ یاد ہین سب مجکو پر اسد　　جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

انداز نالہ سب مجکو یاد ہین مگر سب بیکار ہین اس واسطے کہ مجھے جس دل پر ناز تھا اب وہ دل ہی نہین۔

خلوتِ آبلۂ پا مین ہے جولان میرا　　خون ہے دل تنگیِ وحشت سے بیابان میرا

میرا جولان جنون خلوت آبلۂ پا کے لئے محدود ہو کر رہ گیا ہے اور گویا میرا بیابان میری تنگی وحشت سے خون ہو گیا ہے یعنی وہ بیابان جو میرے جولان وحشت کے لئے مخصوص تھا وہ اب آبلہ پا مین آگیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آبلہ پا مین سوا خون کے اور کچھ بھی نہین ہے، یہ صرف ایک خیالی مضمون ہے۔

ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہے طوفان میرا　　موجِ خمیازہ ہے ہر زخم نمایان میرا

اپنے ذوق سرشار یعنی تمامتر جوش سے میرے دل کا طوفان بالکل بے حجاب ہو گیا ہے اور میرا ہر زخم نمایان اس طوفان کی ایک موج خمیازہ ہے گویا طوفان دل کی موج سے انگڑائیان لے رہا ہے اور اپنے ذوق سرشار کی وجہ سے بالکل عریان نظر آتا ہے۔

بوئے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی اسد　　دے نے برباد کیا پیرہنستان میرا

گلزار سے مجھے اپنے یوسف کی بو آتی تھی مگر افسوس ہے کہ لے اسد خزان نے اس کو برباد کر دیا۔ گلزار ایک پیرہنستان تھا اور یہ مشہور ہے کہ پیراہن یوسف کی حضرت یعقوب نے دور سے بو سونگھی تھی۔

بت پرستی ہے بہارِ نقشبندیہائے دہر　　ہر صریرِ خامہ مین اک نالۂ ناقوس تھا

زمانہ کی نقش بندی گویا کہ بت پرستی ہے اور حالت نقاشی مین گردش تعلیم سے جو آواز نکلتی ہے وہ گویا صدائے ناقوس ہے۔

کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشۂ میخانہ مین — دست بر سر سر بزانوے دل مایوس تھا

ہم نے کل اسد کو اس حالت مین گوشۂ میخانہ مین دیکھا کہ افسوس اور تحسر سے دست بر سر اور سر بزانو تھا۔ یہ شعر ایک تصویر ہے نہ معلوم کیونکر انتخاب کی زد مین آگیا۔

نہین ہے باز گشت سیل غیر از جانب دریا — ہمیشہ دیدۂ گریان کو آب فتنہ در جو تھا

رو کی بازگشت ہمیشہ دریا کی طرف ہوا کرتی ہے اور اکثر دریا ہی سے سیلاب آتا بھی ہے اسی وجہ سے کہتا ہے میری چشم گریان گویا ایک دریا ہے جس سے ہمیشہ سیلاب اٹھتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ جاتا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

رہا نظارہ وقت بے نقابی بخود لرزان — سرشک آگین مژہ سے دست از جان شستہ ابرو تھا

میرا نظارہ بحالت بے نقابی بھی لرزتا رہا اور اس کی طرف دیکھ نہ سکا گویا کہ سرشک آلودہ پلکون سے میرا ابرو دست از جان شستہ تھا۔

رکھا غفلت نے دور افتادۂ ذوق فنا ورنہ — اشارت فہم کو ہر ناخن بریدہ ابرو تھا

ہماری غفلت نے ہم کو ذوق فنا سے دور رکھا ورنہ دنیا مین جو ناخن بریدہ تہا وہ اشارہ سمجھنے والے کے لئے ایک ابرو کا کام دے رہا تھا جو فنا ہونے کے لئے اشارے کر رہا تھا۔

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون — گئے وہ دن کہ پانی جام مے کا تا بزانو تھا

اے اسد اب میخانہ کے دروازے کی خاک اڑاتا ہون یعنی بدنصیبی اور کم بختی کا زمانہ ہے وہ زمانہ گیا جبکہ جام مے کا پانی میرے زانو تک چڑھا ہوا تھا۔ یعنی وہ زمانہ رخصت ہوگیا جب عشرت و فراغت حاصل تھی۔

بحسرت گاہ ناز کشتۂ جان بخشی خوبان — خضر کو چشمۂ آب بقا سے ترجبین پایا

معشوقون کی جان بخشی کے کشتون کی حسرت گاہ ناز مین خضر کو چشمۂ آب بقا سے
شرمندگی حاصل ہو رہی ہو یعنی وہ لوگ جو معشوقون کی اندازِ مسیحائی پر مرتے ہین
اُن کی حسرت گاہ ناز اس چشمۂ آب حیات سے اچھی ہے جو حضرت خضر کو حاصل ہے

اسد کو پیچ و تابِ طبع برق آہنگ مسکن ہے — حصارِ شعلۂ جوالہ مین عزلت گزین پایا

اسد کو وہ پیچ و تاب طبع ہے کہ برق مین مسکن بنانے کا ارادہ رکھتا ہے اسی سبب سے
وہ شعلۂ جوالہ کے قلعہ مین گوشہ نشین رہتا ہے یعنی اپنی طبیعت کے پیچ و تاب سے
ہمیشہ سوزِ غم مین مبتلا رہتا ہے۔

کرے گر فکر تعمیر خرابی ہاے دل گردون — نہ نکلے خشت مثل استخوان بیرون قالب سے

اگر آسمان کہین یہ ارادہ کرے کہ ویران دلون کو تعمیر کرون تو یقینی نہین اصلاح
سانچے سے باہر نہ نکلے جس طرح کہ ہڈی قالب جسم سے علیحدہ نہین نکلتی۔

عیادت ہاے طعن آلودِ یاران زہرِ قاتل ہے — رفوے زخم کرتی ہے بنوک نیش عقرب سے

میرے احباب جو میری عیادت کے لئے آتے ہین اور مجھے مطعون کرتے
ہین یا ان کی عیادت مین جو ایک قسم کی منافقت شامل ہے وہ زہرِ قاتل کا کام
کرتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہو کہ جیسے وہ عیادت زخم کا رفو تو کرتی ہے مگر بچھو کے
ڈنک کی نوک سے رفو کرتی ہے جو اور زیادہ باعث اذیت ہے

اسد کو بت پرستی سے غرض درد آشنائی ہے — نہان ہین نالۂ ناقوس مین در پردہ یارب ہا

اسد جو بت پرستی کرتا ہے اس بت پرستی سے اس کا مقصود یہ ہے کہ وہ درد آشنا
ہو جائے اس کے نالۂ ناقوس مین شور یارب مخفی ہے۔ درد و غم مین اکثر یا ربا
اللہ وغیرہ اور اسی قسم کے کلمے منہ سے نکل جاتے ہین۔

بہ رہن شرم ہے باوصف شہرت اہتمام اس کا — نگین مین جون شرار سنگ ناپیدا ہے نام اس کا

اس کا اہتمام اُس کی غم خواری با وجود شہرت کے ہنوز پردۂ شرم مین ہے اور اس طرح اس کا نام نگینہ مین ناپید اور مخفی ہے جیسے کہ آگ پتھر مین ہوا کرتی ہے۔

سرکار تواضع تا خم گیسو رسانیدن　　بسان شانہ زینت ریز ہے دست سلام اسکا

اُس کی تواضع کا سروکار بس اتنا ہی ہے کہ وہ دیکھنے والے کو خم گیسو تک پہنچا دے بس اسی قدر اس کا کام ہے تو اس کے معنی یہ ہوے کہ وہ سلام کے لئے جب ہاتھ اٹھاتا ہے تو ہاتھ جو گیسو تک پہونچتا ہے وہ شانہ کی طرح زینت ریزی کرتا ہے یعنی خم گیسو کی اطلاع دیکر دنیا کو اور فریفتگی پہ آمادہ کرتا ہے۔

مسی آلودہ ہے مہر نوازشنامہ پیدا ہے　　کہ داغ آرزوئے بوسہ لایا ہے پیام اسکا

اس کے نوازشنامہ کی مہر مسی آلودہ ہو رہی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا خط داغ آرزوے بوسہ کا پیغام لایا ہے چونکہ مہر بھی داغ سے مشابہ ہوتی ہے اس واسطے یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے مسی چونکہ ہونٹون پر لگائی جاتی ہے اس سے بوسہ کا اشارہ مفہوم ہوتا ہے گر صورت داغ مین۔

بہ امید نگاہ خاص ہون محمل کش حسرت　　مبادا ہو عنان گیر تغافل لطف عام اسکا

مین ایک نگاہ خاص کی امید پر محمل حسرت کھینچ رہا ہون یعنی حسرتین کر رہا ہون کہین ایسا نہو کہ اس کا لطف عام اس کو تغافل پر آمادہ کر دے یعنی وہ یہ سمجھے کہ سب مین یہ بھی شریک ہے پھر نگاہ خاص کی احتیاج کیا ہے۔ عنان گیر اور محمل کش حسرت دونون الفاظ مناسب ہین۔

اُڑا دے گر وہ بزم مے کشی مین مہر و شفقت کو　　بھرے پیانۂ صد زندگانی ایک جام اُسکا

اگر شراب نوشی کی محفل مین وہ مہربانی اور مہر دونون کو لڑا دے۔ یعنی دونون سے کام لے تو بلاشک اس کا ایک جام زندگی کے سو پیانے بھر دے یعنی

اُس کی ایک مہربانی سو قہر پیدا کرتی ہے۔

اسدؔ سودائے سر سبزی سے ہے تسلیم رنگیں تر — کشتِ خشک اس کا ابرِ بے پروا خرام اس کا

اے اسد سرسبزی کے خیال سے تسلیم کا شیوہ بہت بہتر ہے اور حصولِ مقصد کی تمنا سے نا امیدی اور ناکامی کا طریقہ اچھا ہے کیونکہ اس حالت میں دونوں کا تقابل ہو جائے گا ادھر اس کا کھیت خشک ہوگا اور ادھر اس کا ابر بے پروا خرام ہوگا۔ نہ اس کو اس کی خواہش ہوگی اور نہ اس کو اس کی تمنا ہوگی۔

یاد روزے کہ نفس در گرو یارب تھا — نالۂ دل بکمر دامنِ قطعِ شب تھا

وہ بھی کیا دن تھے کہ جب ہماری ہر سانس پر یارب یارب کا ہنگامہ برپا رہتا تھا۔ یعنی غم سے ہر وقت یارب تو ہے یارب تو ہے کہا کرتے تھے اور ہمارے دل کا نالہ وہ دامن بنا ہوا تھا جو مسافر کمر سے باندھ لیتے ہیں۔ گویا ہماری رات ہمارے لئے ایک ناپیدا کنار جنگل تھی اور ہم اس کے قطع کرنے کے لئے نالہ کا دامن کمر سے باندھے ہوئے تھے اور اس دشت صحرا میں رہنوردی کر رہے تھے۔

بہ تحیر کدۂ فرصتِ آرایشِ وصل — دلِ شب آئینہ دارِ تپشِ کوکب تھا

آرایشِ وصل کی فرصت گویا ایک حیرت کدہ تھی جس میں رات کا دل تاروں کے تڑپنے کا آئینہ دار تھا۔ تاروں کی تڑپ وہی حالت جو ان میں ہر دیکھنے والے کو معلوم ہوا کرتی ہے۔

بہ تمنا کدۂ حسرتِ ذوقِ دیدار — دیدہ کو خون ہو تماشائے چمن مطلب تھا

حسرتِ ذوقِ دیدار کے تمنا خانہ میں آنکھ کو خون ہونا منظور تھا مگر مقصد یہی تھا کہ چمن کا تماشہ کرے۔ اس صورت میں چاہے کچھ بھی سر پہ گذر جائے۔

پردۂ دردِ دل آئینۂ صد رنگ نشاط — بخیۂ زخمِ جگر خندۂ زیرِ لب تھا

دردِ دل ایک پردہ تھا جو خوشی کے سو رنگوں کا آئینہ دار بنا ہوا تھا اور زخمِ جگر کا بخیہ خندۂ زیرِ لبی کا کام دیتا تھا۔

نالہا حاصلِ اندیشہ کہ چون کشتِ سپند — دلِ ناسوختہ آتش کدۂ صد تب تھا

میری فکر اور میرے اندیشہ کا ماحصل نالہ تھا۔ کیونکہ کالے دانے کے کھیت کی طرح میرا دلِ ناسوختہ سیکڑوں تب و تاب کا مخزن تھا گویا وہ ایک آتش کدہ تھا۔
مطلب یہ ہو کہ میری ہر فکر کا حاصل نالہ ہے جیسے کہ سپند کا کھیت کہ گو وہ جلا نہیں ہے۔ مگر اس کا حاصل یہی ہے کہ اس کا ہر دانہ جلایا جائے یہ ظاہر ہو کہ کالا دانہ دفعِ نظرِ بد کے لئے جلاتے ہیں۔

عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا — ورنہ جو چاہیے اسباب تمنا سب تھا

یعنی ہمیں نے عشق میں ضد اور ابرام سے ہمیشہ پرہیز کیا ورنہ جو چاہیے وہ اسباب تمنا سب موجود تھا اور کرتے تو ابرام کر سکتے تھے۔

آخر کار گرفتارِ سرِ زلف ہوا — دلِ دیوانہ کہ وارستۂ ہر مذہب تھا

صاف شعر ہے کہ میرا دل دیوانہ کسی مذہب اور ملت کی پروا نہ کرتا تھا اور آزاد تھا مگر آخر کار اس کو گرفتارِ زلف ہونا پڑا۔

شوق سامانِ فضولی ہے وگرنہ غالب — ہم میں سرمایۂ ایجادِ تمنا کب تھا

شوق کی وجہ سے یہ تمام سامان فضول جمع ہوتے ہیں اور یہ ہم کو پریشان کرتا ہے ورنہ اے غالب اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم میں کبھی ایجادِ تمنا کا مادہ تھا ہی نہیں یہ جو کچھ فضولیات ہیں سب شوق کی بدولت ظہور میں آئی ہیں۔

شب کہ دل گرمِ خیالِ جلوۂ جانانہ تھا — رنگ روئے شمع برقِ خرمنِ پروانہ تھا

کل رات کو جب دل جلوۂ معشوق کے خیال مین سرگرم تہا اس وقت شمع کا رنگ رخ خرمن پروانہ کے لئے برق خرمن بنا ہوا تھا - اس سے دو مطلب نکل سکتے ہین ایک یہ کہ خیال جلوہ ایک برق خاطف تہا اور میرا دل خرمن پروانہ بنا ہوا تہا - دوسرے یہ کہ میرے اس خیال کا اثر سب پر محیط تھا اور اسیوجہ سے رنگ روے شمع خرمن پروانہ کے لئے برق بن گیا تھا -

شب کہ باندھا خواب مین آنیکا غافل نے حنا   وہ فسون وعدہ میرے واسطے فسانہ تہا

رات جو اُس غافل نے خواب مین آنے کا عہد کیا تہا وہ ایک افسون تہا اور اُس نے میرے حق مین افسانے کا کام دیا تھا - یعنی اس کا وعدہ سنتے ہی مجھے نیند آگئی

دود کو آج اسکے ماتم مین سیہ پوشی ہوئی   وہ دل سوزان کہ کل تک شمع ماتم خانہ تہا

آج دہوان اس دل کے ماتم مین سیہ پوش ہو رہا ہے جو دل سوزان کل تک شمع ماتم خانہ بنا ہوا تہا - یہ شعر گویا اس شعر کی شرح مین کہا گیا ہے ؎

شمع جلتی ہے تو اُس مین سے دہوان اٹھتا ہے
شعلۂ حسن سیہ پوش ہوا میرے بعد

ساتھ جنبش کے بیک برخاستن طے ہو گیا   تو کہے صحرا غبار دامن دیوانہ تہا

ادہر مین نے جنبش کی اور اٹہا اور ادہر صحراے زیست یا صحراے وحشت یا مطلق صحرا کی تمام مسافت طے ہو گئی گویا کہ صحرا صحرا نہ تہا بلکہ دامن دیوانہ کا ایک غبار تہا جو ایک ذرا سی جنبش مین ختم اور طے ہو گیا ؎

یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا
جادہ اجزاے دو عالم دشت کا شیرازہ تہا

دیکھ اسکے ساعد سیمین و دست پر نگار   شاخ گل جلتی تھی مثل شمع گل پروانہ تہا

اُس کے ساعد سیمین اور دست رنگین کو دیکھ کر رشک سے شاخ گل شمع کی مانند جل رہی تہی

تھی اور گل مثل پروانہ بنا ہوا تھا۔ جیسے ساعد سیمین کو شاخ گل سے اور دست نگارین کو گل سے تشبیہ دی ہے اسی طرح شاخ گل کو شمع اور گل کو پروانہ شمع سے تشبیہ دی گئی ہے شاخ گل مین وجہ شبہ درازی اور پھول ہین جو شمع مین بھی موجود ہین بوجہ شعلہ اور گل شمع کے پروانہ مین اور گل مین وجہ شبہ پتیان ہین چونکہ پروانہ مین پر اور پھولون مین پتیان ہین اس لیے تشبیہ دی گئی ہے۔

بسکہ جوش گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا　　چاک موج سیل تا پیراہن دیوانہ تھا

چونکہ دیوانہ کے جوش گریہ کی وجہ سے ویرانہ زیر و زبر ہو رہا تھا اس لیے سیلاب کی موج کا چاک گریبان دیوانہ کے پیراہن تک پہونچ گیا تھا۔ یعنی اس قدر رویا تھا کہ سیل اشک تا بہ زانو پہونچ گئی تھی۔

وصل مین بخت سیہ نے سنبلستان گل کیا　　رنگ شب تہ بندی دود چراغ خانہ تھا

شب وصل مین میرے بخت کی رسائی نے سنبلستان پیدا کر دیا تھا اسی کی وجہ سے رنگ چراغ خانہ کی تہ بندی معلوم ہوتا تھا گویا رنگ شب رنگ شب نہ تھا بلکہ وہ پھیلا ہوا دھوان تھا۔ جو شمع خانہ یا چراغ خانہ کی وجہ سے پریشان ہوا۔

موسم گل مین مے گلگون حلال میکشان　　عقد وصل دختر رز انگور کا ہر دانہ تھا

موسم گل مین مے گلگون میکشون کے لئے حلال ہو کیونکہ یہ حلال زادی ہے اسلیئے انگور کا ہر دانہ گویا کہ دختر رز کا عقد ہو چکا تھا پھر جب عقد ہو گیا تھا تو اس سے جو چیز پیدا ہوئی وہ یقیناً حلال ہے۔ میر تقی کا ایک شعر ہے

یہ دختر رز حرام زادی مُردار
مینا بازار کی ہے رہنے والی

انتظار جلوۂ کاکل مین ہر شمشاد باغ　　صورت مژگان عاشق صرف عرض شانہ تھا

اُس جلوۂ کاکل کے انتظار مین باغ کا ہر شمشاد عاشق کے مژگان کی طرح شانہ بننے کی تمنا

مین محو تھا یعنی چاہتا تھا کہ شانہ بن جاؤن اور اُس کے جلوہ کا کل تک رسائی ہو۔

حیرت اپنی نالۂ بیدرد سے غفلت بنی — راہ خوابیدہ کو غوغائے جرس افسانہ تھا

میری حیرت میرے اس نالہ کی وجہ سے جس مین درد شامل نہ تھا غفلت کی صورت مین آگئی یعنی اس کی گرانی بڑھ گئی گویا غوغاے جرس نے راہ خفتہ کے حق مین افسانہ کا کام دیا اور اس خواب کو اور سنگین بنا دیا مطلب یہ ہے کہ نالہ بھی مفید مطلب نہوا بلکہ اور ضد بن گیا۔

کو بوقت قتل حق آشنائی اے نگاہ — خنجر زہراب دادہ سبزہ بیگانہ تھا

اے نگاہ تونے جو مجھے قتل کیا یہ تو خوب کیا لیکن یہ تو بتا کہ وہ حق آشنائی کہان ہے جو مجھ مین اور تجھ مین تھا کیونکہ تو نے مجھے زہراب دادہ خنجر سے قتل کیا اور خنجر شایہ تھا سبزۂ بیگانہ سے تو گویا از راہ بیگانگی قتل کیا لہذا مجھے یہ کہنے اور پوچھنے کا حق ہے کہ وہ حقوق آشنائی کیا ہوے۔

جوش بے کیفیتی ہے اضطراب اے اسد — ورنہ بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ تھا

چونکہ اس مین بے کیفیتی ہے یعنی اس مین کوئی کیفیت نہین ہے اس واسطے باعث اضطراب ہے ورنہ دراصل بسمل کا تڑپنا لغزش مستانہ ہوتا۔ یعنی اس مین اگر کوئی خاص کیفیت ہوتی تو یہ بڑی لطیف چیز تھی۔

شکوۂ یاران غبار دل مین پنہان کر دیا — غالب ایسے گنج کو شایان یہی ویرانہ تھا

یاران کا شکوہ دل کے غبار مین پوشیدہ کر لیا ہے۔ اے غالب واقعی یہ ایک خزانہ تھا اور دراصل اس کو ایسے ہی ویرانے کی ضرورت بھی تھی۔

اے اسد رویا جو دشت غم مین حیرت زدہ — آئینہ خانہ ہجوم اشک سے ویرانہ تھا

اے اسد مین حیرت زدہ جو دشت غم مین رو دیا تو ہجوم اشک کی وجہ سے ویرانہ ایک آئینہ خانہ

بن گیا۔ پانی کی سطح کو آئینہ خانہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ بہترین اور مکمل تشبیہ ہے۔

فسانِ تیغ نازِ قاتلاں سنگِ جراحت ہے
دل گرم تپش قاصد ہے پیغام تسلی کا

سنگ فسان وہ پتھر جس پر دھار رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قاتلوں کی تیغ ناز کا سنگ فسان عاشق کیلئے سنگِ جراحت کا کام دیتا ہے سنگِ جراحت کی خاصیت ہے کہ وہ زخم کو خشک کرتا اور بھرتا ہے۔ اور دل گرم تپش گویا ایک قاصد ہے جو گرم روی سے چل رہا ہے اور پیغام تسکین لا رہا ہے۔

یک گام بیخودی سے لوٹیں بہار صحرا
آغوش نقش پا میں کیجیے فشار صحرا

ایک قدم حالت بیخودی میں چل کر صحرا کی بہار لوٹیں اور آغوش نقش پا میں پورے صحرا کو لیکر دبا دیں۔

اے آبلہ کرم کر یاں رنجہ اک قدم کر
اے نورِ چشم وحشت اے یادگار صحرا

اے آبلے اے نور چشم وحشت اے یادگار صحرائے جنون آمیرے قدم میں آ اور قدم رنجہ کر کے مجھے ممنون منت کر۔

دیوانگی اسد کی حسرت کش طرب ہے
در سر ہوائے گلشن در دل غبار صحرا

اسد کی دیوانگی کو طرب اور خوشی کی حسرت اور تمنا ہے اس کے سر میں گلشن کی ہوا ہے اور دل میں صحرا کا غبار یعنی خواہش بھری ہوئی ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ آزادانہ صحرا گردی کرے جو اس کی عین خوشی اور مسرت ہے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردوں کو کیا رام کیا
رشتۂ چاک جیب دریدہ صرف قماش دام کیا

ہمارا صیاد خود وحشی بنا اور اس نے ہم وحشیوں کو اپنا مطیع بنا لیا۔ چونکہ وہ وحشی تھا لہذا اس نے گرفتار کرنے کی ترکیب بھی ایسی ہی سوچی کہ چاک جیب دریدہ کا رشتہ

پوشاک وام مین صرف کیا۔

عکس رُخ افروختہ تھا تصویر بہ پشت آئینہ

شوخ نے وقت حُسن طرازی تمکین سے آرام کیا

اس کا دیکھا ہوا اور روشن رخسارہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پشت آئینہ پر تصویر معلوم ہوتی
ہے گویا اس شوخ نے اپنی حُسن طرازی کے وقت تمکین کو چھوڑ دیا تھا۔

مُہر بجائے نامہ لگائی بر لب پیک نامہ رسان

قاتل تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام دیا

میرے قاصد کو اس نے خط تو نہ دیا مگر اس کے لب پر مہر لگا دی قاتل تمکین سنج نے
اس اشارے سے گویا کہ خاموش رہنے کا پیغام بھیجا ہو۔

شام فراق یار مین جوش خیرہ سری سے ہم نے اسد

ماہ کو در تسبیح کواکب جائے نشین امام کیا

اے اسد ہم شام فراق یار مین اختر شماری کرتے وقت اپنی خیرہ سری کے جوش مین
یہ سمجھے کہ تسبیح پڑھ رہی ہین اور اس تسبیح مین چاند امام ہے باقی اور ستارے دانے ہین

عیادت سے اسد مین بیشتر بیمار رہتا ہون   سبب ہے ناخن دخل عزیزان سینہ خستن کا

اے اسد مین اپنے ان عزیزون سے جو میری عیادت کے لئے آتے رہتے ہین اور
بھی زیادہ بیمار رہتا ہون تو یا دخل عزیزان ایک ناخن ہے جو بہت زیادہ میری
سینہ خراشی کرتا ہے۔

تشنج ترسا بچہ و ناز شہادت مت پوچھ   کہ نگاہ گوشہ بہ پرواز پر تیر آیا

ایک ترسا بچہ کا عشق اور اسیر شہادت کا ناز۔ کیا اس افتخار کی حالت پوچھتا ہو۔ یوں سمجھ کہ گوشہ کلاہ پرواز پر تیر کی بلندی پر جا پہونچا۔ یعنی انتہائی سربلندی حاصل ہوئی۔

اے خوشا ذوقِ تمنائے شہادت کہ اسد بے تکلف بسجودِ خمِ شمشیر آیا

اے اسد تمنائے جوش شہادت کا مجکو کتنا ذوق و شوق تہا کہ بے تکلف خم شمشیر کے سجدہ کرنے کے لئے آگیا۔

سیر آنسوئے تماشا ہے طلبگاروں کا خضر مشتاق ہے اس دشت کے آواروں کا

تیرے طلب گاروں کا مقام سیر وہ ہے جو آنسوے تماشا آباد ہے خضر اُس جنگل کے آواروں کی ملاقات کا مشتاق اور آرزومند ہے۔ سیر آنسوے تماشا کیسی ہی ترکیب اور ویسی ہی ثقیل ہے جیسے کہ عدم سے پرے۔

داد خواہ تپش و مہر خموشی بر لب کاغذ سرمہ ہے جامہ ترے بیماروں کا

تپش کی داد خواہی کرنا چاہتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ خموشی کی مُہر لب پر لگی ہوئی ہے کچھ کہہ سکتے نہیں ہیں تو اس حالت میں اُن کا جامہ کاغذی جو دادخواہی کا نشان ہے گویا کاغذ سرمہ بن گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سرمہ خاموش کر دیتا ہے۔

وحشت نالہ بہ واماندگی وحشت ہے، جرس قافلہ یاں دل ہے گرانباروں کا

چونکہ وحشت واماندہ ہوگئی ہے اس لئے اب نالہ کی وحشت اُنپر سوار ہے گویا گرانباروں کا دل جرس قافلہ ہے کہ وہ واماندگی وحشت نالہ میں گرفتار رہتے ہیں۔

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے رنگ اڑتا ہے گلستاں کے ہواداروں کا

وہ ظالم پھر چمن کی طرف آرہا ہے۔ خدا معلوم اب کیا گل کھلائے گا۔ خیر خواہان گلشن کا رنگ اڑا جاتا ہے کہ دیکھئے اب کیا ہوگا۔

جلوہ مایوس نہیں دل نگرانی غافل چشم امید ہے روزن تری دیواروں کا

اے غافل دل نگرانی کی ضرورت نہیں وہ جلوہ کچھ پابوس نہیں ہے کیونکہ تیری دیوار کا روزن تک چشم بینا کا کام کرتا ہے اس طرح سے میرا انتظار پابوس جلوہ نہیں ہے۔

اسد اے ہرزہ درا نالہ بہ غوغا تا چند   حوصلہ تنگ کرے بے سبب آزاردن کا

اے ہرزہ درا (بیہودہ گو) اسد یہ نالہ کرکے تو کیوں شور مچا رہا ہے اور کیوں غوغا کرکے اُن لوگوں کا جو بے سبب آزار ہیں حوصلہ تنگ کئے دیتا ہے۔

عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یاران رنگیں کا   نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمع بالیں کا

میری عیادت کرنے سے میرے یاران رنگین کا چونکہ بہت زیادہ دل ٹوٹا اور دل شیشہ کی مانند ہوتا ہے تو اب شمع بالین کا رشتہ تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے شیشہ میں بال پڑگیا ہو

بجائے غنچہ و گل ہے ہجوم خار و خس یاں تک   کہ ہے بخیہ دامن ہوئے ہے خندہ گلچین کا

فی زمانہ غنچہ و گل کی جگہ کوڑے کباڑ اور خار و خس کا ہجوم یہاں تک ہے کہ گلچین کا خندہ بخیہ دامن کے کام آرہا ہے یعنی دامن میں گل و غنچہ کی بجائے اس کا خندہ ہے یعنی دامن خالی گلچین میں قہقہے لگا رہا ہے۔

اُٹھا آستین ہے صبا ل روئے عرق آگین   چُنے ہے کہکشان خرمن سے مہ کے خوشہ پروین کا

اس کے روئے عرق آگین کا عرق آستین کو نصیب ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کہکشان خرمن ماہ سے پروین کے خوشے چن رہا ہو۔

اس شعر میں تین تشبیہیں ہیں۔ خرمن ماہ سے روئے یار کو اور کہکشان سے آستین اور پروین سے قطرہ ہائے عرق کو تشبیہ دی ہے خرمن ماہ مسلمات شعراء سے ہے پروین تارہا سے معروف ہے جو چھ کی تعداد آسمان پر نمودار ہوتے ہیں۔

اسد یا بے فطرت قدردان الفاظ و معنی ہیں   سخن کا بندہ ہوں لیکن نہیں مشتاق تحسین کا

اے اسد اہل دنیا الفاظ و معنی کے قدردان ہیں شعر و شاعری کا تو دل سے غلام ہوں مگر

تمکنت اور غرور کا مشتاق نہین ہون اور یہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا۔

وردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا   رشتۂ تسبیح تارِ جادۂ منزل ہوا

خدا کے نام کے ورد سے ہمکو بتون کا دیدار حاصل ہوگیا اس وردخوانی کے عالم مین جو تسبیح پڑھی اس کا تاگا ہمارے واسطے جادۂ منزل بن گیا۔

محتسب سے تنگ ہے از بسکہ کارِ میکشان   از زمین جو انگور نکلا عقدۂ مشکل ہوا

چونکہ محتسب کی ذات سے میکشون کا کام بہت تنگ ہے اس لئے درخت انگور مین جو انگور پیدا ہوا وہ ایسا عقدۂ مشکل بن کر رہ گیا یہ ظاہر ہے کہ انگور کو عقدۂ مشکل کہنا کسقدر لطیف ہے

وقتِ شب اُس شمع رو کے شعلۂ آواز پر   گوشِ نسرین عارضان پروانۂ محفل ہوا

کل رات اس شمع رو کی آواز کے شعلہ پر ان معشوقون کا عارض جو نسرین کی طرح گوش رکھنے والے ہین پروانۂ محفل بن گیا یعنی اس کی آواز سن کر بڑے بڑے حسین قربان ہوگئے۔

عیب کا دریافت کرنا ہے ہنرمندی اسے   نقص پر اپنے ہوا جو مطلع کامل ہوا

اپنے عیب کا دریافت کر لینا بھی ہنر ہے یہ سمجھئے کہ جو شخص اپنے نقص پر اور اپنے عیب پر مطلع ہوگیا۔ وہ شخص بڑا کامل ہوگیا۔

اے جنون [illegible] شدت سے حوصلۂ پا   جو اشک گرا خاک مین ہے آبلۂ پا

درماندگی اور کاہلی نے ہمارے [illegible] حوصلۂ پا کو پست کر دیا ہے اور اب یہ حالت ہے کہ جو آنسو آنکھ سے گرتا ہے وہ پاؤن کا ایک آبلہ بن جاتا ہے اور برابر ہمت پست ہوتی چلی جاتی ہے

منزل آفت ہے تو صحرائے طلب دور   جو خط ہے کف پا پہ سو ہے سلسلۂ پا

ہستی کی منزل سے صحراے طلب بہت دور ہے یون سمجھو کہ کفِ پا کے اوپر جو خط ہے وہ پاؤن کے لئے ایک زنجیر ہے کہ چلنے سے روکتا ہے۔

دیدار طلب ہے دلِ وا ماندہ کہ آخر
نوکِ سرِ مژگان سے رقم ہو گلۂ پا

میرے تھکے ہوے اور وا ماندہ دل کو دیدار کی خواہش ہے مین چاہتا ہون کہ آخر کار میری شکستہ پائی کا گلہ میری نوکِ مژگان سے لکھا جاسے تاکہ ادا فہم لوگ اس اشارے کو سمجھ لین اور معلوم کر سکین کہ میرے دل مین کیا حسرتین تھین۔ اس قسم کے شعر متقدمین بہت کہتے تھے چنانچہ مرزا ہی کے دو شعر یہ ہین ؎

مدفنِ عاشق سے اگتی ہے جو کوسون تک حنا
کس قدر یا رب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا

آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا
تجھ پہ کھل جاوے کہ مجھکو حسرتِ دیدار ہے

آیا نہ بیابانِ طلب کام و زبان تک
تبخالۂ لب ہو نہ سکا آبلۂ پا

میری طلب کا بیابان جو میرے دل مین پوشیدہ ہے وہ ہمیشہ دل ہی مین مستور اور منزوی رہتا ہے کبھی دل سے زبان تک نہین آتا یعنی اس کا گلہ یا بیان کبھی میری زبان تک نہین آتا جیسے کبھی پاؤن کا آبلہ تبخالۂ لب نہین بنتا ہے۔

فریاد سے پیدا ہے اسد گرمیِ وحشت
تبخالۂ لب ہے جرسِ آبلۂ پا

اے اسد میری گرمیِ وحشت میری فریاد سے ظاہر ہو رہی ہے جس سے میرے لب پہ چھالے پڑ گئے ہین گویا کہ میرے لبون کے چھالے آبلۂ پا کے جرس ہین کہ ان سے ان کی گرمی کا حال کھلتا ہے۔

بسکہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا
صفحۂ نامہ غلافِ بالشِ پر ہو گیا

چونکہ میرا کبوتر نامہ بر رسائیِ منزلِ مقصود سے عاجز ہو کر گر پڑا تو وہی خط کا کاغذ جو اس کے پاس تھا اس کے تکیۂ پر کے لئے غلاف بن گیا۔ اور اب تو وہ صرف ایک بالشِ پر کی صورت رکھتا ہے۔

صورتِ دیبا تپش سے میرے غرقِ خون ہے آج　　خارِ پیراہن رگِ نشتر کو نشتر ہو گیا

صورت دیبا وہ صورتین یا نقوش جو کپڑون پر بنائے جاتے ہین مطلب یہ ہے کہ میرے لباس کے کپڑون پر جو پھول پتیان بنی تھین وہ میری تپش سے تمام خون مین ڈوبی ہوئی ہین گویا کہ میرا خار پیراہن یعنی میری بیتابی رگ نشتر ان جیسی انکے لئے نشتر بن گئی ہین۔

بسکہ آئینہ نے پایا گرمیٔ رخ سے گداز　　دامنِ تمثال مثلِ برگِ گل تر ہو گیا

آئینہ مین محبوب کی تصویر تھی جس کی گرمیٔ رخسار نے آئینہ کو پگھلا دیا اور اس گداز سے تصویر کا دامن اس طرح بھیگ گیا جیسے پھول کی پتیان تر ہو جاتی ہین۔

شعلۂ رخسار تحیر سے تری رفتار کے　　خارِ شمع آئینۂ آتش مین جوہر ہو گیا

اے شعلۂ رخسار تیری رفتار کے تحیر سے خار شمع یعنی شمع کی بتی یا رشتۂ شمع آئینۂ آتش کے لئے جوہر بن گیا ہے گویا تیرے شعلۂ رخسار کا یہ اثر ہے کہ شمع کا خار آئینۂ آتش یعنی آتش مین جوہر بن گیا ہے۔

بسکہ وقتِ گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار　　دامن آلودۂ عصیان گران تر ہو گیا

ندامت عصیان سے گریہ کرنے کے وقت جو تیرہ کاری کا غبار دل سے نکلا اس سے اس دامن مین جو عصیان کی وجہ سے صرف تر تھا۔ اب اور بھی گرانی پیدا ہو گئی پہلے صرف تری اور نمی تھی اب گرانی بھی پیدا ہوگئی اور یہ شعر صادق ہو گیا ؎

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

حیرت اندازِ رہبری عنانگیر ہے اسد　　نقشِ پاے خضر یان سدِّ سکندر ہو گیا

رہبر یا رہنما کے انداز کی حیرت میری عنانگیر ہے یعنی مجھے روک رہی ہے نقش پاے خضر میرے واسطے سد سکندر کا کام دے رہا ہے اور مین بہکنے سے عاجز ہون۔

گرفتاری میں فرمان خط تقدیر ہے پیدا — کہ طوق قمری از ہر حلقۂ زنجیر ہے پیدا

گرفتار ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ گرفتاری فرمان خط تقدیر سے ہوئی ہے اور ہر حلقۂ زنجیر سے قمری کے طوق کی تصویر نظر آتی ہے یعنی زنجیر کی خلقت اور آفرینش ہی اسبات پر مبنی تھی کہ قمری کو گرفتار کرے اور قمری کا طوق بنے۔

زمین کو صفحۂ گلشن بنایا خون چکانی نے — چمن بالیدنی ہا از رم نخچیر ہے پیدا

شکار زخم خوردہ جو رم کر رہا اور بھاگ رہا ہے اُس سے خون ٹپکتا جا رہا ہے اور یہی خون کے قطرے جو ٹپکتے جا رہے ہیں وہ گل کی صورت ہیں ان سے زمین صفحۂ گلشن بنتی جاتی ہے تو گویا رم نخچیر نشو ونماے چمن کا ترجمان ہے اور اُسی سے نشو ونماے چمن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

مگر وہ شوخ ہے طوفان طراز شوق خونریزی — کہ در بحر کمان بالیدہ موج تیر ہے پیدا

شاید وہ شوخ خونریزی کے شوق کا طوفان اٹھا رہا ہے کہ کمان کے دریا میں موج تیر میں برابر تلاطم اور بالیدگی پیدا ہوتی جاتی ہے

نہیں ہے کف لب نازک پہ فرط نشہ سے — لطافت ہاے جوش حسن کا سر شیر ہے پیدا

اس کے لب نازک پر جوش نشہ سے جو کف آ رہے ہیں اُن کو کف نہ سمجھنا چاہئے بلکہ حسن کے جوش کی لطافت سے یہ بالائی کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

عروج نا امیدی چشم زخم چرخ کیا جانے — بہار بے خزاں از آہ بے تاثیر ہے پیدا

چشم زخم چرخ کو نا امیدی کے عروج کا حال کیا معلوم۔ وہ کیا جانے کہ نا امیدی کا عروج کیونکر ہوتا ہے۔ اگر بہار بے خزاں دیکھنا ہے تو ہماری آہ بے تاثیر کو دیکھے۔

اسد جب عشق سے تسکین ریش فرسا ہوں روز و شب — بہ جرأت ہاے دل سے جوہر شمشیر ہے پیدا

اے اسد جس شوق سے ذرے روزن میں تپاں رہتے ہیں بالکل اسی طرح میرے زخموں میں جوہر شمشیر تپاں رہتا ہے۔

ہوا نہ مجھ سے بجز درد حاصل صیاد — بسان اشک گرفتار چشم دام رہا

صیاد نے مجھے گرفتار تو ضرور کیا مگر میری گرفتاری سے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوا بلکہ میں دام کی آنکھ (چشم دام حلقۂ دام) میں آنسو کی صورت سے رہا جس کا حاصل سوائے درد کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔

دل و جگر تف فرقت سے جل کے خاک ہوئے — ولے ہنوز خیال وصال خام رہا

میرا دل اور میرا جگر فرقت کی آگ سے جل کر خاک ہو گئے مگر پھر بھی خیال وصال جو ایک خیال خام تھا وہ اسی صورت سے آج بھی خیال خام ہے۔

دہان تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا — کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا

نہ معلوم مجھے کس کا دہان تنگ یاد آ گیا تھا کہ رات خواب میں بوسوں کا ہجوم میرے لبوں پر رہا اور شب بھر بوسے لیا کیا۔

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالب — خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

اے غالب کیا پوچھتا ہے کہ جدائی میں میرے شب و روز کیونکر گزرے تو سن کہ اس کے زلف و رخسار کا خیال دن رات مجھے رہا کیا۔ رخ کو صبح اور زلف کو شام سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے۔

سحر گر باغ میں وہ حیرت گلزار ہو پیدا — اڑے رنگ گل اور آئینہ دیوار چمن پیدا

صبح کے وقت اگر باغ میں وہ حیرت گلزار (معشوق) پہنچ جائے تو گل کا رنگ اڑ کر ایک آئینہ دیوار بن جائے یعنی اس کے جانے کا یہ اثر ہو کہ چمن میں حیرانی ہی حیرانی کا دور دورہ ہو۔

لگے گر سنگ سر پا یار کے دست نگاریں سے — بجائے زخم گل ہو وے بشوخی دستار پر پیدا

اگر یار کے دست نگاریں سے سر پر پتھر لگے تو زخم کی بجائے گل شوخی سے دستار کے اوپر پھول پیدا ہونے لگے یعنی پتھر لگنے سے پیدا ہوتا چاہئے زخم مگر اس کے دست نگاریں کا یہ اثر ہو کہ وہ زخم پھول کی صورت میں نمودار ہو۔

کرے گر عرض سنگینی کہسار اپنی بیتابی — رگ ہر سنگ سے نبض دل بیمار ہو پیدا

اگر کوہ کی سنگینی سے میں اپنی بیتابی کا اظہار کروں تو ہر پتھر سے ایک نبض دل بیمار پیدا ہو جائے۔ رگ سنگ سے مراد وہ لکیریں جو پتھر میں [illegible] بہت ہی عمدہ شعر کہا ہے اگرچہ مراعات لفظی زیادہ ہے مگر مراعات اس خوبی سے آ جائیں تو حسن شعر ہیں ورنہ کچھ نہیں۔

بہ سنگ شیشہ توڑوں ساقیا پیمانہ پیماں کا — اگر ابر سیہ مست سے کہسار ہو پیدا

اے ساقی میں اپنے عہد و پیمان کا پیمانہ آج ہی سنگ شیشہ سے [illegible] توڑتا ہوں اگر ابر سیہ مست کہسار کی طرف سے [illegible] کی طرح [illegible] ہوا آئے۔

اسد مایوس مت ہو گرچہ رونے میں اثر کم ہو — کہ غالب ہے کہ ہو از زاری بسیار ہو پیدا

اے اسد ناامید نہ ہو اگرچہ رونے میں اثر کم ہے لیکن بہت رونے سے [illegible] رونے سے ہی اثر پیدا ہو جاتا ہے اور یہاں غالب کا لفظ دو معنی [illegible] ہے۔ [illegible]

آفت آہنگ ہے کچھ نالۂ بلبل ورنہ — پھول ہنس ہنس کے گلستاں میں فنا ہوتا ہے

آفت آہنگ ۔ نقصان رساں [illegible] ہوتا ہے

بہت [illegible] ہو کہ بلبل کے نالے سے [illegible]

ہیں اور گل ان کو دیکھ کر [illegible]

کہ اگر اس کی خوشی پر ناز بلبل کے ملال کا اثر پڑ جاتا تو وہ ہنس ہنس کر فنا ہو جاتا یعنی دنیا میں صرف خوشی ہی سے کام نہیں چلتا بلکہ ملال بھی ایک گونہ کام کرتا ہے۔

کاش نا قدر نہ ہوتا ترا انداز خرام　　　میں غبار سر داماں فنا ہو جاتا

تیرا انداز خرام نا قدر ہے اور اگر کاش یہ نا قدر نہ ہوتا تو میں داماں فنا کا غبار ہو جاتا یعنی فنا ہو جاتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس بات کی امید ہوتی کہ تیرا خرام ناز کبھی میرے پامال کر دینے کی طرف راغب ہوگا تو میں فنا ہو جاتا۔ مگر یہ بھی امید نہیں ہے اس لئے میں ابتک خاک سر داماں فنا نہیں ہوا۔

یک شب فرصت ہستی ہے اک آئینۂ غم　　　رنگ گل کاش گلستاں کی ہوا ہو جاتا

رنگ گل تو شاعر کے نزدیک صرف ایک شب کی فرصت ہے اور ایسا ہی اکثر ہوتا بھی ہے کہ پھول شام کو کھلتے اور صبح کو مرجھا جاتے ہیں اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ یہ یک شبہ ہستی کی فرصت فرصت نہیں ہے بلکہ غم کا ایک آئینہ ہے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ رنگ گل گلستاں کی ہوا ہوتا۔ ہوا میں کچھ قیام تو ہے رنگ گل کو اتنا بھی قیام نہیں یا یہ کہ اگر رنگ گل ہوا ہوتا تو یہ اتنے افسوس کی صورت نہ تھی اس میں تو گویا قیام کی صورت ہی نہیں ہے اور یہ یک شبیہ صورت قیام تو اور بھی باعث زحمت و تکلیف ہے۔

مستقل مرکز غم پہ بھی نہیں تھے ورنہ　　　ہم کو اندازۂ آئین وفا ہو جاتا

مصیبت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ غم میں بھی مبتلا نہیں رہتے اگر ایسا ہوتا تو کم سے کم ہم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ آئین وفا کیا ہے اور کس قدر غم و رنج اس میں اٹھانا پڑتا ہے مگر افسوس کہ ایسا بھی نہیں ہے۔

دست وحشت ہے مرا خشت بدیوار فنا　　　گر فنا بھی میں نہ ہوتا تو فنا ہو جاتا

میرا دست وحشت فنا کی دیوار کی ایک اینٹ ہے یعنی میری تعمیر ہی فنا پر ہوئی ہے لہذا اگر میں فنا بھی نہ ہوتا تب بھی فنا ہونا لازمی تھا۔ وہ چیز جس کی تعمیر ہی فنا کے سبب

ہو وہ اگر ظاہری طور پر فنا کبھی نہ ہو تب بھی اس کو فنا ہی سمجھنا چاہیئے۔

حسرت اندوزیٔ اربابِ حقیقت مت پوچھ   جلوہ اک روز تو آئینہ نما ہو جاتا

جو لوگ اپنے آپ کو اربابِ حقیقت کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیا اُن کی حسرت اندوزی کا حال پوچھتا ہے وہ لوگ بالکل محروم ہیں کاش جلوہ حقیقت ایک روز تو دیکھ سکتے مگر افسوس کہ ان کو تو کبھی جلوہ دیکھنا نصیب ہوا ہی نہیں ہے۔

غزل مندرجہ ذیل اگرچہ دو مختلف قدیم بیاضوں میں مرزا غالب ہی کے نام سے ملتی ہے مگر جہاں تک میرا خیال ہے یہ غزل میں نے کہیں کسی اور کے نام سے بھی دیکھی ہے اور حقیقت یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ اس میں مرزا غالب کا رنگ بالکل نہیں ملتا شاہ ظفر کے رنگ سے ملتی جلتی ہے جس کی ایک خوش عقیدہ یہی تعبیر کر سکتا ہے کہ شاید مرزا نے کبھی بادشاہ کی فرمائش سے یہ غزل لکھی ہو۔ اور وہ انھیں کے پاس رہ گئی ہو اور انھیں کے نام سے لوگوں نے سنی ہو بہرحال غزل یہ ہے۔ اگر حقیقتاً یہ غزل مرزا غالب ہی کی ہے تو کمال ہے ان لوگوں کو خصوصیت سے داد دینی چاہئے جو کہتے ہیں کہ مرزا اس رنگ پر قادر نہیں تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے در اصل اپنے واسطے ایک جداگانہ روش نکال لی تھی اور وہ بہر مجبوری کے ساتھ قائم تھے۔

یا مجھے شبنم گریاں ہی بنایا ہوتا   ورنہ یا رب گل خنداں ہی بنایا ہوتا

اے خدا یا تو نے مجھے شبنم گریاں بنایا ہوتا اور اگر ایسا نہیں منظور تھا تو گل خنداں بنایا ہوتا۔

بہر صورت میری یہ صورت ہوا سبب ہے کہ نہ گل خنداں ہوں اور نہ شبنم گریاں ہوں میرے لیے باعث زحمت ہے۔

داغ پر داغ اگر دیکھے جلانا تھا تجھے   یک قلم صحرا غاں ہی بنایا ہوتا

جیسے کہ مجھے اب داغ پر داغ دیکر جلایا جا رہا ہو اگر یہی صورت منظور تھی تو اس سے بہتر یہ تھا کہ مجھے سرو چراغان بنا دیتا۔ سرو چراغان پھر بھی ایک زینت کی چیز تو ہے اور میں تو کچھ بھی نہیں۔

ان کو مطلب تھا اگر میری پریشانی سے سر بسر زلف پریشان ہی بنایا ہوتا

اگر ان کو یہی منظور تھا کہ میں پریشان رہوں تو کاش زلف پریشان بنا دیتے کہ میری پریشانی کچھ ان سے نسبت تو رکھتی۔

مجکو دنیا میں سیہ بخت اگر رکھنا تھا رنگ خال رخ خوبان ہی بنایا ہوتا

اگر مجکو سیہ بخت ہی رکھنا تھا تو معشوقوں کے خال کا رنگ بنانا چاہئے تھا کہ کچھ فائدہ ہوتا۔ اور میں بھی محظوظ ہوتا یا میری قدر ہوتی۔

تھا جو حیران مجھے اس شکل سے رکھنا منظور صاف آئینہ حیران ہی بنایا ہوتا

اگر حیران ہی رکھنا تھا تو کیا ضرورت تھی کہ یوں حیران رکھا گیا ایک آئینہ بنا دیا ہوتا کہ کسی بزم عشرت میں پہونچتا یا معشوقوں کے ہاتھوں تک رسائی ہوتی۔

اگر خوشی تیری یہی تھی کہ رہوں نالان ہووے تو مجھے بلبل بستان ہی بنایا ہوتا

اگر تیری یہی خوشی تھی کہ میں نالان رہوں تو مجھے بلبل چمن بنا دیا ہوتا۔

ایک عالم کی جو آنکھوں سے گرانا تھا اشک کاش کے گوہر غلطان ہی بنایا ہوتا

اگر عالم کی نظر سے گرانا منظور تھا تو اشک نہ بناتا۔ اشک کی صورت کی دوسری چیز بھی ہوتی ہے یعنی گوہر غلطان بنا دیا ہوتا تاکہ حسینوں تک رسائی ہو جاتی۔

چاک زخم گل سے ہے رنگ تبسم بھی عیان بلبلون کی سینہ نا کارہ کا حاصل کیا ہوا

زخم گل کے چاک سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بلبل کے جذب دل کا اثر پڑا ہے

اس لئے مطمئن ہیں مگر کیا وہ لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہی چیز جسے چاک زخم سمجھا ہے یہ تبسم سے بھی ملتا ہے اور ممکن ہے کہ یہ سراسر تبسم ہی ہو۔ ایسی حالت میں کوئی بتائے کہ بلبلوں کی سعی ناکارہ کا کیا فائدہ ہوا۔

عمر سب بتخانے میں نذر پرستش ہو گئی	اب ہوا بھی تو خیال حق و باطل کیا ہوا

اس شعر کی شرح گویا حکیم مومن مرحوم نے کی ہے جو بہت مشہور و معروف ہے۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت میں کیا خاک مسلمان ہوں گے

مگر مرزا صاحب یہ فرماتے ہیں کہ تمام عمر تو بتخانے میں گزار دی اب اگر حق و باطل کا خیال کیا بھی تو کیا خیال کیا اور اس خیال سے فائدہ کیا ہوا۔

سایہ ساں افتادگی تھی ہجر بسمل کی دلیل	اے اسد زور آزمائی بازوئے قاتل کیا ہوا

بسمل کی سایہ کی مانند افتادگی اُس کی عاجزی کی دلیل تھی پھر آخر یہ کیا سبب ہے کہ اس پر بازوئے قاتل نے بھی زور آزمائی کی بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی۔

نازش سرمایۂ عالم تھا نظر دن میں ہی	ہمنوا آخر مرے پہلو سے وہ دل کیا ہوا

تمام دنیا میں اگر میرے لئے باعث نازش اور وجہ افتخار کوئی چیز تھی تو وہ ایک میرا دل تھا جو اب میرے پاس نہیں ہے اے ہمنشین تو مجھے بتا کہ آخر میرا دل کیا ہو گیا اسی مضمون کو دوسری مرتبہ صاف کر کے یوں کہا ہے۔

ہر طرح جو نازش سرمایۂ کونین تھا	کیا بتاؤں ہمنوا تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

یعنی مجھے جس پر ہر طرح افتخار اور ناز تھا اب اے ہمنشین کیا بیان کروں کہ اُس دل خون شدہ کی کیا حالت ہوئی اور وہ کیا ہو گیا۔

شب کہ سرگرم فغاں تھا دل نالاں میرا	جلتی تھی دیکھ کے غم شمع فروزاں میرا

رات کرب میں حالت کرب و اضطراب میں نالے کر رہا تھا اور بیتاب تھا تو میرے نالوں اور غموں کو دیکھ کر شمع فروزاں بھی غموں سے جل رہی تھی۔ اس زمین میں مرزا کے معاصرین میں سے بھی بعض لوگوں کی غزلیں موجود ہیں چنانچہ نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کی غزل کا یہ مطلع ہے ؎

صبح ہوتے ہی گیا گھر مہ تابان میرا
پنجۂ خور نے کیا چاک گریبان میرا

وحشیِ سوختہ اختر ہوں مرا حال نہ پوچھ
دور بھاگے ہے مجھے دیکھ بیابان میرا

میں ایک بد نصیب وحشی ہوں میری حالت کیا پوچھتا ہے وحشی کا گھر بیابان میں ہوتا ہے مگر میری سوختہ اختری اور وحشت کی وجہ سے میرا بیابان بھی مجھے دیکھ کے دور بھاگتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر وحشت کی اور کیا تاثیر ہو سکتی ہے۔

غیر تو اپنی جگہ ہیں جو کبھی میں چاہوں
خود مجھے بھی نہ ہو اندازۂ حرمان میرا

غیر سے مراد کوئی دوسرا شخص کوئی دوسری ذات ہے کہتے ہیں کہ بھلا غیروں کو میری حسرت و حرمان کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے غیر تو غیر اب تو حرمان و بد نصیبی کا یہ عالم ہے کہ اگر میں چاہوں تو مجھے بھی اندازہ حرمان نہیں ہو سکتا اور میں خود نہیں معلوم کر سکتا کہ کس قدر بد نصیب ہوں

چشمِ خونابہ فشاں آج نظر آتا ہے
شفقِ صبح کے دامن میں گریبان میرا

اے چشم خونابہ افشاں آج مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن میں ٹنکا ہوا ہے یعنی چشم خونابہ افشاں نے اس قدر خونابہ افشانی کی ہے کہ گریبان کس خون میں ڈوب گیا ہے اور اس وجہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا گریبان شفق صبح کے دامن میں ٹنکا ہے۔

[illegible] نہیں مانع سے بہتر ہے گریبان میرا

[illegible] ان کا غم ہے اے غالب میرا بیابان

یعنی چوں بیابان میں میں ہوں وہ بہر صورت باغ کی تر و تازگی سے اچھا ہے اس واسطے کہ باغ میں تو بہار کے بعد ہمیشہ خزاں کا خوف لگا رہتا ہے مگر یہاں بہار ہی نہیں ہے تو پھر کیوں خزاں کا خوف ہوگا۔

ردیف بائے تازی

بسکہ ہے میخانہ ویراں چوں بیابان خراب　　عکس چشم آہوے رم خوردہ ہے داغ شراب

چونکہ میخانہ بیابان غیر آباد کی طرح ویران ہو رہا ہے تو اب یہاں اگر کوئی شراب کا داغ دکھائی دیتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی آہوے وحشی رم کرتا ہوا گیا ہے اور حالت رمیدگی میں اُس کی آنکھ کا یہ عکس پڑا ہے۔

تیرگی ظاہری ہے طبع موزوں کا نشاں　　غافلاں عکس سواد صفحہ ہے گرد کتاب

یہ ظاہر کی تاریکی اور تیرگی طبع موزوں کا نشان ہے اے غافلو گرد کتاب گرد نہیں بلکہ سواد صفحہ کا عکس ہے جو دلیل کمال ہے۔

یک نگاہ صاف صد آئینہ تاثیر ہے　　ہر رگ یاقوت عکس خط جام آفتاب

ایک نگاہ صاف سو تاثیروں کا آئینہ بن جاتی ہے دیکھو رگ یاقوت یعنی وہ خط جو یاقوت پر ہیں جام آفتاب کے خط عکس ہیں یعنی جام آفتاب چونکہ نگاہ صاف رکھتا ہے لہذا اس کا اثر بھی یاقوت پر ویسا ہی پڑتا ہے یہ ظاہر ہے کہ معدنیات کی پرورش حرارت آفتاب سے ہوتی ہے۔

ہے عرق افشانی سے ادہم تسکین یار　　وقت شب اختر گنے ہے چشم بیدار رکاب

میرے دوست کا رہوار خشکی جو چلنے کی وجہ سے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہے اس سے [...]رہے ہیں وہ گویا ستارے ہیں اور اس میں رکاب حلقہ چشم ہیں تو گویا [...]رکاب رات کے وقت اختر شماری کر رہی ہے۔

ہو شوقِ سوختگی کی آگ کی بالیدگی　　ہو جہاں اختر فلک پہ قطرۂ شبنم کباب

اس کی [illegible] شفق [illegible] سوختگی کی آگ کی بالیدگی اور بڑھ کر ہوئی اور ہر ستارہ [illegible] اس آگ کے بھڑکنے سے کباب ہو گیا اور اس کا [illegible] قطرے ہیں۔

شب تھا نظارگی [illegible] کا لطف آ　　گر گیا بام فلک سے صبح طشت ماہتاب

[illegible] کا تماشا دیکھ رہا تھا صبح کو وہی [illegible] اس کا [illegible] بام فلک [illegible] طشت [illegible] ہو جانا۔

ہو رہا [illegible] بلبل خستہ　　رنگ گل آتشکدہ ہو زیر بال عندلیب

[illegible] بال عندلیب [illegible] ہے وہ گویا اس نے اپنے پروں کے نیچے [illegible] ہو گا۔

[illegible] ہے نظر　　مصرع سرو چمن ہو حسب حال عندلیب

[illegible] کی شان [illegible] سرو چمن ایک مصرع [illegible] ایک عاشق [illegible] اور مصرع سرو [illegible]

[illegible] گل　　[illegible] ہو بال عندلیب

[illegible] ہے کہ بلبل کے بادو [illegible] اور [illegible] گل [illegible] کرنا [illegible]

[illegible]

[illegible] مہ جبینی یار　　گردش [illegible] ہو وبال عندلیب

ایک ہم ہین کہ ہماری عمر کی عمر اس مین صرف ہو گئی کہ بہار حسن دیکھ رہے ہین اور ایک عندلیب ہے اسکے ماہ و سال پلٹتے رہتے ہین کبھی خزان ہوتی ہے اور کبھی بہار ہوتی ہے اور پھر ابر رنگ چمن اسی طرح گردش کرتا رہتا ہے۔

منع مت کر حسن کی ہم کو پرستش سے کہ ہو — بادۂ نظارۂ گلشن حلال عندلیب

آخر کیا سبب ہے کہ تو ہم کو حسن کی پرستش سے منع کرتا ہے تجھکو منع نہ کرنا چاہیے اسواسطے نظارۂ گلشن کی شراب عندلیب کے واسطے حلال ہے اور اس بادہ کشی مین وہ کسی طرح مجرم نہین ہے۔

ہے مگر موقوف بر وقت دگر کار اسد — اے شب پروانہ و روز وصال عندلیب

ایک وقت پر اسد غریب کا کام بھی موقوف ہے کسی نہ کسی وقت وہ بھی ہو ہی جائیگا اے پروانہ کی شب عیش اور اے عندلیب کے روز وصال ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

ردیف تائے فوقانی

جاتا ہون جدھر سب کی اٹھتی ہے ادھر انگشت — یکدست جہان مجھسے پھرا ہے مگر انگشت

میری حالت آج کل یہ ہے کہ جہان مین جاتا ہون جدھر جاتا ہون سب میری طرف انگشت نمائی کرتے ہین گویا کہ سارا جہان مجھ سے برگشتہ ہو گیا ہے میری ساتھی صرف انگشت رہ گئی ہے۔

مژگان کی محبت مین جو انگشت نما ہون — لگتی ہے مجھے تیر کے مانند ہر انگشت

چونکہ مین عاشق مژگان ہون اور مژگان مشابہ ہے تیر سے اس لئے آج جو میرے اوپر انگشت نمائی کی جاتی ہے تو اسی عشق مژگان کے اثر سے ہر انگشت مجھے تیر کے مانند معلوم ہوتی ہے

ہر غنچۂ گل صورت یکقطرۂ خون ہے — دیکھا ہے کسیکا جو حنا بستہ سر انگشت

ہر پھول کی کلی میری نظر مین ایک قطرۂ خون معلوم ہوتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ مین کسی کی انگشت حنا بستہ دیکھ چکا ہون گویا وہ انگشت حنا بستہ اس قدر میری نگاہ مین بس گئی ہے کہ اب ہر طرف وہی مجکو نظر آتی ہے۔ اور ہر غنچۂ گل مین وہی صورت دیکھتا ہون۔

گرمی ہو زبان کی سبب سوختن جان ہر شمع شہادت کے لئے سر بسر انگشت

شعلۂ شمع کو شعرا زبان شمع کہا کرتے ہین اس لئے مصنف کہتا ہو کہ گرمی زبان سبب بن جاتی ہو جان کے جلنے کا اور میری اس بات کی گواہی دینے کے لئے شمع ایک انگشت ہے جو برابر اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ بیشک گرمی زبان باعث سوختگی جان ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ شمع بلحاظ زبان گرم زبان ہے اور اسمین سوختگی جان موجود ہے۔

خون دل مین جو باقی نہین سر کے تعجب کیا جون ماہی بے آب تڑپتی ہو ہر انگشت

پہلے معشوقون کی انگلیان میرے خون دل مین رنگین ہوتی تھین اور اب میرے دل مین خون نہین رہا اس لئے اُن کی انگلیان مثل ماہی بے آب کے تڑپتی ہین ایسا ہی ایک شعر ہے غالب

خون ہے دل خاک مین احوال بتان پر یعنی
اُنکے ناخن ہوے محتاج حنا میرے بعد

شوخی تری کہدیتی ہے احوال ہمارا راز دل صد پارہ کی ہے پردہ در انگشت

تیری شوخی ہمارا تمام حال ظاہر کردیتی ہے گویا کہ تیری انگشت راز دل صد پارہ کی پردہ در ہے اور راز کا پردہ برابر فاش کر رہی ہو یعنی تیری انگلیان جو خون مین ڈوبی ہوئی ہین لوگ اُن کو دیکھتے ہین اور اندازہ کر لیتے ہین کہ ہمارا کیا حال ہے

کس تیرہ مین باریکی و نرمی ہے کہ جون گل آتی نہین غنچہ مین بس اُسکے نظر انگشت

یہ ایک غلو کا شعر ہے فرماتے ہین کہ نہ معلوم انگشت یار کس قدر نازک اور باریک
و ترم ہے کہ گل کی طرح اس کے پنجہ مین کہین انگلیان نظر ہی نہین آتین۔

چشم بند خلق جز تمثال خود بینی نہین   آئینہ ہے قالب خشت در و دیوار دوست

تمثال خود بینی یعنی خود بینی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ دنیا کی آنکھین بند کر دیتی ہے
اور اسی وجہ سے دوست کا جلوہ اُن آنکھون سے مستور و مخفی رہتا ہے مستور و مخفی رہنے
کے لئے ضرورت ہے حجابات کی جو دیوار و در ہین اور در و دیوار تیار ہوتے ہین اینٹون
سے اینٹین بنائی جاتی ہین سانچے مین۔ لہذا ان در و دیوار کے واسطے بھی جنھون نے
جلوہ دوست کو چشم دنیا سے مخفی اور مستور کر رکھا ہے اینٹین چاہئین تو یاد رکھنا
چاہیے کہ وہ اینٹین جن سے یہ در و دیوار تیار ہوتی ہین اُس آئینہ کے سانچہ مین
بنتی ہین جس سے خود بینی کی جاتی ہے یعنی خود بینی جلوہ دوست کو نظر خلق سے
پوشیدہ کر دیتی ہے۔

برق خرمن زار گوہر ہے نگاہ تیز یان   اشک ہو جاتے ہین خشک از گرمی رفتار دوست

یعنی نگاہ تیز ہمارے موتیون کے خرمن مین برق خاطف کا کام کرتی ہے یعنی دوست
کی گرم رفتاری سے آنسو خشک ہو جاتے ہین آنسوؤن کو موتیون سے تشبیہ دیتے ہین
اور یہ عام تشبیہ ہے۔

ہے سوا نیزے پہ اُسکے قامت نو خیز سے   آفتاب صبح محشر ہے گل دستار دوست

دوست کے دستار پر جو ایک پھول ہے وہ آفتاب صبح محشر ہے جو سوا نیزے کے
اوپر آگیا ہے اور سوا نیزہ گویا اس کا قد ہے۔

اے عدوئے مصلحت چندے بضبط افسردہ رہ   کردنی ہے جمع تاب شوخی دیدار دوست

اے مصلحت کے دشمن یعنی بیتاب نہ ہو ضبط کر اور حالت ضبط سے چند روز تک افسردہ
رہ کیونکہ تجلی شوخی دیدار دوست کی تاب جمع کرنے کی ضرورت ہے اگر تو بے صبر ہوگا تو پھر

شوخی دیدار دوست کی تاب لانا دشوار ہو جائے گا۔

لغزش مستانہ جوش تماشا ہے اسد آتش مے سے بہار گرمی بازار دوست

دوست کے حسن کی گرم بازاری آتش مے کے سبب سے ہے جس سے لغزش مستانہ اور جوش تماشا کا وجود ہوا ہو اور یہی دو نون چیزین حسن دوست کی گرم بازاری کا کام دے رہی ہین یعنی حسن ان دو نون کی وجہ سے چہار چند ہو گیا ہے۔

نہین اگر یہ کام دل خستہ گردون جگر خائی جوش حسرت سلامت

اگر آسمان ہمارے دل خستہ کے مقصد کے موافق گردش نہین کرتا۔ اگر وہ ہمارا درد مند اور غمخوار نہین ہے تو نہو کوئی غم نہین۔ ہمارے جوش حسرت کی غمخواری اور درد مندی ہمارے لئے مبارک ہو جو ہر وقت ہمارے حال پر عنایت فرماتی رہتی ہے۔ اصل نسخہ مین جگر خواہی ہے۔

دو عالم کی ہستی پہ خط وفا کھینچ دل و دست ارباب ہمت سلامت

دونون عالم کی ہستی پر خط وفا کھینچ دے اور ان کی کوئی اصل نہ سمجھ خدا کرے ارباب ہمت کا دل اور ہاتھ سلامت رہے یعنی وہ ہاتھ جو خط وفا کھینچتا ہو۔

نہ اورون کی سنتا نہ کہتا ہون اپنی سر خستہ دشوار وحشت سلامت

نہ اپنی کہتا ہون نہ اورون کی بات سنتا ہون۔ خدا کرے میرا سر جسے وحشت نے خستہ بنا دیا ہے سلامت رہے۔

وفور بلا ہے ہجوم وفا ہے سلامت ملامت ملامت سلامت

بلا کی زیادتی ہے اور وفا کا ہجوم ہے ملامت سلامت رہے کہ سلامت ملامت ہے

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت ز خود رفتگی ہائے حیرت سلامت

نہ سلامتی کی فکر ہے اور نہ ملامت کا ڈر ہے۔ میری حیرت از خود رفتہ ہو گئی ہے اور ان باتوں کی حدود سے گزر گئی ہے۔

اے غالب خستہ مغلوب گردون
یہ کیا بے نیازی ہے حضرت سلامت

اے حضرت غالب بیچارہ آسمان کے جور و ظلم کا شکار بنا ہے اور آپ اسکی فریاد نہیں سنتے اور داد کو نہیں پہونچتے آخر یہ کیا بے نیازی ہے

ردیف ثائے مثلثہ

ہے ہوس محمل بہ دوش شوخی ساقی بہست
نشہ ہے کے تصور مین نگہبانی عبث

ہوس ساقی مست کی شوخی پہ محمل باندھ کر رخصت ہو رہی ہے لہذا نشہ ہے کے خیال سے ساقی کی نگہبانی ایک فضول اور بیکار سی بات ہے۔

جبکہ نقش مدعا ہووے نہ جز موج سراب
وادی حسرت مین پھر آشفتہ جولانی عبث

یعنی جب حالت یہ ہے کہ نقش مدعا ہی اصل مین ایک سراب اور دھوکا ہے تو پھر کس امید پر حسرت کے جنگل مین دوڑے دوڑے اور مارے مارے پھرئیے اس سے کیا فائدہ ہے۔

دست بہم سودہ ہے مژگان خوابیدہ ہے
اے دل از کف دادہ غفلت پشیمانی عبث

اے افسردہ ہاتھ جو تو افسوس سے مل رہا ہے وہ بھی مژگان خوابیدہ کا کام دے رہے ہین غفلت تیرا دل ہاتھ سے لے گئی ہے اب کیا تو پشیمان ہو رہا ہے۔ ان مہمل باتون سے کیا نتیجہ ہے تیری پشیمانی بھی غفلت سے مشابہ ہے۔

تا ز لطف عشق با وصف توانائی عبث
رنگ ہے سنگ محک سے خود آئینائی عبث

یعنی توانائی ہوتے ہوئے عشق کے لطف کا ناز کرنا بالکل فضول اور بیکار بات

رنگ سنگ محک کی طرح ہے اُس رنگ پر شیشہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے سنگ محک کسوٹی کے پتھر کو کہتے ہیں جسپر سونے کے کھرے کھوٹے ہونے کا اندازہ کرتے ہیں۔ یعنی تیرے رنگ سے اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا کہ تو عاشق ہے سنگ محک پر بھی رنگ آجاتا ہے مگر اس سے وہ کوئی شیشہ نہیں بن جاتا۔ وہی پتھر کا پتھر رہتا ہے۔

تا خن دخل عزیزان بکقلیم ہو نقب ن پاسبانی طلسم گنج تنہائی عبث

جب دخل احباب و اعزا کا ناخن اس میں رخنہ انداز ہو رہا ہے پھر تنہائی کے طلسمی خزانے کی نگہبانی فضول ہے یعنی جب تک کہ عزیز و اقارب سے تعلقات جاری او وابستہ ہیں اُس وقت تک یہ دعوے کہ ہم گوشہ نشین ہیں بیکار ہیں اور خزانہ طلسم تنہائی کی حفاظت لا یعنی اور لاحاصل ہے۔

محمل پیمانۂ فرصت ہے بردوش حباب دعویٰ دریا کشی و نشہ پیمائی عبث

حباب کی صورت کیلئے معلوم ہوتا ہے کہ پیمانہ فرصت نے محمل سفر تیار کر رکھا ہے اور آمادہ وداع ہے۔ پھر اس صورت میں دریا نوشی و بادہ پیمائی کا دعویٰ بیکار اور فضول نہیں تو اور کیا ہے۔

طبع عاشق حال صد غلبۂ تاثیر ہے دل کو اے بیداد گر تعلیم خارائی عبث

عاشق کی طبیعت پر سو تاثیروں نے غلبہ کر رکھا ہے اور سیکڑوں طرح سے وہ متاثر ہو چکی ہے پھر اے ظالم تو اپنے دل کو بیکار سختی کی تعلیم دے مگر اس سے کیا فائدہ ہے۔

یک نگاہ گرم ہے چون شمع سر تا پا گداز پھر از خود رفتگان رنج خود آرائی عبث

ایک نگاہ گرم محبوب سر سے پاؤں تک شمع کی طرح گداختہ کر دے گی۔ پھر ان لوگوں کے لئے جو از خود رفتہ ہیں یہ خود آرائی اور اپنی زینت کرنا کس کام کا جہاں معشوق کی ایک تیز نگاہ پڑی اور یہ شمع کی طرح گداختہ ہو کر رہ گئے۔

قیس بھاگا شہر سے شرمندہ ہو کر سوئے دشت　　بن گیا تقلید سے میری یہ سودائی عبث

میری ہمسری اور ہمچشمی کرکے قیس غریب کو آخرکار شہر سے جنگل کی طرف بھاگنا پڑا خواہ مخواہ اس نے میری تقلید کی اور بیکار دیوانہ ہوا بھلا اس کو میری تقلید کی کیا ضرورت تھی۔

اے اسد بیجا ہے نازِ سجدۂ عرضِ نیاز　　عالمِ تسلیم میں یہ دعویٰ آرائی عبث

اے اسد سجدۂ عجز پر یہ غرور کرنا زیبا نہیں ہے اہلِ دل کا یہ کام نہیں عالمِ تسلیم میں دعویٰ بہت بُری اور فضول چیز ہے۔

ردیف جیم

معزولیٔ تپش ہوئی افراطِ انتظار　　چشمِ کشادہ حلقۂ بیرونِ در ہے آج

میرے انتظار کی افراط اور زیادتی میری تپش کے لئے باعثِ معزولی بن گئی ہے اور میری وہ آنکھ جو انتظار میں وا ہو کر رہ گئی ہے وہ دروازہ کے باہر کی زنجیر بن گئی ہے جس کی وجہ سے اب تپش داخل ہو ہی نہیں سکتی ہے چشمِ کشادہ کا حلقۂ در سے تشبیہ دینا نہایت ہی موزون اور مناسب ہے۔

حیرت فروشِ صد نگرانی ہے اضطرار　　ہر رشتہ پاکِ جیب کا تارِ نظر ہے آج

میری بیقراری سو انتظاروں کی حیرت فروشی کر رہی ہے یعنی آئینۂ صد انتظار بن گئی ہے اور وہ گریبان جس کو میں نے عالمِ بے قراری میں چاک کیا ہے وہ آج میرے تارِ نظر کا کام دے رہا ہے یعنی میری نظر کا تار گریبان کا تار بن گیا ہے۔

ہوں داغِ نیم رنگیٔ شامِ وصالِ یار　　نورِ چراغِ بزم سے جوشِ سحر ہے آج

میری شامِ وصال بھی آئی تو وہ بھی اپنے رنگ میں کامل نہیں اس کے اندر بھی ایک

یہ ہم ہنگی کا عالم ہے جو مجھے داغ دے رہا ہے اور پریشان کر رہا ہے چراغ بزم کے نور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن نکلنے والا ہے اور اب صبح کا اجالا ہو چلا ہے۔ لہذا رات اپنے رنگ مین کامل نہین۔

کرتی ہے عاجزی سفرِ سوختن تمام پیراہنِ خسک مین غبارِ شرر ہے آج

عاجزی میرے جلنے کے سفر کو تمام کر رہی ہے اور مجھکو جلائے دیتی ہے پیرہن کے لئے ایسی ہے جیسے تنکے کے دامن مین شرر کا غبار جا پڑے اور وہ غبار اس کے سفر سوختن کو تمام کر دے لفظ غبار محض سفر کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے۔

تا صبح ہے بہ منزلِ مقصد رسیدنی دودِ چراغ خانہ غبارِ سفر ہے آج

صبح کے وقت تک مجھے اپنی منزل مقصود پر پہونچنا ہے گھر کے چراغ کا دھوان مجھے غبار سفر معلوم ہوتا ہے منزل مقصود خواہ صبح کے ہونے ہی کو قرار دے لیجئے۔ خواہ موت کو کہ صبح تک مین تمام ہو جاؤن گا۔ اور اپنی زندگی کا سفر تمام کر دون گا۔

دور اوفتادۂ چمنِ فکر ہے اسد مرغِ خیال بلبلِ بے بال و پر ہے آج

اے اسد آج میرا مرغ تخیل چمن فکر سے دور پڑا ہے اور بے بال و پری کے عالم مین ہے یعنی آج مجھ سے کوئی فکر غزل نہین ہو سکتی۔

جنبشِ گلبرگ سے ہو گل کے لب کو اختلاج شبنم سے صبا ہر صبح کرتی ہے علاج

پھول کی پنکھڑیون کو جو جنبش ہوتی ہے وہ گویا گل کے لب کو اختلاج ہوتا ہے اور باد صبا جو ہر صبح پھول پر قطرہ شبنم گراتی ہے وہ گویا ہر صبح اس اختلاج کے لئے جوب کھلاتی ہے۔ اگرچہ محض خیالی مضمون ہو لیکن نہایت خوب کہا ہو۔

شاخِ گل جنبش مین ہے گہوارہ آسا ہر نفس طفلِ شوخِ غنچۂ گل بسکہ ہے وحشت مزاج

پھولون کی شاخ ہر وقت گہوارہ کی مانند ملتی رہتی ہے۔ اور یہ شاخ ہی [illegible]

یہ طفل شوخ غنچہ نہایت ہی وحشی مزاج ہو لہذا اُس کو سلانے کے لئے یہ سامان ہوتا ہے۔

سیر ملک حسن کر میخانہا نذر خمار **چشم مست یار سے ہی گردن مینا پہ باج**

میخانوں کو چھوڑ ان میں کیا دھرا ہے انہیں نذر خمار کرکے دیار حسن کی سیر دیکھ گردن مینا چشم مست معشوق کی فرمان بردار اور باجگذار ہو اور اُسکے سامنے کوئی چیز نہیں۔

گریہ ہاے بیدلاں گنج شرر در آستیں **قہرمان عشق میں حسرت سے لیتے ہیں خراج**

بیدلوں کے نالے جن کی آستین میں شرارے پنہاں ہیں یہ اپنے عشق کے قہرمان میں حسرتا سے ہمیشہ خراج وصول کرتے ہیں گنج شرر در آستین ہو واسطے کہا کہ آنسو ہمیشہ آستین سے پونچھے جاتے ہیں اس لحاظ سے گویا شراروں کا ایک خزانہ آستین میں پنہاں ہے حسرت سے خراج وصول کرنا حسرت سے فائدہ اٹھانا۔ یعنی بیدلوں کے نالے ہمیشہ اپنی حسرتوں سے متمتع ہوتے رہتے ہیں۔

ہے سواد چشم قربانی میں یک عالم مقیم **حسرت فرصت نے بخشا بسکہ حیرت کو رواج**

قربان ہونے والے کی آنکھ کی سیاہی میں ایک عالم نظر آتا ہے کیونکہ حسرت کی فرصت نے حیرت کو رواج دیدیا اور پھیلا دیا ہے لہذا اس کی آنکھوں میں ایک دنیاے حیرت نظر آتی ہے۔

اے اسد ہے مستعد شانہ کشی ہر زلف **پنجۂ مژگاں بخود بالیدنی رکھتا ہے آج**

اے اسد پنجہ کو آج نا مکمل نا زیبا اندیشہ ہے کیونکہ وہ زلف کے لئے آج سراپا شانہ بننے کے لئے تیار ہے پنجہ مژگان کو شانہ سے تشبیہ دینا بہت لطیف ہے۔

ردیف جیم فارسی

جنون آئینہ مشتاق یک تماشا ہے **ہمارے صفحہ پہ بال پری سے مسطر کھینچ**

آئینہ کا جنون ایک تماشا چاہتا ہے یعنی مشتاق ہے کہ کوئی اس کو دیکھے لہذا ہمارے آئینہ پر جو ایک صفہ سادہ کی صورت ہے چاہیئے کہ پری کے پرسے سطر کھینچا جائے تاکہ کم سے کم اس کو نظر آئے کہ کوئی حسین مجکو دیکھ رہا ہے۔

خمار منت ساقی اگر یہی ہے اسد دل گداختہ کے میکدے مین ساغر کھینچ

اے اسد ساقی کے احسانات کا اگر یہی خمار ہے تو اس جھگڑے کو چھوڑ اور اس شراب احسان سے جس کا خمار اتنا گران ہے بے نیاز ہوجا اور اپنے دل گداختہ کے شراب خانے مین ساغر پی اور اوسی پر قناعت کر

ایدل بناز وحشت جیب دریدہ کھینچ جون بوئے غنچہ یک نفس آرمیدہ کھینچ

اے دل گل کی مانند وحشت مین گریبان تار تار کے ناز نہ اٹھا بلکہ بوئے غنچہ کی طرح آرام کے ساتھ ایک ٹھنڈی اور راحت کی سانس لے یعنی اپنی دیوانگی کا اظہار نہ کر بلکہ غنچہ کا انداز اختیار کر

یک مشت خون ہی پرتو خور سے تمام دشت درد طلب بآبلۂ نادمیدہ کھینچ

سورج کی سنہری کرنون کے عکس سے تمام جنگل ایک مشت خون بن کر رہ گیا ہو لہذا تجکو بھی لازم ہے کہ آبلۂ نادمیدہ کا انتظار کرے اور اس کا درد طلب برداشت کرے جیسے کہ جنگل آبلۂ آفتاب کے انتظار مین سراپا خون ہے ..

برق بہار سے ہون مین پا در حنا ہنوز اے خار دشت دامن شوق رمیدہ کھینچ

برق بہار نے میرے پاؤن مین مہندی لگادی ہوئی کی وجہ سے مین اٹھ اور چل نہین سکتا اے خار دشت خدا کے لئے اس شوق کا جو میرے پاس سے رم کر رہا ہے دامن کھینچ لے ..

پے دو ولیلیت چشمک عبرت ہو بہ چشم حسیدہ یک داغ حسرت نفس ناکشیدہ کھینچ

عبرت کی چشمک زنی سے چشم سفید بیخود ہو رہی ہے تجھکو چاہیے کہ وہ ڈھونڈ لے سانس جو تونے اس کی ہمدردی مین یا اس چشمک عبرت کے لطف اٹھانے کی وجہ نہین بھلا ہے ایک داغ اٹھائے مطلب یہ ہو کہ عبرت کا لطف جو تونے ابتک نہین اٹھایا اس کا تجھکو افسوس کرنا چاہیے۔

دریا بساط دعوت سیلاب ہے اسد ساغر بہ بارگاہ دماغ رسیدہ کھینچ

اے اسد دریا ایک فرش یا ایک دسترخوان ہے جسپر سیلاب کو دعوت دی گئی ہے تجھکو چاہیے کہ دماغ رسیدہ کی بارگاہ مین ساغر نوش کرے یعنی تجھکو چاہیے کہ تو اس کے مٹ جانے کی خوشی کرے۔

قطع سفر ہستی و آرام فنا ہیچ رفتار نہین بیشتر از لغزش پا ہیچ

تو وادی ہستی کی مسافت طے کرے یا قصر فنا مین آرام کرے یہ دونون چیزین بیکار اور مہمل ہین اگر سچ پوچھتا ہے تو کوئی رفتار لغزش پا سے اچھی نہین ہے لغزش پاسے مراد مستی ہو۔

غالب
خوش بود فارغ ز بند کفر و ایمان زیستن
حیف کافر مردن و آوخ مسلمان زیستن

حیرت ہمہ اسرار پہ مجبور خموشی ہستی نہین جز بستن پیمان وفا ہیچ

حیرت ایک ایسی چیز ہے جو تمام تر اسرار ہے مگر خموشی نے اس کو مجبور کر دیا ہے اس لئے اس سے کسی راز کا اظہار نہین ہو سکتا۔ اور اس کے مقابلہ مین ہستی صرف ایک بستن پیمان وفا کا درجہ رکھتی ہے باقی کچھ بھی نہین ہے۔

تمثال گداز آئینہ ہے عبرت بینش نظارہ تحیر چمنستان بقا ہیچ

وہ آئینہ جو تصویر کو گداختہ کر دیتا ہے وہ بینش کے لئے ایک سامان عبرت ہے نظارہ کچھ بھی نہین اور چمنستان بقا بالکل ہیچ ہے یا یہ کہ بینش کی عبرت ایک آئینہ تمثال

گداز ہوا اور اسی کی وجہ سے نظارہ ایک تحیر ہے اور چمنستان بقا ہیچ ہے۔

گلزار دمیدن شررستان رمیدن　　فرصت تپش و حوصلۂ نشو و نما ہیچ

اُگنے یعنی پیدا ہونے کا گلزار اور رمیدن یعنی بھاگنے اور چلے جانے کا ایک شررستان ہو
اس کی فرصت صرف تپش کا درجہ رکھتی ہے جو بالکل بے قیام شے ہے اور اس کی نشو و نما
کا حوصلہ سراسر ہیچ اور بیکار ہے۔

کس بات پہ مغرور ہے اے عجز تمنا　　سامان دعا وحشت و تاثیر دعا ہیچ

اے تمنا کے عجز و الحاح آخر تجھے کس بات کا غرور ہے دعا کا سامان سراسر وحشت ہے
اور دعا کی تاثیر ہیچ ہے لہٰذا تیرا ہر غرور بیجا اور فضول ہے۔

آہنگ اسدؔ میں نہیں جز نغمۂ بیدل　　"عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ"

اسدؔ کی آواز میں نغمۂ بیدل کے سوائے اور کچھ نہیں ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ دنیا
تمام ہمارا افسانہ کہہ رہی ہے اور ہم جو اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو ہم کچھ بھی نہیں۔

ردیف ح

دعویٰ عشق بتاں سے بگلستاں گل و صبح　　ہیں رقیبانہ بہم دست و گریباں گل و صبح

گلستاں میں گل اور صبح کو عشق بتاں کا دعویٰ ہے اور دونوں عشق بتاں کے مدعی ہیں
اور رقیبوں کی طرح دونوں کے دونوں باہم دست و گریباں ہو رہے ہیں چونکہ صبح گریبان
گل کو چاک کرتی ہے اس وجہ شبہ کے سبب سے اس کو ہاتھ اور گل کے چاک کو گریبان
فرض کیا گیا۔

ساق گلرنگ سے اور آئینۂ زانو سے　　جامہ زیبوں کے سدا ہیں تہ داماں گل و صبح

ساق بلوریں کو گل سے اور آئینہ زانو کو صبح سے تشبیہ دی گئی ہو سکتے ہیں کہ ساق اور

آئینہ زانو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل و صبح دونوں معشوقوں کے دامن کے نیچے ہیں۔

وصل آئینہ رخان ہم نفس یک دیگر ۔۔۔ ہیں دعاہائے سحرگاہ سے خواہان گل و صبح

گل اور صبح آئینہ رخوں کے وصل کے طالب ہیں اور دونوں کو اس کی ہم نفسی کی تمنا ہے اور صبح کی دعاؤں کے ذریعہ سے اس کی استدعا کرتے رہتے ہیں۔

آئینہ خانہ ہوی صحن چمنستان یکسر ۔۔۔ بسکہ ہیں بیخود و وارفتہ و حیران گل و صبح

چمنستان اس سرے سے اس سرے تک ایک آئینہ خانہ بن کر رہ گیا ہے کیونکہ گل اور صبح دونوں بیخود اور وارفتہ اور حیران ہیں اور انہیں کی حیرانی سے یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔

زندگانی نہیں بیش از نفس چند اسد ۔۔۔ غفلت آرامی یارانہ پہ ہیں خندان گل و صبح

زندگانی چند نفس سے زیادہ نہیں ہے اہل زمانہ جو غفلت میں پڑے ہوے آرام کر رہے ہیں اس پر گل اور صبح دونوں خندہ زن ہیں صبح اور پھول دونوں چند نفس سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔

ردیف دال

تھی نگہ میری نہان خانہ دل کی نقاب ۔۔۔ بیخطر جیتے ہیں ارباب ریا میرے بعد

میری نگاہ نکتہ رس اچھی طرح نہان خانہ دل کی ہر چیز کو سمجھ رہی اور معلوم کر رہی تھی اور اس کو تمام رازہاے درون سینہ معلوم تھے۔ گویا میری نگاہ نقاب تھی اب جو میں نہیں ہوں تو اہل ریا کو کوئی خوف و خطر باقی نہیں رہا اور مزے سے زندگی گزار رہے ہیں اسی مضمون کو فارسی میں یوں کہا ہے۔

نگہم نقب ہمی زد بہ نہان خانۂ دل

مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میدان رفتم

تھا میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیاہ   متفرق ہوئے میرے رفقا میرے بعد

جیسے گھاس کی بندش سے پھول ایک جگہ جمع رہتے ہیں اور ان کا گلدستہ بنا رہتا ہے بالکل اسی طرح میرے ہونے سے میرے احباب ایک گلدستہ کی صورت جمع تھے میرے نہ ہونے سے میرے تمام رفیق پریشان ہو گئے۔

طرفہ موزونی ہے صرف جنگجوئی ہائے یار   ہے مصرع ساقِ تیغ خنجر مستزاد

یار کی جنگجوئی اور سامان حرب ایک عجیب قسم کی موزون چیز ہے اس نے جو تلوار اور خنجر دونوں باندھ رکھے ہیں وہ دونوں خاصے شعر معلوم ہوتے ہیں گویا کہ ایک تیغ ایک مصرع ہے اور خنجر ... مستزاد کا کام کر رہا ہے۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ اس جنگجوئی میں بڑی موزونی صرف ہو گئی ہے۔

ہاتھ آیا زخم تیغ یار سا پہلو نشین   کیوں نہ ہو آج بے کسی کی روح شاد

زخم تیغ یار سا ایک پہلو نشین اس کے ہاتھ آ گیا ہے لہذا آج بے کسی کی روح شاد نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے یعنی بیکسی کو ایک رفیق تو ملا۔

کیجیے آہو سے ختن کو خضر حسرت طلب   مشک ہے سنبلستان زلف میں گرد سواد

سنبلستان زلف گویا ایک منزل مقصود ہے جہاں ہم کو پہونچنا ہے مگر وہاں پہونچنے کے واسطے ایک رہنما کی ضرورت ہے لہذا ہم کو چاہیے کہ آہوے ختن کو اپنا خضر بنا لیں کیونکہ اس شہر کا گرد سواد مشک سا ہے۔ گرد سواد وہ جو شہر کے قریب ایک غبار اور ایک دھواں سا معلوم ہوا کرتا ہے۔

جتنے سوز زخم جگر پہ بھی زبان پیدا نہ کی   گل ہوا ہے ایک زخم سینہ پر خواہان داد

کوئی داد اور اپنا مقابلہ نہ کہنا ہے کہ ایک ہم ہیں کہ سینکڑوں زخم جگر کھائے اور زبان ... اور گل کو دیکھو کہ ایک زخم سینہ پر کھایا ہے اور اس سے بے قرار ہے دنیا سے

اس کی داد طلب کر رہا ہے۔

لیکن ہیں ورپردہ مصروف سیہ کاری تمام   آستر ہے خرقۂ زہاد کا صوف مداد

یہ زاہدان گوشہ نشین چونکہ بڑے ہی سیہ کار اور بدکار ہیں اور درپردہ ہمیشہ سیہ کاریوں میں مصروف اور مشغول رہتے ہیں تو گدڑی کا استر ایسا سیاہ ہو کر رہ گیا ہے جیسے سیاہ روشنائی کے صوف ہوتے ہیں یہ اس سیہ کاری کا اثر ہے جو درپردہ کی جاتی ہے۔

تیغ بر کف کف بلب آتا ہے قاتل اس طرف   مژدہ باد اے آرزوئے مرگ غالب مژدہ باد

ہاتھ میں تلوار ہے غصہ سے منہ میں کف بھرے ہوئے ہیں اور قاتل جوش شوق قتل میں چلا آرہا ہے۔ اے مرگ غالب تجھے مبارک ہو۔ مبارکباد کی وجہ یہ ہے کہ تجھے کوئی بہانہ نہ ملتا تھا۔

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند   اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

تو پست فطرت ہے اور تیرے خیال اس قدر بلند ہیں کہ حد و انتہا نہیں اے طفل خود معاملہ غرض اس پست فطرتی پر یہ خیال ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے کوئی اپنے قد سے اونچی لاٹھی لئے ہوتا ہے جو نہایت ناموزون اور بری معلوم ہوتی ہے۔

ویرانئے جز آمد و رفت نفس نہیں   ہے کوچہ ہائے نے میں غبار صدا بلند

کوئی ویرانی آمد و رفت نفس سے زیادہ دنیا میں نہیں ہے یہی ویرانی بڑی ویرانی ہے۔ دیکھ لو کرنے میں اسی آمد و رفت نفس کی وجہ سے غبار صدا بلند ہو رہا ہے اگر آمد و رفت نفس نہ ہو تو یہ غبار صدا بلند نہ ہو تو معلوم ہوا کہ باعث ویرانی یہی آمد و رفت نفس ہے۔

رکھتا ہے انتظار تماشائے حسن دوست   مژگان باز ماندہ سے دست دعا بلند

حسن دوست کی دید کا انتظار ان پلکوں سے جو چشم باز ماندہ عاشق میں ہیں [illegible]

بلند کر رہا ہے گویا کہ یہ پلکین دست دعا ہین جو بلند ہو رہے ہین اور دیدار کی دعائین مانگ رہے ہین۔

موقوف کیجیے یہ تکلف نگاریان ہوتا ہے ورنہ شعلۂ رنگ حنا بلند

آپ یہ جو ہاتھ پاؤن پر مہندی سے ازراہ تکلف نقش و نگار بناتے ہین بہتر یہی ہے کہ نہ بنایئے ورنہ مجھے ڈر ہے کہ اب کوئی دم مین رنگ حنا کا شعلہ بلند ہو جائے گا اور دنیا مین آگ لگ جائے گی۔

قربان اوج ریزی چشم حیا پرست یک آسمان ہے مرتبۂ پشت پا بلند

اُس کی چشم حیا پرست کی اوج بخشی کے قربان جایئے کس قدر اس کی حیا پرستی مین اوج بخشی کی تاثیر ہے کہ بوجہ حیا و شرم جو اس نے گردن جھکا رکھی ہے اور وہ نگاہ پشت پا پر پڑ رہی ہے تو اس کے اثر کی وجہ سے پشت پا کا مرتبہ ایک آسمان کی برابر بلند ہو گیا ہے۔

ہے دلبری کمین گر ایجاد یک نگاہ کار بہانہ جوئی چشم حیا بلند

دلبری گھات مین لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح ایک نگاہ ایجاد ہو جائے مگر اس کی چشم حیا پرست برابر بہانہ جوئی مین مصروف ہے اور ایک نگاہ کی بھی روادار نہین ہے خدا اس کو مرتبہ بلند عطا کرے۔

بالیدگی نیاز قد جانفزا اسد در ہر نفس بقدر نفس ہے قبا بلند

بالیدگی اور نشو و نما اس کے قد جانفزا کی نیازمند ہے اور اُس پر قربان ہے مین دیکھ رہا ہون کہ ہر نفس مین بقدر نفس اس کی قبا بلند ہوتی جا رہی ہے۔ بوجہ بالیدگی کے۔

حسرت بستگی پائے تحمل تا چند رگ گردن خط پیمانۂ بے مل تا چند

[illegible] اور یہ پائے تحمل [illegible] یہ سب فضول ہے اس کی مثال

ایسی ہے کہ جیسے ایک بغیر شراب کے خالی پیالے میں خط پڑا ہوتا ہے آخر اس کا غرور کب تک رہیگا یہ سب مہمل حرکتیں ہیں نہ پاسے تحمل سے کچھ ہوتا ہے اور نہ حسرت مقدرت سے کچھ ہو سکتا ہے۔

ہے گلیم سیہ بخت پریشان کاکل مو ئینہ بافتن ریشۂ سنبل تا چند

اُسکے نصیبے کی گلیم سیاہ پریشان کاکل ہو رہی ہے سنبل کہاں تک یہ مو ئینہ باقی کرے گا اور کہاں تک اس حال پریشان کو چھپائے گا۔ مو ئینہ کسی اُونی چیز کو یا اون کو کہتے ہیں مو ئینہ بافی اُون کا کپڑا بننا سنبل کی پریشانی کو گلیم سیہ بخت اور اُس کی پیچیدگی کو مو ئینہ بافی کہنا بے انتہا لطیف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پریشان حالی چھپائے چھپ نہیں سکتی۔

کوکب بخت بجز روزن پر دود نہیں عینک چشم جنون حلقۂ کاکل تا چند

ہمارے نصیب کا ستارہ سوائے روزن پر دود کے اور کوئی نہیں ہے۔ روزن پر دود تک رسائی ہو تو نصیبہ چمکے یہ حلقۂ کاکل کا خیال جو ہمارے چشم جنون خیز کا حلقہ بنا ہوا ہے اس سے کب تک کام چلے گا اور کس وقت تک یہ ہمارا ساتھ دے گا۔

چشم بے خون دل۔ دل تہی از جوش نگاہ زبان عرض فسون ہوس گل تا چند

آنکھ میں خون دل نہیں اور دل میں جوش و شوق نگاہ نہیں۔ پھر جب یہ کیفیت ہو تو ہوس گل کی یہ فسون خوانی کب تک کام آسے گی اور کیا کرے گی یہ بالکل فضول ہے عرض شوق سے کیا کام چل سکتا ہے اور ہوس گل کا کام کیا ہے اور کس کو اس کا دماغ ہو یہ جو ہوس گل صرف زبان سے عرض فسون کاری کر رہی ہے یہاں اس سے کیا کام نکل سکتا ہے۔ اس کے لئے دیدۂ پر خون اور دل پر ذوق چاہیے۔

بزم داغ طرب و باغ کشاد پر رنگ شمع و گل تا کے و پروانہ و بلبل تا چند

بزم صرف ایک داغ طرب ہے اور باغ صرف مرغ رنگ کی کشاد پر ہے یہ دونوں چیزیں انتہائی تکلیف دہ ہیں لہذا کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے شمع و گل پر اور

کیا کہا جا سکتا ہے بلبل و پروانہ کے بارے مین - اب بھلا یہ دونون کب تک بیچارہ سکتے ہین اور ان کے قیام کی کیا امید ہو سکتی ہے -

نالہ دام ہوس و درد اسیری معلوم ‏ ‏ ‏ شرح برخود غلطیہائے تحمل تا چند

نالہ صرف ایک دام ہوس ہے اور درد اسیری کی حالت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے یعنی بہت جانگداز ہے یہ تحمل جو برابر کیا جا رہا ہے بیکار ہے اے شرح برخود غلطی ہا اسکو چھوڑ تحمل کب تک کیا کرے گی تو کچھ کام کر۔ شرح برخود غلطی ہا کو مخاطب کرنا نہایت لطف رکھتا ہے یا یہ کہ نالہ اور درد اسیری کی حالت جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ ایک دام ہوس ہے اور ایک بالکل ہیچ لہذا اس تحمل کی بنا نسبت غلطیون کی شرح کہان تک کیجیائے

جوہر آئینۂ فکر سخن موئے دماغ ‏ ‏ ‏ عرض حسرت پس زانوئے تامل تا چند

اے جوہر آئینہ کچھ فکر کر اور اس بات کے ادا کرنے اور کہنے کی فکر کر جو تیرے لئے موئے دماغ بنکر تکلیف دے رہی ہے آخر تو زانوئے تامل کے پیچھے بیٹھ کر تا بکے عرض حسرت کیا کرے گا یا یہ کہ آئینۂ زانوئے تامل کے جوہر دماغ کے لئے تکلیف دہ ہو گئے ہین اس حالت مین اس آئنۂ کے پیچھے بیٹھکر کہان تک عرض حسرت کیا کرون -

---

سادگی ہو عدم قدرت ایجاد غنا ‏ ‏ ‏ ناکسی آئینۂ ناز۔ توکل تا چند

بے نیازی یا مقدرت اور ثروت کی ایجاد پر قدرت نہ رکھنا کوئی بڑی اچھی بات نہین ہے بلکہ حقیقتاً یہ سادگی اور بے وقوفی ہے اے توکل تو اس ناکسی نالایقی اور بیقدری کو کب تک اپنے لئے آئینہ ناز بنائے رہے گا - یہ بات تیری حماقت مین شمار ہو گی -

اسد خستہ گرفتار دو عالم اوہام ‏ ‏ ‏ مشکل آسان کن یک خلق تغافل تا چند

غریب دردمند اسد کو لاکھون اوہام نے گھیر رکھا ہے اور پریشان ہو رہا ہے اے دنیا بھر کی مشکلون کے آسان کرنے والے کب تک یہ تغافل برتے گا اور کب تک اسد کو

ان اوہام باطلہ مین جو اس تغافل سے اس کے دل مین بھرے ہوئے ہین گرفتار رکھے گا۔

بہ کام دل کرین کس طرح گمرہان فریاد ہوئی ہے لغزش پا لکنت زبان فریاد

جو لوگ گمراہ ہین وہ اپنے دل کی خواہش کے مطابق کس طرح فریاد کر سکتے ہین اُن کی لغزش پا جس نے انھین گمراہ کر دیا ہے وہ اُن کے لئے لکنت زبان بن گئی ہے اور کچھ کہنے نہین دیتی۔ وامصیبتا۔

کمال بندگی گل ہے رہن آزادی ز دست مشت پر و خار آشیان فریاد

وہ کمال جو گل کی بندگی مین پایا جاتا ہے آزادی کے بدلے رہن ہے خدا برا کرے اس مشت پر اور آشیان کے تنکون کا جسنے اُس کو رہن آزادی بنا رکھا ہے مشت پر سے پرندہ آزاد اور خار آشیان سے آشیان کے تنکے سے مراد لی گئی ہے پہلے مصرع کے الفاظ نہایت ہی گنجلک ہین جو مطلب کو صحیح ادا نہین ہونے دیتے اسیر بندگی گل اور اضافتون نے اور بھی ستم توڑا ہے۔ مطلب یہہ ہے کہ ہمکو سراپا بندہ گل ہونا چاہیئے نہ کہ مطیع مشت پر و آشیان

نوازش نفس آشنا کہان ورنہ برنگ نے ہے نہان در استخوان فریاد

میری ہر ہڈی مین فریاد اس طرح بھری ہوئی ہے جیسے نے کے اندر نغمہ بھرا ہوتا ہے مگر مجھے کوئی ایسا آشنا نہین ملتا جو اپنے نفس سے مجھے پر صدا کرے اور نوازش فرمائے۔ نوازش نفس مین ایک نہایت ہی لطیف ایہام ہے جو دو فنون معنی دے رہا ہے بجانا اور مہربانی کرنا۔

پُر ہون مین شکوے سے یون راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

تغافل آئینہ دار خموشی دل ہے ہوئی ہے محو بہ تقریب امتحان فریاد

اُن کا تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا میری خموشی کا آئینہ دار ہے گویا میرا

امتحان ہو رہا ہے اور اس امتحان کی تقریب نے میری خموشی کو محو کر دیا ہے اسلئے تغافل خاموشی دل کا آئینہ دار بن گیا ہے۔

ہلاک بے خبری نغمۂ وجود و عدم　　جہان و اہل جہان سے جہان جہان فریاد

اہل جہان اپنی بیخبری سے ہلاک ہیں اور نغمۂ وجود و عدم گا رہے ہیں کیا کہا جائے ان بیخبروں کو فریاد ہے اس جہان اور اس جہان والوں سے فریاد ہے اور بہت فریاد ہے۔

جواب سنگدلیہائے دشمنان ہمت　　ز دست شیشہ دلیہائے دوستان فریاد

شاعر سنگدلی ہائے دشمن کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ جواب سنگدلی ہائے دشمنان تو ہمت کرتا ہوں میں اپنے دشمنوں کو اپنی ہمت سے جواب دے سکتا ہوں لیکن اور پھر افسوس کرتا اور کہتا ہے کہ ہائے دوستوں کے دل تو بالکل شیشہ ہیں مگر وہ میرے دشمنوں کی سنگدلی سے زیادہ ہیں۔ اُن کا جواب نہیں دیا جا سکتا - اور ہمت سے وہاں کام نہیں نکل سکتا فریاد ہے۔

ہزار آفت و یک جان بے نوائے اسدؔ　　خدا کے واسطے اے شاہ بیکسان فریاد

ہزار آفتیں ہیں اور غریب اسد کی ایک جان بے نوا ہے خدا کے واسطے اے شاہ بیکسان امداد کیجئے - فریاد ہے۔

ردیف رائے مہملہ

اسدؔ اے بے تحمل عربدہ بیجا ہے ناصح سے　　کہ آخر بیکسوں کا زور چلتا ہے گریبان پر

اس شعر کو صاف کر کے اس طرح کہا گیا ہے اور یہی اس کی شرح ہے۔

نہ لڑ ناصح سے غالبؔ کیا ہوا گر اسنے شدت کی　　ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پہ

خط نوخیز نیل چشم زخم صافی عارض　　لیا آئینہ نے حرز پر طوطی بہ چنگ آخر

میرے معشوق کا خط نو رستہ نیل ہے جو رخسارہ پر اسلئے کھینچدیا ہے کہ اسکو نظر بد نہ لگے اور چشم بد کور ہو جائے یا رخسار ایک آئینہ مصفےٰ تھا۔ اُس نے پر طوطی سے تعویذ حفاظت حاصل کیا ہے آئینہ کو طوطی سے یہ تعلق ہے کہ آئینہ کے سامنے طوطی کو رکھ کر بولنا سکھاتے ہین۔

ہلال آسا تہی رہ گر کشادہ دل چاہیے ہوا مہ کثرت سرمایہ اندوزی سے تنگ آخر

اگر تجھے دل کی کشادگی کی تمنا ہے تو ہلال کی طرح تہیدست رہ۔ اسی کے مقابلہ پر ماہ یعنی چودہوین کے چاند کو دیکھ کہ سرمایہ اندوزی نور سے اس کی کیا حالت ہو اسکی کشادگی بالکل جاتی رہی ہے اور وہ تنگ ہو گیا ہے تنگ ہونا ایک یہ کہ اُس مین کشادگی کی گنجایش نہین رہی دوسرے یہ کہ رنجیدہ اور تنگدل ہے۔

تڑپ کر مر گیا وہ صید بال افشان کہ مضطر تھا ہوا ناسور چشم تعزیت زخم خدنگ آخر

وہ شکار جو پھڑ پھڑا رہا تھا تڑپ کر مر گیا۔ اس غم سے زخم خدنگ ناسور چشم تعزیت بن گیا یعنی زخم تیر ناسور چشم تعزیت کے مانند ہمیشہ بہتا رہا

لکھی یارون کی بدمستی نے میخانے کی پامالی ہوئی قطرہ فشانی ہاے باران سنگ آخر

یارون کی بدمستی نے میخانے کو پامال اور ویران کر دیا اور مے سے جو انھون نے قطرہ فشانی کی اُس قطرہ فشانی نے باران سنگ کا کام دیا یعنی شراب ضائع اور بیکار گئی اور میخانہ تباہ و برباد ہو گیا۔ قطرہ نشانی سے مراد لہو و لعب مین چھینٹے اڑانا۔

اسد پردے مین بھی آہنگ شوق یار قائم ہے نہین ہے نغمے سے خالی خمیدہ نہا چنگ آخر

اے اسد اس پردے مین بھی آواز شوق یار اس مین موجود ہے۔ خمیدہ نہاے چنگ نغمے سے خالی نہین ہے یعنی وہ خمیدہ ہو گیا ہے مگر اس پردہ مین بھی وہی شوق قائم ہے۔ میرے نزدیک پردے کے بجاے یہان پیری کا لفظ ہو گا جس کی وجہ سے خمیدہ نہاے چنگ نہایت ہی بامعنی ہو جاتا ہے اگرچہ پردۂ چنگ کو بھی غلط نہین کہا

جا سکتا مگر پھر بھی مشکوک ہے۔

دیا یاروں نے بیہوشی میں درمان کا فریب آخر   ہوا سکتے سے میں آئینۂ دست طبیب آخر

یارون نے بیہوشی مین مجھے علاج کا فریب دیا یا چارہ گر کو میرے علاج کرنے کا فریب دیا نتیجہ یہ ہوا کہ مین سکتے کی وجہ سے دست طبیب مین آئینہ بن کر رہ گیا یعنی سوائے اس کے اور کچھ نہین کہ چارہ گر حیرت کے ساتھ مجھے دیکھ رہا ہے اور کچھ نہین کر سکتا حیران ہے۔ مین اُسکے ہاتھ مین آئینہ کی طرح ہوں۔

رگ گل جادہ تارنگہ سے حد موافق ہے   ملینگے منزل الفت مین ہم اور عندلیب آخر

رگ گل گل کی پتیون کے اندر نازک نازک ریشے کو کہتے ہین شاعر اُسی سے تارنگاہ کی تشبیہ دیتا اور کہتا ہے کہ رگ گل اور جادہ تارنگاہ دونون آخر مین بالکل یکسان ہین۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اور بلبل منزل الفت پر پہونچکر ملین گے کیونکہ وہ جادہ رگ گل کی مسلک ہے اور میرا تارنگاہ بھی ویسا ہی جادہ ہے لہذا پہونچنا دونون کو ایک ہی جگہ ہے۔

غرور ضبط وقت نزع ٹوٹا بیقرارانہ   نیاز بال افشانی ہوا صبر و شکیب آخر

مین اپنی زندگی بھر ضبط کرتا رہا اور کبھی بازوے طلب نہین ہلائے یا اضطراب مین بال افشانی نہین کی مگر کیا کیا جاے کہ یہ غرور ضبط نزع کے وقت بیقرارون کی طرح ٹوٹ ہی گیا اور وہ صبر و شکیب سب اس وقت کی بال افشانی یعنی تڑپ اور کرب کی نذر ہو کر رہ گیا۔

اسد کی طرح میری بھی بغیر از صبح رخسارا   ہوئی شام جوانی اے دل حسرت نصیب آخر

جیسے غریب اسد کی شام جوانی یونہی گزر گئی اور کبھی کسی صبح رخسار کا وصل اُس غریب کو نصیب نہوا ایسے ہی اے دل حسرت نصیب میری بھی شام جوانی نامرادی مین گزر گئی۔ اسمین صنعت تجرید ہے یعنی اسد کوئی اور ہے قائل کوئی اور ہے۔

فسون یکدلی ہے لذت بیداد دشمن پر   کہ وجد برق جون پروانہ بال افشان ہے خرمن پر

دشمن کے دل مین جو میرے اوپر ظلم کرنے کی لذت بھری اُس سے یکدلی اور دوستی کا شبہ ہوتا ہے کیونکہ بجلی جس کے دل مین میرے خرمن کے برباد کرنے کی لذت بیداد جاگزین ہے وہ اس طرح وجد مین آکر اور جھوم جھوم کر میرے خرمن پر گر رہی ہے جیسے تسخیر کا عمل کر دیا ہو اور کوئی کسی کے عشق و محبت مین بیتاب پھرے کیا خوب خیال ہے سبحان اللہ

تکلف خارِ خارِ التماس بیقراری ہے
کہ رشتہ باندھتا ہے پیرہن انگشت سوزن پر

خود پیراہن سیلتے کے وقت انگشت سوزن کے اوپر ایک رشتہ لپیٹ دیتا ہے اور یہ ایک قسم کا تکلف ہے مگر یہ تکلف دراصل اس بے قراری کا عرض کرنا ہے جو پیراہن یا سوزن کے دل مین بھری ہوئی ہے اور جو دلکے چاک ہونے کی خبر دیتی ہے۔

یہ کیا وحشت ہے اے دیوانے پیش از مرگ واویلا
رکھی بیجا بنائے خانۂ زنجیر شیون پر

کہتا ہے کہ دیوانے آخر یہ کیا وحشت ہے اور کیا جنون ہے یہ تو پیش از مرگ واویلا والا مضمون ہے شیون و ماتم کیا جاتا ہے کسی کے مرنے کے بعد مگر قربان جائیے آپ کی وحشت کے کہ آپ نے زنجیر کے گھر کی بنیاد ہی شیون کے اوپر رکھی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب زنجیر بنانے والا بنائے گا تو ساتھ ہی اس مین صدا بھی پیدا ہوگی کیا کہنی اور کتنی اچھی تخئیل ہے یہ کہ گویا خانۂ زنجیر کی بنا ہی شیون و ماتم پر ہے۔

شیشۂ آتشین رُخ پرنور
عرق از خط چکیدہ روغن مور

اُس کا رُخ پرنور شیشۂ آتشی ہے گویا اُس کے خط سے جو عرق ٹپک رہا ہے وہ روغن مور نکل رہا ہے خط کو مور سے تشبیہ دی ہے۔

بسکہ ہون بعد مرگ بھی نگران
مردمک سے ہے خال بر لب گور

چونکہ مجھے بعد فنا بھی انتظار ہے اور میری آنکھین منتظر ہین لہذا میری پتلی میرے لب گور پر ایک خال سیاہ معلوم ہوتی ہے۔

بار لاتی ہے دانہہائے سرشک   مژہ ہے ریشۂ رز انگور

مژگان انگور کی شاخ کی طرح لدی ہوئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خوشہ ہائے انگور رسیلا ہی ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اسکے دانہائے انگور اشک ہین ۔

ظلم کرنا گدائے عاشق پر   نہین شاہان عشق کا دستور

جو لوگ کشور حسن کے حکمران ہین اُن کے یہان یہ دستور نہین ہے کہ بیچارے عاشق پر جو فقیر ہوتا ہے ظلم وستم روا رکھین یہ بڑی زیادتی ہے ۔

دوستو مجھ ستم رسیدہ سے   دشمنی ہر وصال کا مذکور

اے دوستو مجھ ستم کش کے سامنے کوئی وصل کا ذکر نہ کرو یہ میرے ساتھ دشمنی ہے کیونکہ مین یہ سنکر اور زیادہ مضطرب اور بیقرار ہوتا ہون ۔ وصال کے مذکور مین تنوع معانی ہی جس کو یہ بھی خیال کیا جاسکتا ہے کہ میرے لئے وصل کی تدبیرین اور فکرین ہرگز ہرگز نہ کرو ۔ یا یہ کہ اپنے وصل کا ذکر نہ کرو ۔ نہایت پُر اثر شعر ہے ۔

زندگانی پہ اعتماد غلط   ہی کہان قیصر اور کہان فغفور

زندگی پر بھروسہ کرنا در اصل ایک بڑی سخت غلطی ہے نہ قیصر باقی رہا نہ فغفور رہا پھر جب ایسے جلیل القدر بادشاہون کو موت نے نہ چھوڑا تو ہماری کیا حقیقت ہے قیصر زمانۂ سابق مین شاہ روم اور فغفور شاہ چین کا لقب تھا جیسے کہ فراعنہ شاہان مصر کا ۔

کیجئے جون اشک اور قطرہ زنی   اے اسد ہے ہنوز دلی دور

ابھی تو آنسوؤن کی طرح آپ قطرہ زنی کئے جایئے یعنی ابھی تو مدتون تک روان دوان رہیئے کیونکہ ہنوز دلی دور ہے یعنی ابھی مدتون رونا چاہیئے تب کہین منزل مقصود پر رسائی ہوگی ۔

بسکہ مائل ہو وہ رشک ماہتاب آئینہ پر ہو نفس تار شعاع آفتاب آئینہ پر

چونکہ وہ رشک ماہتاب آئینہ پر عاشق ہے اور آئینہ دیکھتا رہتا ہے لہذا اس کی ہر سانس جو آئینہ پر پڑتی ہو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آئینہ پر آفتاب کی شعاع پڑی۔

بازگشت جادہ پیمائے رہ حیرت کہاں غافلان غش جانکر چھڑکین ہن آب آئینہ پر

بھلا وہ شخص جو راہ حیرت کا مسافر اور رہ نورد ہے اس کی بازگشت کی کیا صورت ہے اور وہ کیونکر پلٹ کر آسکتا ہے۔ غافل بیہوش جان کر آئینہ پر پانی چھڑک رہے ہین قاعدہ ہے کہ جب غش آتا ہو تو منہ پر چھینٹے دیتے ہین کہ ہوش آ جائے اسی لئے کہتا ہو کہ مین کوئی غش تو ہوا نہین ہون کہ مجھے پھر ہوش آ جائے اب میری بازگشت محال ہے یہ بھی رسم ہو کہ مسافر جب سفر کے لئے نکلتا ہے تو اُس کے اقارب و احباب شگون واپسی کے لئے آئینہ پر پانی چھڑکتے ہین کہ بامُراد واپس آ جاوے اسی لئے کہتے ہین کہ غافلون نے یہی سمجھا ہے کہ مین واپس آ جاؤن گا۔ حالانکہ رہ نوردان حیرت کبھی واپس نہین آتے۔ اور اس غشی سے کسی طرح پر ہوش نہین ہو سکتا۔

بدگمان کرتی ہو عاشق کو خود آرائی تری بیدلون کو ہو برات اضطراب آئینہ پر

آپ کی خود آرائی عاشق کو بدگمان کرتی ہے لوگ کہتے ہین کہ برات عاشقان برشاخ آہو خیر یہ تو ہوگا مگر یہ یاد رکھئے کہ بیدلون کو جو حصہ اضطراب تقسیم ہوتا ہے تو حالت خود آرائی مین آئینہ دیکھنے سے ہوتا ہے۔

ناز خود بینی کے باعث خونی صد بیگناہ جوہر شمشیر کو ہو پیچ و تاب آئینہ پر

میرے محبوب کی خود بینی کی وجہ سے آئینہ کو ناز ہے اور اسی وجہ سے وہ سیکڑون بلکہ ہزارون بے گناہون کو قتل کرتا ہے اور اتنا خونی ہوگیا ہے کہ اب آئینہ کے جوہر پر جوہر شمشیر بھی رشک سے پیچ و تاب کھاتا ہے۔

مدعی میرے صفائے دل سے ہوتا ہو خجل ہو تماشا زشت رو یونکا عتاب آئینہ

مدعی یعنی دشمن میرے دل کی صفائی دیکھکر کڑھا جاتا ہے اور غصہ کرتا ہے کیا تماشا ہو کہ یہ بدصورت آئینہ پر عتاب کرتے ہین۔ حالانکہ ان کی بدصورتی مین آئینہ کا کوئی قصور نہین ہے۔

سد سکندر رہوا تہی نگاہ گلرخان ۔۔۔ گر کرے یون امر نہی بو تراب آئینہ پر

اگر امر بوتراب نہی کے بارے مین جاری ہو تو آئینہ گلرخون کیلئے سد سکندر بنجائے اور وہ اپنی نگاہ کو آئینہ کے پار نہ کرسکین۔

دل کو توڑا جوش بیتابی سے غالب کیا کیا ۔۔۔ رکھدیا پہلو بوقت اضطراب آئینہ پر

اے غالب حالت بیتابی مین تم نے دل کو توڑ ڈالا یہ کیا کیا گویا بیتابی کے وقت آئینہ پر پہلو رکھدیا ہے جس سے وہ چور چور ہوکر رہ گیا۔

ہے کسوت عروج تغافل کمال حسن ۔۔۔ چشم سیہ بہ مرگ نگہ سوگوار تر

حسن کا کمال تغافل کی بلندی کر لئے ایک لباس ہو معشوق کی چشم سیاہ نگاہ کے مرجانے سے سوگوار بنی ہو کس واسطے تغافل نگاہ کے لئے ایک موت کے برابر ہے یعنی تغافل مین نگاہ نہین کی جاتی۔ اور یہی سوگواری چشم سیاہ کا سبب ہے۔

سعی خرام کاوش ایجاد جلوہ ہے ۔۔۔ جوش چکیدن عرق آئینہ کار تر

یہ جو خرام ناز مین سعی فرمائی جارہی ہے یہ ایجاد جلوہ کے لئے ایک کاوش ہے یعنی یہ کاوش محض جلوہ گری کے واسطے ہے پسینہ اسکی تائید کرتا ہے اور چہرہ کو آئینہ بنا رہا ہے۔

ہر گردباد حلقۂ فتراک بیخودی ۔۔۔ مجنون دشت عشق تحیر شکار تر

ہر بگولا اُس کو حصول بیخودی کے لئے فتراک کا ایک حلقہ معلوم ہوتا ہے یعنی ہر بگولہ اُس کے لئے ایک بیخودی کو پھانس رہا ہے اس طرح سے عشق کے جنگل کا مجنون اور زیادہ حیرت کا شکار کر رہا ہے۔ اور دشت گردی سے اوسکی وحشت بڑھ رہی ہے۔

اے چرخ خاک بر سر تعمیر کائنات　　　لیکن بنائے عہد وفا استوار تر

اے آسمان چاہے تو تعمیر کائنات کو خاک مین ملا دے کچھ پروا نہین مگر عہد وفا کی بنا کو اور زیادہ بلند کر جتنا بلند کر سکے ۔

ہیچ ہے قدر جنون آشفتہ سامانی بغیر　　　ننگ وحشت ہے گریبان چاکدامانی بغیر

جب تک پریشانی اور آشفتہ سامانی نہو اُس وقت تک جنون کی کچھ قدر نہین وہ گریبان جس مین چاک دامانی نہو وہ وحشت عشق کے لیے باعث ننگ و عار ہے ۔

پائے بند عشق رسم دہر سے آزاد ہین　　　کرتے ہین ذکر تیرا سُبحہ گردانی بغیر

وہ لوگ جو عشق کے پابند ہو چکے ہین وہ زمانہ کی رسوم کی قید سے آزاد ہین اُنکو یہ ضرورت نہین ہے کہ تیرا ذکر جبھی کرین جب تسبیح لین بلکہ بغیر تسبیح وہ برابر تیرے ذکر مین مشغول ہین ۔ کیونکہ وہ عشق کے پابند ہین نہ کہ تسبیح کے

محشر آشوب رسوائی ہے انداز کرم　　　مجرمونکا دل نہین رہتا پشیمانی بغیر

یعنی تیرے کرم کا انداز فتنہ رسوائی کا ایک محشر ہے اگرچہ تو نے مجرمون کو انداز کرم بخش دیا ہے مگر وہ اس سے مطمئن نہین ہوے اور پشیمان ہو رہے ہین اور یہی پشیمانی اُن کیلئے ایک آشوب قیامت اور قیامت آشوب ہے اسی قسم کا فارسی کا یہ شعر ہے ؎

ہفت دوزخ در نہاد شرمساری مضمر است
انتقام است اینکہ با مجرم مدارا کردہ

دل کا پہلے خوگر آلام ہونا شرط ہے　　　کوئی مشکل رہ نہین سکتی ہے آسانی بغیر

یعنی دنیا مین کوئی ایسی مشکل نہین ہے جو آسان نہو سکے مگر اصل یہ ہے کہ پہلے دل کا خوگر آلام ہونا بہت زیادہ ضروری اور لازمی ہے ظاہر ہے کہ جب دل خوگر آلام ہو گیا تو پھر خود بخود ہر مشکل آسان ہو گئی ۔ غالب نے خود ہی ایک جگہ اس مضمون کو یون کہا ہے ؎

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

ہو گدائے عجز ہمت اے غرور معصیت — سنگ خارا بھی نہیں آئینہ حیرانی بغیر

اے معصیت کے غرور تجھے چاہیئے کہ تو عاجزی ہمت کے لئے فقیر بنجائے یعنی تجھے چاہیئے کہ عجز ہمت کو حاصل کرے کیونکہ آئینہ میں جب تک کہ حیرانی نہ ہو وہ سنگ خارا کے درجہ سے بھی گرا ہوا ہے۔ یا آئینہ تو آئینہ وہ پتھر بھی نہیں

ہو ندامت آشنائے عشق ممکن ہی نہیں — فکر ایجاد گریبان ذوق عریانی بغیر

یہ ممکن نہیں ہے کہ ندامت عشق کی آشنا ہو جائے اور ایجاد گریبان کا ذوق بغیر ذوق عریانی پیدا ہو سکے یعنی عشق میں عشق کی پیدایش کے ساتھ ہی ذوق رسوائی بھی پیدا ہوتا ہو۔

.... — اے اسد دشوار ہے جینا گرانجانی بغیر

ردیف زائے ہوز

بیگانۂ وفا ہے ہوائے چمن ہنوز — وہ سبزہ سنگ پر نہ اگا کوہکن ہنوز

چمن کی ہوا ابھی وفا سے بیگانہ ہے اور یہاں کہیں وفا کا نام نہیں ہے کوہکن کیوں پتھر کے اوپر تو اس سبزہ کو ڈھونڈھتا ہو وہ سبزہ ہنوز پتھر پر نہیں اُگا بس فضول کام سے باز آ۔

یارب یہ درد مند ہو کس کی نگاہ کا — ہو ربط مشک و داغ سواد ختن ہنوز

اے خدا یہ کس ظالم کی نگاہ کا تیر کھا کر درد مند ہوا ہے کہ آج تک مشک اور داغ سواد ختن کا ربط و ضبط باقی ہے آخر یہ درد مند کس کی نگاہ سے ہوا تھا۔

جوں جادہ سر بکوئے تمنائے بیدلی — زنجیر پا ہے رشتۂ حب الوطن ہنوز

جادہ کی طرح مین کوئے بیدلی کی طرف رخ کئے ہوئے ہون - اور اسی طرف جارہا ہون گر کیا کیا جائے کہ وطن کی محبت کی زنجیر اب تک پاؤن مین پڑی ہے اور اس سے چھٹکارا نہین ہے اس صورت مین کہ زنجیر حب وطن پاؤن مین پڑی ہے اپنی تشبیہ جادہ سے دینا نہایت ہی نازک خیالی ہے -

مین دور گرد قرب بساط نگاہ تھا　　بیرون دل نہ تھی تپش انجمن ہنوز

مین دور گرد اُس وقت بساط نگاہ کے قریب تھا یعنی اُس وقت نگاہ مین تھا جبکہ انجمن کے دل کی تپش دل سے باہر بھی نہ آنے پائی تھی یعنی جب دوسرے عشاق موجود بھی نہ تھے اُس وقت کا عاشق ہون -

تھا مجکو خار خار جنون وفا اسد　　سوزن مین تھا نہفتہ گل پیرہن ہنوز

اے اسد مجھے اُس وقت بھی بے انتہا جنون وفا پیدا ہو گیا تھا - جب کہ گل پیرہن کا مقام سوزن مین تھا یعنی کتم عدم مین تھا یعنی مین چاک گریبانی پر اُس وقت آمادہ تھا جبکہ خود دامان وگریبان بھی نہ تھا -

فانوس شمع ہے کفن کشتگان شوق　　در پردہ ہے معاملہ سوختن ہنوز

فانوس شمع کشتگان شوق کا کفن بن چکا ہے حالانکہ سوختن کا معاملہ ابھی تک پردہ ہی مین ہے اور اس کا کہین مذکور بھی نہین -

گو ایک شرر کہ ساز چراغان کرون اسد　　بزم طرب ہے پردگی سوختن ہنوز

ایک شرر کہان سے لاؤن کہ چراغان کا سامان کرون بزم طرب اُس وقت تک جلنے کے لئے پردہ بنی ہوئی ہے یا یہ کہ جلنے سے ہنوز پردہ کرتی ہے -

فریب صنعت ایجاد کا تماشا دیکھ　　نگاہ عکس فروش وخیال آئینہ ساز

صنعت ایجاد کے اس فریب کو ذرا غور سے دیکھئے نگاہ عکس فروش ہے اور خیال آئینہ ساز ہے

ظاہر ہو کہ آنکھ مین جو عکس پڑتا ہو وہی ظاہر کرتی ہو یا یہ کہ نگاہ برابر عکس معشوق دکھاتی ہے اور خیال آئینے تیار کرتا جا رہا ہے یعنی میرے فریب دینے کے لئے دونون آمادہ ہین

زبسکہ جلوۂ صیاد حیرت آرا ہے — اڑی ہے صفحۂ خاطر سے صورت پرواز

چونکہ جلوۂ صیاد حیرت آرائی کرتا ہے اور جلوۂ صیاد نے مجھے حیران کر دیا ہے لہذا میرے صفحۂ خاطر سے صورت پرواز محو ہو کر رہ گئی ہو-

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے — کہ شیشہ نازک و صہبا آبگینہ گداز

فکر کے ہجوم سے دل موج کی مانند کانپتا ہو کیونکہ دل ایک شیشہ کی طرح ہے اور اسکے اندر شراب محبت بھری ہو جو اس قدر تیز اور تند ہے کہ شیشہ کو بھی گلا دیتی ہو اسیوجہ سے فکر اور پریشانی کا ہجوم ہو رہا ہے اور دل موج کی مانند لرز رہا ہو-

اسد سے ترک وفا کا گمان وہ معنی ہو — کہ کھینچیے پر طائر سے صورت پرواز

اسد کی طرف سے یہ گمان کرنا کہ یہ ترک وفا کرے گا یہ معنی رکھتا ہو اور اس کی ایسی مثال ہو جیسے طائر کے پر سے پرواز کی طاقت کوئی سلب نہیں کر سکتا اسی طرح مجھ سے بھی ترک وفا ممکن نہین ہے-

آئی اک عمر سے معذور تماشا نرگس — چشم شبنم مین نہ ٹوٹا مژہ خار ہنوز

نرگس غریب ایک عمر سے بینائی سے معذور ہے مگر شبنم جو تمام چمن کا نظارہ کرتی ہے اب تک وہ اندھی نہین ہوئی اور اس کی آنکھ مین کوئی خار نہ چبھا-

کیون ہوا تھا طرف آبلۂ پا یارب — جادہ ہے وا شدن پیچش طومار ہنوز

آخر جادہ نے آبلہ پا سے کیون شرط لگائی تھی کہ آج تک کسی ایسے طومار کا کھلنا نا معلوم جس مین کھلنے پر بھی پیچ و تاب باقی ہے طومار کسی لمبے اور لپٹے ہوئے کاغذ کو کہتے ہین جو کھلنے پر بھی لپٹتا رہتا ہے-

حسن خود آرا کو ہے مشق تغافل ہنوز ہے کفِ مشاطہ میں آئینۂ گل ہنوز

ہنوز حسن خود آرا تغافل کی مشق کر رہا ہے کیونکہ مشاطہ کے ہاتھ میں گل کا آئینہ ہے۔

سادہ و پُرکار تر غافل و ہشیار تر مانگے ہے شمشاد سے شانۂ سنبل ہنوز

میرا محبوب کس قدر سادہ ہے اور کس قدر پُرکار اور ہوشیار ہے کہ شمشاد سے شانۂ سنبل کی فرمائش کر رہا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ شانۂ سنبل شمشاد کہاں سے بہم پہنچائے گا اس میں پُرکاری یہ ہے کہ وہ کسی وقت اپنی زینت سے غافل نہیں ہے اور سادگی یہ ہے کہ شمشاد سے ایک ایسی چیز کی طلب ہے جو اسکے لئے محال ہے۔

ساقی و تعلیمِ رنج محفلِ تمکین گران سیلیِ استاد ہے ساغرِ بے مُل ہنوز

ساقی کا کام یہ ہے کہ رنج کی تعلیم دے رہا ہے اور تمکین و تمکن والے لوگ اپنی تمکین میں مصروف ہیں تو گویا کہ خالی پیالۂ بے شراب دینا اُستاد کے طمانچہ کا کام دیتا ہے جو شاگردوں کو تعلیم دینے کے لئے لگایا جاتا ہے۔

چاک گریبان کو ہے ربطِ تامل ہنوز غنچہ میں دل تنگ ہے حوصلۂ گل ہنوز

چاکِ گریبان ابھی تامل سے ربط رکھتا ہے یعنی ابھی چاک نہیں ہوا تو گویا ابھی گل کا حوصلہ حالتِ غنچگی میں گھٹا ہوا تکلیف دے رہا ہے۔

داغِ اطفال ہے دیوانہ بہ کہسار ہنوز خلوتِ سنگ میں ہے نالہ طلبگار ہنوز

دیوانہ کہسار میں اب تک طفلانِ سنگ انداز کی وجہ سے بیقرار اور پریشان ہے کیونکہ پردۂ سنگ میں طلبگار نالہ ہے یا یہ کہ طفلانِ سنگ انداز کی جدائی میں دیوانہ ہنوز کہسار میں بیقرار ہے کیونکہ نالہ ابھی خلوتِ سنگ میں اُس کا طلبگار ہے اور وہ اس جدائی کی وجہ سے اُس سے جدا ہے۔

خانہ ہے سیل سے خوگردۂ دیدار ہنوز دوربین در زدہ ہے رخنۂ دیوار ہنوز

سیل کی وجہ سے میرا گھر اسوقت تک خوگر دیدار بنا ہوا ہے وہ رخنہ جو سیلاب آنے سے دیوار میں پیدا ہوا تھا وہ گویا ایک دیدہ ہیں لگا ہے جسے انتظار دیدار میں بیٹھا ہے

دل کی صدائے شکست ساز طرب ہے اسد شیشۂ بے بادہ سے چاہے ہے قلقل ہنوز

اے اسد دل کے ٹوٹنے کی آواز ایک ساز طرب ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ تو شیشہ بے بادہ سے قلقل کا خواستگار ہے گویا دل ایک شیشۂ بے بادہ ہے جس کی صدائے شکست تیرے لئے صدائے قلقل ہے۔

دل میں ہے سودائے زلف مست تغافل ہنوز ہے قرۂ خوابناک ریشۂ سنبل ہنوز

اس شعر میں دو چیزوں کو دو چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے سودائے زلف کو ریشۂ سنبل سے اور ریشۂ سنبل کو قرۂ خوابناک سے کہتا ہے کہ میرے دل میں سودائے زلف اسوقت تک مست تغافل پڑا ہوا ہے اور وہ بلا ریشۂ سنبل معلوم ہوتا ہے جو اس غفلت اور بیخبری کی وجہ سے قرۂ خوابناک بنا ہوا ہے۔

آئینۂ امتحان نذر تغافل اسد شبہت اسباب ہے وہم توکل ہنوز

اے اسد تو نے آئینۂ امتحان کو نذر تغافل کر دیا ہے حالانکہ اسباب شبہت موجود ہے مگر تو ابھی تک توکل کے وہم وخیال میں گرفتار ہے اور سمجھ رہا ہے کہ میں توکل کر رہا ہوں اس کو تغافل یعنی جان بوجھ کر غفلت کرنا کہتے ہیں۔

کو بیابان تمنا و کجا جولان عجز آبلے پا کے ہیں یاں رفتار کو دندان عجز

بھلا کہاں تمنا کا بیابان اور کہاں عجز کی جولانی کوئی نسبت اور مناسبت ہی نہیں آبلے جو پاؤں میں پڑ گئے ہیں وہ رفتار کے لئے دندان عجز بن گئے ہیں یعنی جیسے کہ عاجز ہو کر کوئی دانت نکال دیتا ہے بالکل ایسی ہی صورت ہے کہ رفتار نے سیر بیابان تمنا سے عاجز ہو کر دانت نکال دیئے ہیں یہی عجز کی جولانی ہے۔

ہو قبول کم نگاہی تحفۂ اہل نیاز اے دل و اے جان ناز اے دین و اے ایمان عجز

اے دل و جان ناز۔ اے میرے عجز کے دین و ایمان اہل نیاز کے تحفے کے لئے کم نگاہی کو حکم دے کر قبول کرے اور اُن غریبون کے پاس کیا رکھا ہے بس یہی ہے۔

بوسہ یا انتخاب بدگمانی ہائے حسن　　　یان ہجوم عجز سے تا سجدہ ہے جولان عجز

اس مین ایک چھوٹا سا واقعہ درج کیا ہے جیسے کہ ایک عاشق ستم رسیدہ اشتیاق و شوق تمنا سے عاجز ہو کر کسی روز معشوق کے قدمون پہ جھک پڑا معشوق کو خیال ہوا کہ یہ پاؤن چومنا چاہتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ مین اور بوسہ یا استغفر اللہ ایسا کب ہو سکتا ہے بدگمانی حسن کا انتخاب تہمت ہے یہان تو عجز و نیاز کا اتنا ہجوم ہے کہ عجز کی اگر بہت بڑی دوڑ ہے تو صرف سجدہ تک کیسا بوسہ اور کیسی پاے بوسی۔

حسن کو غنچون سے ہے پوشیدہ چشمی ہائے ناز　　　عشق نے وا کی ہے ہر اک خار سے مژگان عجز

حسن غنچون سے چپکے چپکے دزدیدہ نگاہیان کر رہا اور ناز کے ساتھ نظرین لڑا رہا ہے عشق اس کی دیکھ بھال مین مصروف ہے اور عشق ہر ایک خار سے مژگان عجز بنا کر آنکھین کھولے یہ تمام باتین دیکھ رہا ہے غنچون کے لحاظ سے حسن کی پوشیدہ چشمی کہنا نہایت ہی انسب ہے خار کو مژگان عجز کہنا بھی ایک تازگی رکھتا ہے۔

اضطراب نارسائی مائیہ شرمندگی　　　ہے عرق ریزی خجلت جوشش طوفان عجز

نارسائی کی بیقراری باعث شرمندگی ہوتی ہے اور اس شرمندگی سے جو عرق ریزی ہوتی ہے وہ گویا طوفان عجز کی جوشش ہے یعنی طوفان عجز مین جوش اور تلاطم اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ بیقراری کا اضطراب شرمندگی کا سامان بنتا ہے اور اس شرمندگی کی وجہ سے پسینہ آتا ہے۔

وہ جہان مسند نشین بارگاہ ناز ہو　　　قامت خوبان ہو محراب نیاز ستان عجز

میرا محبوب جس جگہ بارگاہ نازمین مسند نشین ہو وہان تمام سرو قدون کے قد جھک کر نیاز ستان عجز کی محراب بن جائین حاصل کلام یہ کہ جہان میرا محبوب جلوہ گر ہوگا اس جگہ

بڑے بڑے شمشاد قد از راہ نیاز جھک جایئں گے۔

بسکہ بے پایان ہے صحرائے محبت اے اسد — گردباد اس راہ کا ہے عقدۂ پیمان عجز

صحرائے محبت کی کوئی حد ونہایت نہین ہے اور یہ ایک لق دق میدان بے پایان ہے۔ اس راہ مین جو بگولے نظر آتے ہین وہ بگولے نہین ہین بلکہ عقدے ہین جو پیمان عجز کے وقت ڈالے جاتے ہین یعنی عہد کرنے مین یادداشت کے لئے گرہ لگائی گئی تھین۔

نہ ہویدا تھا بعدم نقش دل مور ہنوز — تب سے ہے یان دہن یار کا مذکور ہنوز

یعنی جبکہ عدم مین دل مور کا نقش بھی پیدا نہ ہوا تھا ہم اس وقت سے اس وقت تک برابر دہن یار کا مذکور کر رہے ہین۔ دہن یار کے مذکور اور دل مور مین بوجہ تنگی اور چھوٹے ہونے کے جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے

سبزہ ہے نوک زبان دہن گور ہنوز — حسرت عرض تمنا مین ہون رنجور ہنوز

مین حسرت عرض تمنا مین مرگیا تھا اس کا اثر بعد مردن بھی ظاہر ہے کہ وہ سبزہ جو دہن گور پر اُگا ہے سبزہ نہین ہے بلکہ نوک زبان گور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مین حسرت عرض تمنا مین ابھی تک رنجور ہون۔

صد تجلی کدہ ہے صرف جبین غربت — پیرہن مین ہے غبار شرر طور ہنوز

میری جبین غربت مین سو تجلی کدے پوشیدہ ہین گویا کہ میرے پیراہن مین اس وقت تک غبار شرار طور مخفی اور موجود ہے جبین غربت مین شائد تجلی کدہ بوجہ درخشانی گرد غربت بتایا گیا ہے جو پیشانی پر موجود ہے۔

زخم دل مین ہے نہان غنچۂ پیکان نگار — جلوۂ باغ ہے در پردۂ ناسور ہنوز

میرے دل کے زخم مین ایک نگار (نقش یا معشوق) کے پیکان کا غنچہ مخفی اور مستور ہے لہذا کہا جا سکتا ہے کہ اس ناسور کے پیچھے ایک باغ کا جلوہ یا نگارستان ہے۔

پاپر از آبلہ راہ طلب مے مین ہوا   ہاتھ آیا نہین یک دانہ انگور ہنوز

طلب مے مین دوا دوش کرتے کرتے پاؤن مین اتنے آبلے پڑے کہ پاؤن آبلون سے بھر گیا مگر محرومی کو دیکھئے کہ اس وقت تک ایک دانہ انگور بھی ہاتھ نہین آیا ہے پاؤن کا آبلون سے بھرا ہونا اور ایک انگور ہاتھ نہ آنا ایک لطف رکھتا ہے جو طبع سلیم پر پوشیدہ نہین ہو۔

گل کھلے غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی   سرخوش خواب ہے وہ نرگس مخمور ہنوز

پھول کھلنے لگے بلکہ کھل گئے غنچے چٹکے صبح نمودار ہو گئی مگر ہنوز میرے معشوق کی چشم مخمور مصروف خواب راحت و آرام ہے۔

اے اسد تیرگی بخت سیہ ظاہر ہے   نظر آتی نہین صبح شب دیجور ہنوز

اے اسد میرے نصیب کی تاریکی اس سے ظاہر ہے کہ میری شب دیجور فرقت کی اس وقت تک صبح نہین ہوئی یا یہ کہ اے اسد بخت سیاہ کی تاریکی ظاہر ہے اور اسکو دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ میری شب تاریک غم کی سحر ابھی تک نہین ہوئی۔

ردیف (س)

کب فقیرون کو رسائی بت میخوار کے پاس   تونبی بو دیجئے میخانہ کی دیوار کے پاس

فقیرون کی رسائی بت میخوار کے پاس کب ہو سکتی ہے بس ایک یہی ترکیب ہے کہ میخانے کی دیوار کے پاس ایک تونبی کا درخت بو دیا جائے تونبی چونکہ استعمال شراب مین آتی ہو لہذا یہ وہان تک پہونچیگی اور چونکہ تونبی فقیرون کے بھی کام آتی ہے اس لئے گویا فقیرون کی ایک چیز کا گزر بت میخوار تک ہو جائے گا۔ ورنہ اور کوئی صورت رسائی کی نہین ہو یا یہ کہ تونبی چونکہ فقیرون کے پاس رہتی ہو اس لئے جب وہ بڑے گی اور میخانے کی دیوار سے گزر کر میخانے مین جائے گی تو بت میخوار تک اس کی رسائی ہو گی اور پھر اسی کے

ذریعہ سے فقیروں کا بھی حصہ مل رہے گا۔

حاصل دلبستگی ہے عمر کوتاہ اور بس وقت عرض عقدہائے متصل تار نفس

یعنی دل لگانے کا حاصل بس عمر کوتاہ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے گویا تار نفس ایک رشتۂ گرہ دار ہے جو دمبدم پیش ہو رہا ہے کر دنیا دیکھ سکے کہ دل بستگی سے عمر کے یوں ٹکڑے اُڑ جاتے ہیں اُس کو بار بار جوڑا گیا ہے تب جا کر یہ صورت بنی ہے تو گویا تار انفاس اُن گرہوں کو پیش کر رہا ہے جو متصل رشتۂ عمر میں پڑی ہوئی ہیں۔

کیوں نہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی کرے باندھتا ہے رنگ گل آئینہ بر چاک قفس

پھر کیا سبب ہے کہ طوطی طبیعت نغمہ پیرائی نہ کرے جب رنگ گل نے قفس کے سامنے ایک آئینہ رکھ چھوڑا ہے یعنی رنگ گل ایک آئینہ معلوم ہوتا ہے اور آئینہ کو دیکھ کر طوطی نغمہ پردازی میں ہمیشہ مصروف و مشغول ہوتا ہے اسی طرح میری طبیعت بھی جوش میں آجاتی ہے۔

اے ادا فہماں صدا ہے تنگی فرصت سے خون ہے بصحرائے تحیر چشم قربانی جرس

اے ادا فہمو اور اے رمز شناسو ذرا اس رمز کو سمجھو کہ وہ جانور جو ذبح ہوتا ہے یا وہ شخص جو مذبوح و قربان ہوتا ہے اُس کی آواز نہ نکلنے کی وجہ کیا ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ صحرائے حیرت میں چشم قربانی سے جرس کا کام لیا جاتا ہے اور بس وہاں کے لئے یہی جرس ہے۔
دوسرے معنی جو زیادہ قرین قیاس ہیں یہ ہیں کہ اے ادا فہمو اس بات کو سمجھو کہ صحرائے حیرت میں فرصت کی تنگی کی وجہ سے صدا خون ہو کر رہ گئی ہے اور جرس چشم قربانی کی طرح بے صدا ہو کر رہ گیا ہے۔

تیز تر ہوتا ہے خشم تندخویاں عجز سے ہے رگ سنگ فساں تیغ شعلہ خار و خس

جتنی عاجزی کیجئے تندخویوں کا غصہ اور بھی زیادہ تیز ہوتا ہے دیکھو کہ خار و خس جو دلیل عجز ہیں وہ شعلہ کی تلوار کے سنگ فساں کے واسطے رگ سنگ بن جاتے ہیں جن سے

شعلہ اور تیز ہوتا ہے سنگ فسان وہ پتھر جس پر تلوار چھری وغیرہ تیز کرتے ہین رگ سنگ وہ ہلکی ہلکی لکیرین یا خط جو پتھر پر پڑی ہوتی ہین خار وخس کو دلیل عجز اس واسطے کہا کہ وہ خود ایک نہایت حقیر اور ذلیل چیز ہے یا یہ کہ عاجز ہوتے وقت تنکا دانتون مین دبا لیا کرتے ہین جیسا کہ خود مرزا نے کسی جگہ کہا ہے ؎

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالونکو
لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

یا

داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے ‏ اے ہوس مبارک ہو کار عشق آسان ہے

یا

خموشی ریشہ صد نیستان سے خس بدندان ہے

غرضکہ تنکے کو دلیل عجز ٹھہرانا ایک مضمون معروف ہے اور اکثر جگہ اس مضمون کو مرزا نے کہا ہے

سختی راہ محبت منع دخل غیر ہے ‏ پیچ و تاب جادہ ہے یان جوہر تیغ عسس

یعنی راہ محبت کی سختی خود غیرون کو اس مین داخل ہونے سے باز رکھتی ہے یہان کے جادۂ راہ کا پیچ و تاب تیغ عسس کے جوہر کا کام دیتا ہے عسس کو توال کو کہتے ہین جو محافظت شہر و اہل شہر کے لئے ہوتا ہے اسی لئے وہ جوہر تیغ عسس کا ہر سیاست مین مشغول ہو اور کسی غیر کو اس راہ پر نہین آنے دیتا۔

اے اسد ہم خود اسیر رنگ و بوے باغ ہین ‏ ظاہر ا صیاد نادان ہے گرفتار ہوس

اے اسد اصل واقعہ یہ ہے کہ ہم خود اسیر رنگ و بوے باغ ہو کر رہتے ہین اور صیاد نادان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم نے گرفتار کر رکھا ہے یہ بالکل خیال خام ہے اس طرح وہ خود قید ہے

دشت الفت مین ہے خاک کشتگان محبوس بس ‏ پیچ و تاب جادہ ہے خط کف افسوس بس

دشت الفت مین بس کشتون کی خاک قید ہے اور کچھ بھی نہین جادے کا پیچ و تاب سمجھو بلکہ یہ محبوسون کے دست افسوس کے خطوط نمایان ہو رہے ہین جو برابر اپنے حال پر افسوس کر رہے ہین

دست افسوس وہ ہاتھ جو افسوس سے ملے جائین۔

ہی تصور مین نہان سرمایۂ صدگلستان   کاسۂ زانو ہی مجکو بیضۂ طاؤس و بس

میرے تصور مین سرمایہ صدگلستان پوشیدہ اور مخفی ہی اور مین جو اپنے کاسۂ زانو پر محو تصور ہو کر سر جھکائے ہوئے ہون تو یہ کاسۂ زانو میرے لئے بیضۂ طاؤس بن گیا ہی جس مین سیکڑون رنگ مخفی و مستور ہین بیضۂ طاؤس سے کاسۂ زانو کو اس لئے تشبیہ دی کہ اس مین رنگا رنگی ہوتی ہی اور اسی رنگینی اور رنگا رنگی کو سرمایۂ صدگلستان کہا گیا ہی۔

کفر ہی غیر از وفور شوق رہبر خواستن   راہ صحرائے حرم مین ہی جرس ناقوس و بس

سوائے وفور شوق کے کسیکو اپنا رہنما اور رہبر بنانا گناہ اور کفر ہے راہ صحرائے حرم مین صرف جرس کو ناقوس سمجھنا چاہیئے کیونکہ جرس سے وفور شوق نمایان ہی۔ لہذا یہی رہبر ہے ناقوس کی ضرورت نہین ہی۔

ایک جہان گل تختۂ مشق شگفتن ہے اسد   غنچۂ خاطر رہا افسردگی مانوس و بس

ایک زمانہ کے باغ اور گل تختۂ مشق شگفتن بنے ہوئے ہین یعنی زمانہ بھر مین پھول کھل رہے ہین مگر اے اسد غنچۂ خاطر ابتک افسردہ ہے اور وہ کسی طرح نہین کھلتا اس کو برابر اپنی افسردگی سے انس ہے اور افسردگی ہی مین خوش ہے۔

کرتا ہی یہ یاد بت رنگین دل مایوس   رنگ نظر رفتہ حنائے کف افسوس

میرا مایوس دل اس بت رنگین ادا کی یاد مین اس رنگ زمانہ کو جو نظر کے سامنے سے غائب ہوچکا ہے اپنے کف افسوس کے لئے حنا بنا رہا ہے اور اس سے دست افسوس کو زینت دے رہا ہے حاصل یہ ہی کہ رنگ رفتہ زمانہ کی وجہ سے کف افسوس مل رہا ہون اور اس بت رنگین ادا کو یاد کر رہا ہون۔

تھا خواب مین کیا جلوہ نظر جوش زلیخا   ہی بالش دل سوختگان مین پر طاؤس

یعنی خواب مین زلیخا نے کونسے ایسے جلوۂ نظر جوش کو دیکھا تھا کہ آج تک دل سوختہ لوگون کے تکیہ مین پر طاؤس بھرے جاتے ہین یا یہ کہ کونسا ایسا جلوہ دیکھا تھا کہ اس نے نظر کو جوش مین ڈال دیا تھا۔ یا یہ کہیے دیوانگان عشق اور دل سوختگان غم کے تکیون مین پر طاؤس بھرے ہین۔ انھین مین سے کوئی جلوہ وہ بھی ہوگا یا یہ کہ دل سوختگان کے بالش مین پر طاؤس ہین جن مین بہت سے رنگ ہین اور ان کی نظر جوش نہین کھاتی ہے زلیخا کو ایسے کونسے جلوے نے محو بنا دیا تھا کہ وہ خواب ہی مین دیکھ کر دیوانی ہوگئی تھی۔

حیرت سے رخ دوست کے ازبسکہ ہین بیکار　　　خور قطرۂ شبنم مین ہے جون شمع بہ فانوس

چونکہ جلوۂ رخ دوست نے حیران کر دیا ہے اور اسلیے جس سے وہ بیکار ہوگیا ہے تو اب آفتاب قطرۂ شبنم کے اندر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ شمع پردہ فانوس مین چھپی ہوتی ہے

دریافتن صحبت اغیار غرض ہے　　　اے نامہ رسان نامہ رسان چاہیے جاسوس

مطلب ہے کہ وہ یعنی نامہ بر یہ دیکھ آئے کہ اُس کی اغیار سے کیسی صحبت رہتی ہے اور کیونکر گذرتی ہے اے نامہ بر نامہ بر جاسوس ہونا چاہیئے۔

یا یہ کہ نامہ بر ایسا ہو جو غیر کی صحبت مین بار پا سکے اور وہان کے حالات معلوم کر سکے لہذا نامہ بر کو جاسوس ہونا چاہیئے۔

ہے مشق اسد دست نگر وصل کی منظور　　　ہون خاک نشین اس لیے اور اک قدمبوس

اے اسد مجھے منظور یہ ہے کہ قدرت وصل کی مشق کرون اس واسطے اور اک قدمبوسی کے لئے خاک نشین ہو رہا ہون کیونکہ یہ صورت بھی ایک وصل کی صورت ہے اور یہ اول مشق دستگاہ وصل ہے۔

ہوئی ہے بسکہ صرف مشق تمکین بہار آتش　　　بہ انداز حنا ہے رونق دست چنار آتش

آگ چونکہ بہار کی مشق تمکین مین مصروف ہے تو چنار کے ہاتھ پر (جو پتون سے مراد ہے) حنا کی طرح لگ رہی ہے۔ چنار کے پتے کو شعرا پنجۂ چنار کہتے ہین اور غالب

کہ اس کو سُرخ بھی مانا ہے۔

تپیدن بے گدازِ موم ربطِ پیکر آرائی نکالے کیا نہالِ شمع بے تخمِ شرار آتش

بغیر گدازِ موم کے پیکر آرائی اُس سے ہو ہی نہیں سکتی ظاہر ہے کہ نہالِ شمع میں جب تک تخمِ شرار نہ بویا جائے گا اُس وقت تک آگ نہیں نکل سکتی۔

خیالِ دود تھا سرجوشِ سودائے غلط فہمی اگر رکھتی نہ خاکستر نشینی کا غبار آتش

دھوئیں کے خیال سے میرے سودائے غلط فہمی کا سر چکرا جاتا اور اس میں ایک قسم کا جوش پیدا ہو جاتا ہے اگر کہیں آگ کے اندر خاکستر نشینی کا غبار موجود نہ ہوتا یعنی میری غلط فہمی کو اس کے دھوئیں سے طرح طرح کے خیال پیدا ہو جاتے مگر خیریت ہوئی کہ آگ میں اس کی خاکستر نشینی کی وجہ سے مادۂ غبار بھی موجود ہے جو عشاق یا اس قسم کے لوگوں میں نہیں ہوتا اس لئے اب کوئی غلط فہمی اس کی طرف سے نہیں ہے۔

ہوائے پرفشانی برقِ خرمنہائے خاطر ہے ببالِ شعلۂ بیتاب ہے پروانہ زار آتش

آگ کے دل میں پرفشانی کی ہوا سما گئی ہے اور یہ اُس کے واسطے برقِ خرمن بنی ہوئی ہے گویا وہ اُس کے بازو ہیں اور اُن بازوؤں کی وجہ سے وہ پروانہ زار بن گئی ہے یعنی یہی اڑنے کی خواہش اُس کے لئے برقِ خرمن ہے کہ اس کے وجود کو جلا رہی ہے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ شعلہ افشانی ہی آگ کو آگ بناتی اور جلاتی ہے۔

نہیں برق و شرر جز وحشت و ضبطِ تپیدن ہا بلا گردانِ بے پروا خرامی ہائے یار آتش

برق و شرر دونوں کیا ہیں یہ ضبط و تپیدن کی وحشت کے سبب سے پیدا ہوئی ہیں گویا آگ یار کی بے پروا خرامی پر بلا گردان ہو رہی ہے یعنی آگ کی وحشت اور ضبطِ تپیدن کی وجہ سے یہ دونوں چیزیں پیدا ہوئی ہیں۔

دھوئیں سے آگ کے اک ابرِ دریا بار پیدا ہو اسد حیدر پرستوں سے اگر ہووے دوچار آتش

صاف شعر ہے کہ اگر آگ ہم چید رپرستون کے مقابلہ پر آ کر کوئی گزند پہونچانے کا ارادہ کرے تو اس کے دہوین سے اک ابر دریا بار پیدا ہو جائے اور وہ خود اس سے نقصان اٹھائے یا کچھ بھی نہ کر سکے۔

بہ اقلیم سخن ہی جلوہ گرد سواد آتش　　　　کہ ہے دود چراغان سے ہیولا مداد آتش

آگ اقلیم سخن مین گرد سواد کا جلوہ معلوم ہوتی ہے یعنی اقلیم سخن کی گرد سواد دیکھ گرد سواد دہوان یا وہ غبار جو منزل کے قریب کہائی دیا کرتا ہی تو گویا آتش کے جلوہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقلیم سخن کے قریب آ پہونچے اور یہ قرب اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آتش سے چراغ جلتے ہین اور چراغون کے دہوین سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہیولائے مداد یعنی روشنائی کا مادہ ہے جو سخن کی منزل سے بہت ہی نزدیک کر دیتا ہے۔ دود چراغ کو ہیولائے مداد کہنا ایک خاص لطف رکھتا ہی اس لئے کہ ایک تو ظاہری صورت سے وہ تاریک ہی اور روشنائی سے اشبہ ہے دوسرے اسی دہوین کے کاجل سے روشنائی تیار کی جاتی ہے نہایت پیچیدہ اور معما خیال ہی جیسے کہ ؎

کسی کو باغ مین جانے نہ دیجیو
کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

کرے ہی لطف انداز برہنہ گوئی خوبان　　　　بہ تقریب نگارش ہائے سطر شعلہ یاد آتش

آتش سطر شعلہ لکھ لکھ کر یا سطر شعلہ لکھنے کی تقریب مین انداز برہنہ گوئی یعنی صاف گوئی اور فاش گوئی خوبان یاد کر رہی ہے یا یہ کہ معشوقون کی عریان نویسی سطر شعلہ سے آتش کو ...

دیا داغ جگر کو آہ نے رنگ اور شگفتن کا　　　　ہوا بالیدگی از جنبش دامان باد آتش

آہ نے میرے داغ کو رنگ دیا اور رنگ بھی شگفتن کا کہ جس سے وہ گل کی طرح شگفتہ ہو گیا سچ ہے آگ پر جب تک دامان باد نہ جھپکا یا جائے اس وقت تک اس مین شگفتگی اور بالیدگی پیدا نہین ہو سکتی ہے۔ گویا میرا داغ جگر آگ ہے اور آہ دامان باد ہے۔

اسدؔ قدرت سے حیدرؔ کی ہوئی ہر گبر و ترسا کو　　شرارِ سنگِ بت ہی پر بنا اعتقاد آتش

اے اسدؔ حیدر کرار کی یہ دستگاہ اور یہ قدرت قابل دید ہے کہ بت پرستی چونکہ آپ کے نزدیک ممنوع ہے اور اس کی پاداش میں بت پرستوں کو آگ میں جلایا جائے گا اس لئے خود بتوں کے پتھر سے آگ نکلنے لگی اور وہ ہر بت پرست کے لئے عذاب آتش بن گئی گویا شرار سنگ بت وہ آگ ہے جس سے اعتقاداً آپ نے خوف دلایا تھا۔

ردیف (ع)

شمع سے ہی بزم انگشت تحیر در دہن　　شعلۂ آواز خوبان پر ہے ہنگام سماع

شمع کی وجہ سے بزم انگشت حیرت در دہان معلوم ہوتی ہے اور یہ حیرت شعلۂ آواز خوبان کے سماع کی وجہ سے ہے۔

ہے چمن پر طاؤس جوہر تختۂ مشق رنگ ہے　　بسکہ ہے وہ قبلۂ آئینہ محو اختراع

وہ قبلۂ آئینہ چونکہ اداؤں کا اختراع کر رہا ہے اس لئے جوہر آئینہ کا ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا ہے اور گویا وہ تختۂ مشق رنگ بن گیا ہے اور پر طاؤس کی سی رنگینی پیدا کر دی ہے جوہر کے رنگ کا تغیر اس کی درخشانی اور تابانی کی وجہ سے ہے۔

رنجش حیرت سرشتان سینہ صافی پیشکش　　جوہر آئینہ ہے یاں گرد میدان نزاع

حیرت سرشتوں کی رنجش عام لوگوں کی سی رنجش نہیں ہے اور ان کا کوئی کام عوام سے ملتا جلتا نہیں ہے وہ قطعاً اُن سے جدا ہے ان کی رنجش میں سینہ صافی ہے گویا انکے نزاع کے میدان کی گرد جوہر آئینہ ہے۔

چار سوئے دہر میں بازار غفلت گرم ہے　　عقل کے نقصان سے اٹھتا ہے خیال انتفاع

یعنی زمانہ کے ہر گوشہ میں غفلت کا بازار گرم ہے اور اہل زمانہ غافل ہیں یہ کم بخت نہیں سمجھتے کہ خیال انتفاع کی حقیقت ہی بس اتنی ہے کہ اس زمانہ میں وہ عقل کے نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی ہستی نہیں ہے۔

آشنا غالب نہیں ہیں درد دل کے آشنا — ورنہ کس کو میرے افسانے کی تاب استماع

اے غالب اصل میں میرے دوست درد دل سے واقف ہی نہیں ہیں اور ان کو معلوم ہی نہیں ہے کہ درد دل کہتے کس کو ہیں ورنہ بھلا یہ کب ممکن تھا کہ وہ میرے افسانے کو سن سکتے۔

ردیف (غ)

عشاق اشک چشم سے دھوئیں ہزار داغ — دیتا ہو اور جوں گل شبنم بہار داغ

چاہے عاشق اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے ہزار طرح داغ کو دھو ڈالیں مگر اس سے کیا ہو سکتا ہے وہ مٹ نہیں سکتا بلکہ ان آنسوؤں سے اور بھی ترقی پذیر ہوتا جاتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے پھولوں پر اوس پڑی ہو۔

جوں چشم باز ماندہ ہے ہر یک بسوئے دل — رکھتا ہو داغ تازہ کا یاں انتظار داغ

میرے ہر داغ کی صورت یہ ہے کہ جیسے کوئی چشم وا ماندہ ہوتی ہے تو گویا میرا ہر داغ دل چشم وا ماندہ ہے جو دل کی طرف تک رہا ہے اور یہ تکنا بلا وجہ نہیں ہے بلکہ میرے ہر ایک داغ کو ایک نئے داغ کا انتظار ہے اور ہر ایک داغ چشم براہ داغ ہے۔

بے لالہ عارضاں مجھے گلگشت باغ میں — دیتی ہو گرمی گل و بلبل ہزار داغ

میں جب باغ میں گلگشت کے لئے جاتا ہوں اور گل و بلبل کی گرمی محبت کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے محبوبوں کی یاد آتی ہے اور چونکہ وہ ہمراہ نہیں ہوتے اور ان سے جدائی ہوتی ہے تو یہ جدائی میرے لئے باعث رنج ہوتی ہے اور میرے دل میں اس سے ہزاروں داغ پڑ جاتے ہیں۔

جون اعتبار نامہ و خط کا ہو مہر سے   یون عاشقون مین ہے سبب اعتبار داغ

جس طرح کہ خط کا اعتبار اس وقت کیا جاتا ہے جب اُس کے اوپر مہر لگی ہوتی ہے اسی طرح عاشق کے عشق کا بھی اُسیوقت اعتبار کیا جاتا ہے جبکہ اس کے دل مین داغ پڑے ہون گویا کہ یہی مہر ہے اور یہی عشق صادق کی سند ہے۔

ہوتے ہین نیست جلوۂ خور سے ستارگان   دیکھ اسکو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ

جیسے کہ سورج کے طلوع ہونے پر تمام ستارے چھپ جاتے اور نیست و نابود ہو جاتے ہین اسی طرح اس کے آتے ہی دل سے تمام داغ مٹ گئے۔

وقت خیال جلوۂ حسن بتان اسد   دکھلاے ہے مجھے دو جہان لالہ زار باغ

اے اسد جس وقت کہ مین جلوۂ حسن بتان کا خیال کرتا ہون اس وقت مجھے دونون جہان لالہ زار داغ معلوم ہوتے ہین یا یہ کہ جلوۂ حسن بتان کو لالہ زار داغ کے دکھانے کا فاعل مانا جائے اس حالت مین بھی معنی درست ہین۔

بلبلون کو دور سے کرتا ہے منع بار باغ   ہے زبان پاسبان خار سر دیوار باغ

باغبان دُور سے بلبلون کو باغ مین داخل ہونے سے منع کر رہا ہے گویا کہ اس کی زبان خار سر دیوار باغ ہے جو مانع دخل باغ ہوتی ہے خار سر دیوار وہ کانٹے وغیرہ جو دیوار پر اس لئے لگا دیتے ہین کہ کوئی دوسرا شخص اس مین داخل نہو سکے۔

کون آیا جو چمن بیتاب استقبال ہے   جنبش موج صبا ہے شوخی رفتار باغ

اے خدا کون چمن مین آرہا ہے کہ چمن اس کے استقبال کے لئے بیتاب ہے کیونکہ جنبش موج صبا سے جو چلتا ہے وہ رفتار باغ کی شوخی ہے گویا چمن اس آنے والے کے استقبال کے لئے جا رہا ہے۔

مین ہمہ حسرت جنون بیتاب و دوران خمار   سر و چشم تماشا انتظار گلزار باغ

میں ہمہ حیرت ہوں اور جنون دوران خمار سے بیتاب ہوا در چشم تماشا کی مردمک گویا باغ کے پرکار کا نقطہ ہے کہ اُس کا تمام جلوہ یہیں آکر ٹھہرتا ہے یا یہ کہ اور سب تو بیکار ہیں صرف چشم تماشا مصروف تماشائے باغ ہے۔

آتش رنگ رخ ہر گل کو بخشے ہے فروغ　　ہے دم سرد صبا سے گرمی بازار باغ

صبا کا دم سرد پھول کی آتش رنگ رخ کو فروغ بخش رہا ہے اور برابر بھڑکا رہا ہے گویا کہ باد صبا کا دم سرد باغ کے لئے گرمی بازار ہے یعنی اسی کے سبب سے تمام کاروبار باغ رونق پذیر ہے اور ہر گل تر کا حسن اسی سے نکھر رہا ہے۔ نہایت ہی عمدہ شعر ہے اگرچہ مراعات لفظی بھی اس میں بہت ہیں مگر اس قسم کی مراعات حسن کلام ہوتی ہیں۔

کون گل سے ضعف و خاموشی بلبل کہہ سکے　　نے دہان غنچہ گویا نے زبان خار باغ

ایسا کون ہے کہ بلبل کی ضعف اور خاموشی کا گل سے اظہار کر سکے اور اس کی مجبوریوں کا اظہار کرے اس واسطے کہ نہ غنچہ کے دہن سے کوئی بات نکل سکتی ہے اور نہ زبان خار باغ گویا ہے پھر اب بلبل کے حال مجبوریوں کا اظہار ہو تو کیونکر ہو۔

جوش گل کرتا ہے استقبال تحریر اسد　　زیر مشق شعر ہے نقش از پے احضار باغ

اسد کی تحریر کا بہار باغ استقبال کرتی ہے۔ اور بہار اس کے کلام کی عزت کرتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے شعر کا زیر مشق ایک نقش ہے جو احضار باغ کے لئے لکھا گیا ہے یعنی زیر مشق شعر تعویذ حاضرات باغ ہے آخر پھر کیا سبب ہے کہ باغ میرے کلام کا استقبال نہ کرے۔

بدتر از ویرانہ ہے فصل خزاں میں صحن باغ　　خانۂ بلبل بغیر از خندۂ گل بے چراغ

خزاں کے زمانہ میں صحن باغ ویرانہ سے بدتر معلوم ہوتا ہے اور بلبل کا نشیمن گل کے خندہ کے بغیر بے چراغ معلوم ہوتا ہے کس قدر عمدہ اور موزوں الفاظ ہیں کہ شعر ایک صحیح موتیوں کا ہار معلوم ہوتا ہے۔

پیشہ پیشہ اسپ چمن کا انقلاب آمودہ ہے   نغمۂ مرغ چمن زا ہے صدائے بوم و زاغ

انقلاب کا یہ اثر پھیلا ہے کہ چمن کے پتے پتے مین انقلاب کی آندھیان چھپی ہوئی معلوم ہوتی ہین۔ نغمۂ مرغ چمن زا بھی اس انقلاب کی وجہ سے صدائے بوم و زاغ بنکر رہ گیا ہے۔

ہان بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہین   رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ

کس غم مین مبتلا ہے یہ ممکن ہی نہین ہے کہ بغیر خواب مرگ کے آسودگی حاصل ہوسکے اگر تجکو آسودگی کی تمنا ہے اور چاہتا ہے کہ اس دار المحن سے نجات پاکر آسودگی حاصل کرے تو اسباب ہستی کو باندھ اور سامان سفر درست کر یا یہ کہ جس وقت تک دنیا سے فراغ حاصل ہو اسوقت تک رخت ہستی باندھ کر وقت پر وقت اور دیر نہو۔

شور طوفان بلا ہے خندۂ بے اختیار   کیا ہے گل کی بے زبانی کیا ہے یہ لالے کا داغ

او بے خبر تو جس کو خندۂ بے اختیار سمجھا ہے وہ خندۂ بے اختیار نہین ہے بلکہ طوفان بلا کا ایک شور ہے اگر تجھے باور نہین آتا تو غور کر اور دیکھ کہ گل باوجودیکہ زبان رکھتا ہے پتیون کو زبان سے تشبیہ دیتے ہین لیکن اس پر بھی ساکت اور دم بخود ہے لالہ باوجودیکہ ہنستا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر داغدار ہے آخر یہ سب کیون ہے معلوم ہوا کہ خندۂ بے اختیار خندۂ بے اختیار نہین ہے بلکہ وہ شور طوفان بلا ہے اور تو دھوکہ کھا رہا ہے۔

چشم پرنم رہ زمانہ منقلب ہے اے اسد   اب یہی ہے بس مے شادی سے پر ہونا ایاغ

اے اسد زمانہ پلٹ گیا ہے اور زمانہ کی ہر شئے بدل گئی ہے تجکو چاہئے کہ ہر وقت آنکھین آنسوؤن سے بھری رکھ اس زمانہ مین مے عشرت سے بھرا ہوا ساغر اگر ہے تو یہی چشم پرنم ہے۔ ورنہ ساغر لبریز مے عشرت کا ملنا اور کسی طرح سے ممکن ہی نہین ہے۔

ردیف (ف)

نامہ بھی لکھتے ہو تو بخط غبار حیف — رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدورت ہزار حیف

اس شعر میں صرف الفاظ کا گورکھ دھندا ہے کہتے ہیں کہ اگر تم مجھے خط بھی لکھتے ہو تو خط غبار میں لکھتے ہو اور اس سے تمھارے دل کی کدورت کا پتہ چلتا ہے افسوس اگر تم کو میری طرف سے اتنا رنج ہے اور اس قدر کدورت تم میری طرف سے رکھتے ہو۔

بیش از نفس بتان کے کرم نے وفا نہ کی — تھا محمل نگاہ بدوش شرار حیف

افسوس ہے کہ معشوقون کی مہربانی نے ایک سانس سے زیادہ وفا نہ کی انہون نے میری طرف نگاہ ضرور کی مگر وہ نگاہ گویا آمادہ رفتن تھی اور اس کا محمل سفر دوش شرار پر بندھا ہوا تھا جو بہت ہی تیز رو ہوا اور ایک دم سے زیادہ اس کا قیام نہین ہے نگاہ کا محمل دوش شرار پر اس واسطے کہا گیا ہے کہ نگاہ حسن شعلہ بار ہے جو دم بھر مین ہوش و خرد کو جلا دیتی ہے۔

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز — گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

اے آہ تو کیا میرے ہی جلانے کے واسطے تھی اور کیا تیرا مقصود میرا ہی جلا دینا تھا غیر کے گھر پر تیری آگ کا کوئی شرارہ نہ گرا۔ اور تیری تمام شعلہ ریزی مجھی پر ختم ہوئی افسوس۔

گل چہرہ ہے کسی خفقانی مزاج کا — گھبرا رہی ہے بیم خزان سے بہار حیف

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گل کسی خفقانی مزاج کا چہرہ ہے گویا بہار خزان کے خوف سے گھبرا رہی ہے اسی وجہ سے گل کے چہرہ سے یہ وحشت اور بھیانک پن ظاہر ہو رہا ہے۔

ہین میری مشت خاک سے اس کو کدورتین — پائی جگہ بھی دل مین تو ہو کر غبار حیف

میری مشت خاک سے اس کو بڑی کدورتین ہین مجھے اپنی قسمت پر افسوس ہے کہ اگر مین نے اس کے دل مین جگہ بھی پائی تو غبار ہو کر جگہ پائی افسوس صد افسوس۔

تمنا رسیدہ ہیں سرِ چشمِ رکابِ یار — آیا نہ میری خاک پہ وہ شہسوار حیف

اے رسیدہ میں چشمِ رکابِ یار کا سر بن جاتا میرے دل میں یہ آرزو تھی مگر افسوس کہ وہ شہسوار سمندِ ناز کبھی میری خاک پر آیا ہی نہیں اور مجھے موقعہ ہی نہ ملا کہ اس کی رکاب تک پہونچ سکوں

عیسیٰ ہے مہربان ہے شفا ریز یک طرف — درد آفریں ہے طبعِ الم خیز اک طرف

میرا عجیب عالم ہے کہ ایک طرف تو مسیحا مہربان ہو کر میرے لئے سامانِ شفا بہم کر رہا ہے اور ایک طرف میری طبیعت جس کا خاصہ ہی درد آفرینی ہے میرے لئے درد پیدا کر رہی ہے۔

سنجیدنی ہے ایک طرف رنجِ کوہکن — خوابِ گرانِ خسرو پرویز یک طرف

اے دیکھنے والو ذرا زمانے کی دو رنگی کو دیکھنا اور ان دونوں باتوں کا موازنہ کرنا کہ کتنا بڑا ان دونوں میں فرق ہے ایک طرف تو کوہکن کی جانکنی اور مشقت و محنت کی برداشت کا موازنہ کرو اور دوسری طرف خسرو پرویز کے خوابِ عشرت کو دیکھو اور اس مسرت اور نعم کو نگاہوں میں تو لو۔

خرمن بباد دادۂ دعویٰ ہیں ہوس رہے — ہم اک طرف ہیں برق شرر بار اک طرف

ہم ان لوگوں میں ہیں جو خرمن دعوی کو برباد کر چکے اور جلا چکے ہیں ہم کو کوئی غم نہیں ہے [illegible] ہو۔ ایک طرف ہم ہیں اور ایک طرف برق ہے وہ ہم کو دیکھ لے اور ہم اس کو دیکھ لیا کرتے ہیں۔

ہے نیشِ دل و جگر خلشِ غمزہ ہائے ناز — کاوش فروشیٔ مژہ تیز یک طرف

اس کی مژگانِ تیز کی کاوش فروشی تو ہے ہی خلشِ غمزہ ہائے ناز دل و جگر کے لئے [illegible] کی بات ہے۔

ردیف (ک)

تاقیامت شبِ فرقت مین گزر جائے گی عمر   سات دن ہم پہ بھی بھاری ہین سحر ہونے تک

شب فرقت اتنی دراز ہے کہ ہماری تمام عمر اس مین گزر جاے گی اور یہ اُس وقت ختم ہوگی جبکہ قیامت آے گی لہذا معلوم ہوا کہ صرف سات دن ہمارے اوپر بھاری ہین یعنی ہفتہ کے پورے دن ظاہر ہے کہ عمر انھین سات دنون کے دور مین تمام ہوتی ہے -

آے ہین پارہاے جگر درمیان اشک   لایا ہو لعل بیش بہا کاروان اشک

رونے مین اشکون کے ساتھ جگر کے ٹکڑے آے ہین جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اشک کا کاروان لعل بیش بہا لیکر آیا ہے -

ظاہر کرے ہے جنبش مژگان سے مدعا   طفلانہ ہاتھ کا ہو اشارا زبان اشک

جیسے کہ بچہ بول نہین سکتا اور ہاتھ کے اشارے سے مدعاے دل کا اظہار کرتا ہو اسی طرح میرا طفل اشک جنبش مژگان سے اپنا مدعا ظاہر کرتا ہے یعنی طفل اشک بھی زبان نہین رکھتا ہے مگر یہ جنبش مژہ اُس کے ہاتھ کا کام دیتی ہو اور یہی اس کے ہاتھ کا اشارہ ہے -

مین وادی طلب مین ہوا جملہ تن عرق   از بسکہ صرف قطرہ زنی تھا بسان اشک

صحراے طلب مین چونکہ اشک کی طرح مین قطرہ زنی یعنی دوا دوش کرتا رہا اور ہمیشہ تیز چلا گیا تو اب میری یہ کیفیت ہے کہ وادی طلب مین تمام تر عرق عرق ہو رہا ہون اور پسینہ مین ڈوبا ہون جیسا کہ اشک قطرہ زنی سے عرق عرق ہو رہا ہے -

دل خستگان کو ہے طرب صد چمن بہار   باغ بخون طپیدن آب روان اشک

خستہ دلون کا خون مین لوٹنا اور اشکون کے پانی کا روان ہونا سیکڑون باغ و بہار کا لطف دکھاتا ہے باغ و بہار بلحاظ رنگینی خون کہا گیا اور اشک کی روانی سے چشمہ ہاے آب کی روانی

خیال کی گئی یعنی عشاق کو خون مین لوٹنے اور رونے سے اتنی ہی مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے جتنی کہ بہار باغ اور چشمہ ہائے آب روان کے دیکھنے سے ہوسکتی ہے۔

رونے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایک بار　　مژگان کو دون فشار پئے امتحان اشک

مین روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہوگیا ہون کہ اب ایک بار اس آزمایش کے لئے کہ دیکھون آنکھون مین اشک ہے یا نہین یا اشک نکل سکتا ہے یا نہین ایک بار پلک بھی نہین ہلا سکتا تھا یہ انتہائے ناطاقتی ہے۔

سیل بنائے ہستی شبنم ہے آفتاب　　چھوڑے نہ چشم مین تپش دل نشان اشک

بعض حکما کا مقولہ ہے کہ شبنم آفتاب سے پیدا ہوتی ہے اور بمصداق کل شیٔ یرجع الی اصلہ آفتاب ہی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اسی بنا پر شاعر خیال کرتا ہے کہ شبنم کی بنا کو تباہ اور برباد کرنے کے لئے آفتاب ایک سیلاب ہے اسی صورت سے میری تپش دل جو بوجہ گرمی کے بمنزلہ آفتاب ہے میرے دل مین اشکون کا نشان جو اوس یا شبنم کی طرح ہین چھوڑ نہین سکتی۔

ہنگام انتظار قدوم بتان اسد　　ہے بر سر مژہ نگران دیدبان اشک

بتون کے آنے کے انتظار مین اے اسد میرے اشک مژہ پر بیٹھے ہوئے استقبال اور دیدبانی کی خدمت انجام دے رہے ہین یعنی اُدھر محبوب کی آمد آمد ہے ادھر مین اشک بہا رہا ہون

ردیف کاف فارسی (گ)

اے آرزو شہید وفا خون بہا نہ مانگ　　جز بہر دست و بازوئے قاتل دعا نہ مانگ

اے شہید وفا آرزو یعنی اے وہ آرزو کہ تجھے وفا نے شہید کردیا ہے یا وفا کی وجہ سے تو شہید ہوئی ہے بہتر یہ ہے کہ تو قاتل سے دیت اور خون بہا کی تمنا اور طلب نہ کر تیرا کام یہ ہے کہ تو قاتل یعنی اپنے محبوب کے دست و بازو کے لئے دعائے خیر کئے جا۔ اس کے سوا اور کچھ نہ مانگ۔

گستاخی وصال ہے مشاطۂ نیاز　　یعنی دعا بجز خم زلف دوتا نہ مانگ

شب وصال ہے عاشق و معشوق بے حجاب سرگرم عیش و نشاط ہین اس عالم مین عاشق اپنے جذبات سے مجبور ہو کر معشوق کی زلف پُر خم تک ہاتھ بڑھاتا ہے جس کو گستاخی سمجھ کر اس کے اوپر معشوق کی طرف سے ایک الزام قائم کر دیا جاتا ہے اُس کے جواب مین کہا گیا ہے کہ وہ گستاخی وصال جس کو گستاخی سے تعبیر کیا گیا ہے دراصل گستاخی نہین ہے بلکہ وہ مشاطۂ نیاز ہے یعنی آرایش دہندۂ نیاز ہے۔

مطلب اس سے یہ ہے کہ عجز و نیاز کی حالت مین عاشق کو کسی اور محراب و خم محراب مین دعا کرنا گناہ ہے اُس کے لئے یہی خم محراب زلف دُعا مانگنے اور عجز و نیاز کے اظہار کی جگہ ہے اور کوئی نہین یا یہ کہ گستاخی وصل کا محض مُدعا یہی ہے کہ خم زلف مین دعاے نیاز کی جاے۔

برہم ہے بزم غنچہ بیک جنبش نشاط کاشانہ بسکہ تنگ ہے غافل ہوا نہ مانگ

اے نادان تو کیون نادانی کرتا ہے اور کاشانۂ تنگ کی تکالیف سے عاجز ہو کر کیون ہوا کی خواہش کرتا ہے ایسا نہ کرنا چاہیئے کیا تو دیکھتا نہین ہے کہ غنچہ نے اس کاشانۂ تنگ کی حالت مین ہوا کی خواہش کی تو ایک ہی جنبش نشاط مین اُس کی محفل نشاط درہم و برہم ہو گئی ظاہر ہے کہ ہوا غنچہ کو کھلاتی ہے اور کھل جانے کے بعد وہ حالت غنچگی قائم اور باقی نہین رہتی۔

عیسیٰ طلسم حسن تغافل ہے زینہار جز پشت چشم نسخۂ عرض دوا نہ مانگ

عیسیٰ علیہ السلام جن کا معجزہ احیائے موتی ہے وہ حسن تغافل کے طلسم ہین اُن سے کسی دوا کی تمنا اور التجا نہ کر بلکہ اگر تجھکو مانگنا ہے تو پشت چشم ہی کا نسخہ اُن سے طلب کر یعنی اُن سے صرف اسی بات کی استدعا کر کہ وہ آنکھ پھیر لین اور واپس جائین اس نسخہ کے سوائے اور کسی نسخہ کی تمنا نہ رکھ مطلب یہ ہے کہ اگر تجھکو یہ بھی معلوم ہو کہ کسی سے کوئی کام نکل سکتا ہے تب بھی کام نکلنے کی اُمید نہ رکھ ہرگز وہ تیری تمنا کے موافق نہوگا۔

مین دور گرد عرض رسوم نیاز ہون دشمن سمجھ لے نگہ آشنا نہ مانگ

میری حالت یہ ہے کہ عرض رسوم نیاز کے لئے مین دور دور پھرا ہون اور میرا عجز ہے کہ دنیا مین آشنا نہین ہوا اب مین یہی کہتا ہون کہ جس کو دیکھے اُس کو تو دشمن سمجھ لے مگر کہین

آشنا کی جستجو نہ کر اس کا کہین پتہ نہین۔
یا یہ کہ مین عرض رسوم نیاز سے اب دور ہون تجھے اختیار ہے کہ مجھے دشمن سمجھ مگر مجھ سے نگاہ آشنا کی تمنا نہ رکھ۔

نظارہ دیگر و دل خونین نفس دگر — آئینہ دیکھ جوہر برگ حنا نہ مانگ

نظارہ اور اپنی صورت کو آئینہ مین دیکھنا یہ دوسری چیز ہے اور طلب دل خونین نفس اور چیز ہے یہ نظارہ سے بالکل الگ ہے تیرا نظارہ آئینہ اس طرح ہوتا ہے کہ دل خونین نفس مانگتا ہے یعنی دلون کو خون کر رہا ہے۔ اس لئے مین چاہتا ہون کہ تو آئینہ کو آئینہ کی طرح دیکھ اور دل خون شدہ مگر نہ مانگ۔ جوہر برگ حنا استعارتاً دل خونین نفس کو کہا گیا ہے۔
یا یہ کہ نظارہ اور چیز ہے مگر وہ دل جو خون ہوگیا ہو وہ دوسری چیز ہے آئینہ مل سکتا ہے اور اس کو دیکھ سکتا ہے مگر تجھے دل خونین نفس نہین مل سکتا۔ اس کے دیکھنے کی تمنا نہ کر۔

یک بخت اوج نذر سبکباری اسد — سر پر وبال سایۂ بال ہما نہ مانگ

ہم جانتے ہین کہ ہما اگر سر پر سایہ ڈالے تو بڑا عروج اور اوج بخت نصیب ہوتا ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جب تک وہ سایہ سر پر نہین ہے اس وقت تک سبکباری ہے اس واسطے ہمارے خیال مین یک بخت اوج یا اوج بخت اس سبکباری کے اوپر قربان کر دینا چاہئے سایۂ بال ہما ایک وبال ہے اسے سر کے لئے تجویز نہ کر اور اپنے سر کو اس وبال سے گرانبار نہ بناؤ

درد سر کیواسطے ہر چند کہ صندل ہے مفید — اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

ردیف (ل)

دیوانگان کا چارہ فروغ بہار ہے — ہے شاخ گل مین پنجہ خوبان بجائے گل

دیوانون کا علاج آمد بہار اور نشو نمائے فصل بہار ہے مگر اس سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ صرف بہار ان کا علاج کر سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شاخ گل مین گل پنجۂ خوبان کی مانند معلوم ہوتا ہے اس واسطے وہ یعنی دیوانے اس سے تسکین پاتے ہین ورنہ بہار سے ان کا

کیا علاج ہو سکتا تھا۔

مژگان تلک رسائی لخت جگر کہاں   اے وائے گر نگاہ نہ ہو آشنائے گل

بڑا افسوس ہو اگر ہماری نگاہ گل پر نہ پڑ سکے اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کا بدل صرف یہی ہے کہ پھر ہم لخت جگر کو دیکھ کر یاد گل تازہ کریں سو لخت جگر کی رسائی مژگان تک ہو کہاں سکتی ہے یعنی لخت جگر مژگان تک آ کیونکر سکتا ہے اُس کا مژگان تک نہ آنا خواہ بوجہ ناطاقتی کے ہو اور خواہ بوجہ ضبط کے اس میں تنوع معانی ہے جو کچھ خیال کر لیجیے۔

بدر ہے آئینۂ طاق ہلال   غافلان نقصان سے پیدا ہے کمال

ہلال ایک طاق ہے اور بدر اس طاق کا آئینہ ہے پہلے طاق ہلال پیدا ہوا تو اسمین آئینہ بدر رکھا گیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کمال پیدا ہوتا ہے اس کی بنا اور اسکی اصل اس کا ہیولا نقصان ہی ہوتا ہے۔

ہے بیاد زلف مشکین سال و ماہ   روز روشن شام آنسوے خیال

اُس کی زلف عنبر بار کی یاد میں مدتوں سے میرا روز روشن ایک ایسی شام ہے جو خیال اور گمان کے ماورا ہے یعنی ایسی شام ہے جو خیال سے باہر اور الگ ہے۔

بسکہ ہے اصل دمید نہا غبار   ہے نہال شکوہ ریحان سفال

چونکہ سفال یعنی ٹھیکرے کی اصل بھی مٹی اور غبار ہے اور شکوہ کی اصل بھی غبار دل ہے لہذا زیادہ سے زیادہ نہال شکوہ کو ریحان نقش و نگار سفال کہا جا سکتا ہے جیسے ریحان سفال ایک بیکار چیز ہے ایسی ہی شکوہ بھی فضول ہے

صافی رخسار سے ہنگام شب   عکس داغ شب ہوا عارض پہ خال

اُس کے رخسار اس قدر صاف اور پر نور ہیں کہ رات کے وقت اُس کے رخسار کا خال سیاہ رات کے داغ کا عکس معلوم ہوتا ہے یعنی نورانی معلوم ہوتا ہے۔

یا یہ کہ اسکے عارض کی صفائی اس درجہ پر ہے کہ شب کو داغ شب کے عکس سے اُسکے رخسار پر تل پیدا ہوگیا یعنی اتنا نورانی ہے کہ وہ کسی تاریک چیز کے عکس کا بھی متحمل نہیں ہو۔

نور سے تیرے ہے اُس کی روشنی   ورنہ ہے خورشید یک دست سوال

خورشید کو شعرا پنجہ سے تشبیہ دیتے ہیں بوجہ اس کی شعاعوں کے۔ چنانچہ پنجہ خورشید پنجہ نور لکھا جاتا ہو اسی بنا پر مرزا نے یہ کہا ہے کہ خورشید میں روشنی صرف تیرے نور کی وجہ سے ہے اور وہ تجھ سے اکتساب نور کرتا ہے ورنہ وہ خالی ایک دست سوال ہے۔ دست سوال کہنے سے یہ لطف پیدا کیا ہے کہ وہ تجھ سے نور کی دریوزہ گری کرتا ہے۔

شور محشر اس فتنہ قامت کے حضور   سایہ آسا ہو گیا ہے پائمال

شور محشر اس فتنہ قامت کے سامنے سایہ کی طرح پائمال ہو کر رہ گیا ہے۔

ہو جو بلبل پیرو فکر اسد   غنچہ منقار گل ہو زیر بال

اگر بلبل اسد کی خوش بیانی کی پیروی کرے تو اس کی منقار بازوؤں کے نیچے گل کی طرح کھل جائے یعنی اس کو گل کی احتیاج نہ ہو وہ خود صورت گل ہو جائے۔

ہر عضو غم سے ہے شکن آسا شکستہ دل   جوں زلف یار ہوں میں سراپا شکستہ دل

میری حالت یہ ہے کہ غم کی وجہ سے شکن کی مانند ہر ایک عضو شکستہ معلوم ہوتا ہے گویا کہ میں زلف یار کی طرح سر سے پاؤں تک دل شکستہ ہو رہا ہوں۔

ہے سرنوشت میں رقم وا شکستگی   ہوں جوں خط شکستہ بہر جا شکستہ دل

میری تقدیر ہی میں شکستگی ہوا ور جس حالت میں جس جگہ ہوں شکستہ دل ہوں جیسے خط شکستہ کہ وہ خواہ کہیں ہو مگر شکستہ ضرور ہوگا۔

امواج کی جبیں پہ شکنیں آشکار ہیں   ہے چشم اشک بار سے دریا شکستہ دل

تم جو دریا میں یہ موجیں آشکارا دیکھتے ہو اور اُن میں یہ شکستگی دکھائی دیتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی چشم اشک ریز کی وجہ سے دریا دل شکستہ ہو رہا ہے یہ امواج دراصل دریا کی دل شکستگی کا نشان ہیں۔

ناسازیٔ نصیب و درشتیٔ غم سے ہے　　امید نا امید تمنا شکستہ دل

میری ناسازیٔ بخت اور میرے غموں کی سختی کی وجہ سے میری امید نا امید معلوم ہوتی ہے اور میری تمنا دل شکستہ ہے گویا ہر طرح میرا حال زبون ہے۔

ہے سنگ ظلم چرخ سے میخانہ میں اسدؔ　　صہبا فتادہ خاطر و مینا شکستہ دل

اے اسد میخانے میں سنگ ظلم چرخ کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ شراب فتادہ خاطر ہے اور شیشہ دل شکستہ ہے صہبا کو فتادہ خاطر کہنا جس قدر لطیف ہے سلیم طبع لوگ اچھی طرح اس کا اندازہ کرینگے۔

ہوں بہ وحشت انتظار آوارۂ دشت خیال　　اک سفیدی مارتی ہے دور سے چشم غزال

عالم وحشت میں مجھے میرے انتظار نے آوارۂ دشت خیال کر دیا ہے اور اب میری وحشت اور آوارگی کا یہ عالم ہے کہ چشم غزال جو خود ایک وحشی مزاج ہے مجھے دور سے ایک سفیدی سی معلوم ہوتی ہے یعنی میں اس سے بھی بہت دور رہتا ہوں اور اُس کے عالم وحشت سے میرا عالم وحشت جدا ہے۔

ہم غلط سمجھے تھے لیکن زخم دل پر رحم کر　　آخر اس پردہ میں تو ہنستی تھی اے صبح وصال

ہم نے جو کچھ سمجھا تھا وہ غلط تھا مگر اے صبح وصال تجھے دل کے زخم پر رحم کرنا چاہئے اس کا تیرے اوپر حق ہے کہ تو تو اسی زخم دل کے پردہ میں ہنسی ہے
یا یہ کہ ہم نے خندۂ زخم دل کی حقیقت جو کچھ سمجھی وہ یقینی غلط تھی ہم سمجھے تھے کہ وہ زخم ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ اے صبح وصال تو اس پردۂ زخم میں ہنس رہی تھی مگر کھل بھی اے صبح وصال اب اس کے اوپر رحم کرنا چاہئے تیری ہنسی اس کے لئے باعث ضرر ہے۔

حاصل یہ ہو کہ صبح وصال کا طلوع زخم جگر سے ہوتا ہو جیسے کہ طلوع صبح محشر چاک ہو میرے گریبان کا

بیکسی افسردہ ہوں اے ناتوانی کیا کروں — جلوۂ خورشید سے ہو گرم پہلوئے ہلال

اے ناتوانی آخر میں کیا کروں مجھے میری بیکسی نے افسردہ کر دیا ہے چاند کے پاس سورج ہے اور اس کے پہلو کو وہ گرم کر رہا ہے مگر میرے پاس میرا محبوب نہیں ہے اس لئے میں افسردہ ہوں۔ یہاں گرم اور افسردہ کا تقابل لطیف ہے۔

شکوۂ درد و درد داغ اے بیوفا معذور رکھ — خون بہا یک جہان امید ہے تیرا خیال

میرا شکوہ مت کر درد بنا اور درد کی صورت بدل کر داغ ہو گیا لہذا اے بے وفا تو مجھے معاف کر اگر میں تیرا خیال کئے ہوں اس لئے کہ تیرا خیال میری دنیائے امید کا جو مٹ گئی ہے ایک خون بہا ہے گویا تمام کو مٹا کر صرف تیرا خیال مجھے دیدیا گیا ہے۔

عرض درد بیوفائی وحشت اندیشہ ہے — خون ہوا دل تا جگر یارب زبان شکوہ لال

بے وفائی کے درد کا بیان کرنا میرے اندیشہ اور خیال کی وحشت اور بدمیدگی کی وجہ سے ہے کہ خیال وحشی ہوا تو درد بے وفائی کا بیان زبان پر آگیا دل سے لیکر جگر تک اس غم میں خون ہو گیا اے میرے خدا شکوہ کی زبان یا شکوہ کرنے والی زبان کو گونگی ہو جائے کہ مجھے اس نے تباہ کر دیا۔

اس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے ہے روا — مال سنی کو مباح اور خون صوفی کو حلال

شعر کے معنی بالکل صاف ہیں کوئی ایسا دقیق مضمون نہیں ہے کہ اس کی شرح کی جائے مگر یہ لطیفہ بیان کے قابل ہے کہ اس شعر کے کہنے کی وجہ سے گویا حکیم مومن خان کے عشق کا مزا اسے توارد ہوا ہے وہ بھی کہتے ہیں ؎

دل ایسے شوخ کو مومن نے دیدیا ہے کہ جو
محب حسینؑ کا اور دل رکھے شمر کا سا

بہ عرض حال شبنم ہے رقم ایجاد گل   ظاہرا ہے اس چمن مین لال مادر زاد گل

شبنم کے عرض حال کرنے کے لئے پھول کچھ لکھ رہا ہے اور اس کی تحریر وہی ہے جو اس کے اوپر گلکاری معلوم ہوتی ہے یا پتون مین جو رگون اور نسون کی وجہ سے لکیرین معلوم ہوتی ہین تو اس لکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ زبان سے کہہ نہین سکتا بلکہ ظاہرا وہ مادر زاد گونگا پیدا ہوا ہے۔

گر کرے انجام کو آغاز ہی مین یاد گل   غنچے سے منقار بلبل وار ہو فریاد گل

اگر پھول اپنے ابتدا سے کار ہی مین اپنے آل کو یاد کرے اور پیش نظر رکھے تو اس کے غنچہ سے اس طرح فریاد نکلنے لگے جیسے کہ منقار بلبل سے فریاد نکلتی ہے۔ گل شدن ظاہر غنچہ

گر بہ بزم باغ کھینچے نقش روئے یار کو   شمع سان ہو جائے قط خامۂ بہزاد گل

بہزاد ایک نقاش کا نام تھا کہتے ہین کہ اگر بہزاد باغ مین میرے محبوب کے عارض مصفی کی تصویر بنائے تو اس کا اثر یہ ہو کہ اس کے قلم کی نوک پر شمع کی مانند گل پیدا ہو جائے۔ گل پیدا ہونے مین دو صورتین نکلتی ہین یا یہ کہ جیسے شمع گل کے آ جانے سے بیکار اور اندکار رفتہ ہے اسی طرح اس کا قلم بیکار ہو جائے یا یہ کہ اس پر پھول آ جاوین یعنی اس مین بہار آ جائے بہرحال اس شعر مین اس قدر تناسب الفاظ کے پھیر مین پڑ گئے ہین کہ معنی سے دور ہو گئے ہین۔ بزم۔ باغ۔ نقش۔ شمع۔ قط۔ خامہ۔ بہزاد۔ گل۔ یہ سب الفاظ شطرنج کے مہرون کی طرح ایک دوسرے کے زور شکن ہین۔

دست رنگین سے جو رخ پر اکسے زلف سا   شاخ گل مین تھا نہان جون شانہ در شمشاد گل

اگر وہ دست رنگین سے اپنی رخ پر زلف کھول دے تو گل اس طرح شاخ گل مین چھپ جائے جس طرح کہ شانہ شمشاد مین چھپا ہوا ہے۔ شانہ شمشاد مشہور ہے یعنی اس کے دست رنگین کی شرم سے گل بھی چھپ جائے۔

سعی عاشق ہے فروغ افزائے آبروئے کار   ہے شرار تیشہ بہر تربت فرہاد گل

عاشق کی سعی اُس کے کام کی زیب و زینت مین امداد کرتی اور ترقی دیتی ہے۔ دیکھ لو کہ تیشہ کے شرار تربت فرہاد کے لئے گل بنے ہین اور اس کا جو کچھ نام و نشان ہے وہ تیشہ زنی ہی سے ہے۔

ہے تصور صافی قطع نظر از غیر یار   تخت دل سے لاوے ہی شمع خیال آباد گل

تصور غیر دوست اور ما سوائے محبوب سے قطع نظر کرنے کے واسطے ایک صافی کی طرح ہی اسکا ثبوت یہ ہے کہ گل جو اپنے محبوب کے تصور مین مستغرق ہے وہ اپنے خیال آباد مین عام شمعین نہین جلاتا بلکہ اپنے تخت دل کی شمع جلا کر اسکو منور کرتا ہے اور ما سوا سے کوئی غرض نہین رکھتا۔

گلشن آباد دل مجروح مین ہو جائے ہے   غنچہ پیکان شاخ ناوک صیاد گل

دل مجروح گلشن آباد سے مشابہ ہے اور اس گلشن آباد مین ناوک صیاد کی شاخ ہین غنچہ پیکان آتے ہی پھول بن جاتا ہے یعنی میرے مجروح دل کے گلشن مین جو غنچہ پیکان آتا ہے وہ ایک اور گل زخم کھلا دیتا ہے۔

برق سامان نظر ہے جلوہ بیباک حسن   شمع خلوتخانہ کیجئے ہر چہ بادا باد گل

حسن بیباک کا جلوہ اور اس کا ظہور نظر کے واسطے برق سامان ہے یعنی نظر مین بجلی کی طرح کوند رہا ہے ہر چہ بادا باد اب خلوت خانے کی شمع زبردستی گل کر دینا پڑے گی یعنی جب حسن بیباک کی یہ جلوہ افروزیان ہین تو کیونکر ہم خلوت مین رہ سکتے ہین یا یہ کہ حسن جو خلوت خانہ مین تھا اب وہ بیباک بن کر برق نظر ہوا اور جلوہ گر ہونے لگا مجبوراً خلوت خانہ کی شمع گل کر دینا چاہئے۔

خاک کو عرض بہار صد نگارستان اسد   حسرتین کرتی ہین میری خاطر آزاد گل

اے اسد جیسے خاک سیکڑون نگارستان بہار کے جلوے عالم کے لئے پیش کر رہی ہے ایسی ہی میری خاطر آزاد سیکڑون حسرتون کے گل کھلاتی اور جلوے دکھاتی ہے۔ گل کردن فارسی کا محاورہ ہے جو ظاہر کرنے اور ظاہر ہونے کے معنی پر آتا ہے یہان اُردو مین بجنسہٖ اُس کا

ترجمہ کرکے پیش کردیا گیا ہے اس مین خاطر آزاد کا خاک سے اور حسرتون کے ظہور کا ظہور بہار سے استعارہ کیا ہے۔

گرچہ ہی یک بیضۂ طاؤس آسا تنگ دل — ہی چمن سرمایۂ بالیدن صد رنگ دل

دل اگرچہ ایک بیضۂ طاؤس کی مانند تنگ ہے مگر پھر بھی دل ایک چمن ہے جسمین سرمایہ بالیدن صد رنگ موجود ہی یعنی پھر بھی سیکڑون رنگون کی نشو نما اس مین ہوتی ہے۔

بیدلون سے ہی تپش جون خواہش آب از سراب — ہی شرر موہوم اگر رکھتا نہو وہ سنگ دل

جو لوگ کہ بے دل ہین اُن مین تپش کا ڈھونڈھنا بمنزلہ سراب سے پانی کی خواستگاری کرنے کے ہے یعنی اگر دل نہین ہے تو پھر تپش کیسی یہ امید فضول اور لایعنی ہے۔ پتھر کے اندر دل موجود ہے اسی واسطے اس سے شرارے نکلتے ہین ورنہ اگر بیدل ہوتا تو یہ شرارہ نکلتے۔

رشتۂ فہم ممسک سے ہے پیوند کوتہی — عقدہ سان ہی کیسۂ زر پر خیال تنگ دل

ممسک یعنی بخیل کی سمجھ کا سلسلہ قید کوتاہی اور عاقبت اندیشی سے ملتا ہے کیونکہ اس کا یہ کیسۂ پُر زر ایک گرہ ہے اور بخیل کا کیسہ جا سد کے دل تنگ کی طرح ہے جو ایسے ہی عقدون اور خیالون سے بھرا رہتا ہے یا یہ کہ تنگدل کا خیال عقدہ کی مانند ایک کیسہ پُر زر معلوم ہوتا ہے۔

ہون زپا افتادۂ انداز یاد حسن سبز — کسقدر ہی نشہ فرسائے خمار بنگ دل

مین انداز یاد حسن سبز مین مدہوش اور از پا درافتادہ ہو رہا ہون۔ ذرا دیکھئے کہ میرا دل کس قدر خمار نشہ بنگ مین مبتلا ہے۔ بنگ استعارہ ہے حسن سبز سے اور خمار از پا افتادگی سے۔

شوق بے پروا کے ہاتھون مثل ساز نادرست — کھینچتا ہی آج نالے خارج از آہنگ دل

شوق بے پروا کے ہاتھون نادرست اور بے سرے باجے کی طرح آج میرا دل نالہای
خارج از آہنگ کھینچ رہا ہے۔ شوق کو بے پروا اس لیے کہا کہ اس کو نالون سے مطلب ہے
درستی اور نادرستی کی کوئی پروا نہین کرتا۔

اے اسد خاموش ہے طوطی شکر گفتار طبع　　ظاہر رکھتا ہے آئینہ اسیر زنگ دل

اے اسد میرا طوطی شیرین گفتار طبیع خاموش ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دل کے آئینہ
پر زنگ لگ گیا ہے اسی سے یہ سب خرابی پیدا ہوئی ہے۔

ردیف م

اثر کمند ہوئی فریاد نارسا معلوم　　غبار نالہ کمین گاہ مدعا معلوم

میری فریاد نارسا جیسا کہ اثر کو پھانسنے کی قدرت رکھتی ہے وہ تو ظاہر ہے اور ہم سب
جانتے ہین جیسا کہ ہمارا نالہ کمین گاہ مدعا مین ہے یعنی یہ کچھ بھی نہین ہے۔

تکلف آئینہ دو جہان مدارا ہے　　سراغ یک نگہ قہر آشنا معلوم

تکلفات ظاہری سے یہ معلوم ہوا کہ انھون نے ہمارے واسطے دو جہان مہیا کر لیے
ہین ایسی حالت مین ہم نگاہ قہر آشنا کا پتہ کیا لگا سکتے ہین اور انھی مدارا ہی مین ایک نگاہ قہر کو کیا ہم
تلاش کر سکتے ہین۔

اسد فریفتہ انتخاب طرز جفا　　وگرنہ دلبری وعدۂ وفا معلوم

اسد فریفتہ ہے اس بات پر کہ اس کی یہ جدید طرز جفا بھی انتخاب ہو وگرنہ وعدۂ وفا
کی دلبری معلوم ہوا اس سے کوئی خاص اثر گویا اس کا وعدہ کرنا بھی ایک طرز جفا ہے۔

بسکہ ہین بدمست بشکن بشکن میخانہ ہم　　موئے شیشہ کو سمجھتے ہین خط پیمانہ ہم

چونکہ ہم بشکن بشکن میخانہ کے بدمست ہین لہذا وہ بال جو شیشہ مین اس حالت مین ٹوٹتے

ہین اُن کو ہم خط پیمانہ سمجھتے ہین شکن شکن جشن کو کہتے ہین جس مین تمام ساز و سامان مہیا ہون - چونکہ ہم شکن شکن میخانے کے عاشق ہین اور شکن کے دوسرے معنی ہین - توڑ جو امر ہو شکستن کا لہذا اس تام کے اثر سے مرے شیشہ جو شکن شکن کا اثر ہے اور بڑی چیز ہے وہ بھی ہم کو خط جام کی طرح پہلا معلوم ہوتا ہے خط جام وہ لکیرون کے نشانات جو پیالے وغیرہ مین ہوتے ہین -

بسکہ ہر اک موئے زلف افشان سے ہے تار شعاع　　پنجۂ خورشید کو سمجھے ہین دست شانہ ہم

چونکہ اس کی زلف کا ہر ایک بال افشان کی وجہ سے تار شعاع معلوم ہوتا ہے اسی لحاظ سے ہم پنجۂ خورشید کو دست شانہ یعنی وہ ہاتھ جو شانہ کرے - یا شانہ محض سمجھتے ہین -

مشق از خود رفتگی سے ہین بہ گلزار خیال　　آشنا تعبیر خواب سبزۂ بیگانہ ہم

اے دوست اے ہمارے آشنا ہم نے از خود رفتگی کی اتنی مشق کی ہے کہ آج گلزار خیال مین سبزۂ بیگانہ کے خواب کی تعبیر بن گئے ہین - چونکہ سبزہ کو سبزۂ خوابیدہ بھی کہا جاتا ہے اس لئے خواب سبزہ کہا گیا - سبزۂ بیگانہ وہ سبزہ جو خود اُگ آیا ہو - ظاہر ہے کہ سبزۂ بیگانہ کے خواب کی تعبیر عدم ہی ہو گی - مطلب یہ ہے کہ اے آشنا ہم از خود رفتگی کی مشق کرتے کرتے آج بالکل فنا اور نیست ہو گئے ہین -

فرط بیخوابی سے ہین شبہائے ہجر یار مین　　جون زبان شمع داغ گرمی افسانہ ہم

بیخوابی کی وجہ سے یار کی جدائی کی راتون مین ہم شمع کی زبان کی طرح گرمی افسانہ کی وجہ سے داغ بن کر رہ گئے ہین یعنی جیسے زبان شمع افسانہ کہتے کہتے جل گئی ہے اسی طرح ہم کو گرمی افسانہ نے پھونک دیا ہے یعنی افسانہ نے بجائے خواب آوری کے ہمارے اوپر یہ اثر کیا ہے -

جانتے ہین جوشش سودائے زلف یار مین　　سنبل بالیدہ کو موئے سر دیوانہ ہم

زلف یار کے عشق کے جنون مین سنبل بالیدہ جو باغ مین پھیلا ہوا ہے وہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ کسی دیوانے کے بال بکھرے ہوتے ہین -

بسکہ وہ چشم و چراغ محفل اغیار ہے   چپکے چپکے جلتے ہین جون شمع ماتم خانہ ہم

ہمارا محبوب چونکہ بزم غیر کا چشم و چراغ بنا ہوا ہے اس لئے مجبوراً ہم ماتم خانہ کی شمع
کی مانند چپکے چپکے جل رہے ہین۔

رہتے ہین افسردگی سے سخت بیدردانہ ہم   شعلہ ہا نذر سمندر بلکہ آتش خانہ ہم

ہم افسردگی کی وجہ سے نہایت جمود کی زندگی گزار رہے ہین اور یہ تمام شعلے بلکہ آتش خانہ
کا آتش خانہ سمندر کی نذر ہو رہا ہے ہم یون افسردگی کی زحمتین اٹھا رہے ہین اور ایک چھوٹا
سا کیڑا یون پورے آتش خانے پر قابض ہے سمندر کیڑے کا نام ہے

حسرت عرض تمنا یان سے سمجھا چاہیئے   دو جہان حشر زبان خشک ہین جون شانہ ہم

اگر ہماری حسرت عرض تمنا کا حال معلوم کر لینا چاہتا ہے تو اس سے معلوم کر کہ جیسے
شانہ باوجود ہزار دندان زبانین ہونے کے خشک ہو کر دو جہان محشر زبان خشک بن گیا ہے
اسی طرح ہم بھی خاموش ہین شانے کی زبانین وہی دندانے۔ دو جہان حشر زبان خشک اسکے
دونون رخون کی وجہ سے کہا گیا ہے۔

وحشت بے ربطی پیچ و خم ہستی نہ پوچھ   ننگ بالیدن ہین جون موئے سر دیوانہ ہم

ہستی کے پیچ و خم کی بے ربطی کی وحشت ہم سے تو کیا پوچھتا ہے دیوانے کے سر کے
بالون کی طرح بالیدن ہمارے لئے باعث ننگ ہے یعنی جیسے سودائی اور مجنونون کے بالون
مین الجھنین اور پیچ و خم ہوتے ہین اسی طرح سے ہماری ہستی کا پیچ و خم ہے اور یہی
بے ربطی باعث وحشت ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہم ننگ بالیدن ہین۔

از انجا کہ حسرت کش یار ہین ہم   رقیب تمنائے دیدار ہین ہم

اس وجہ سے کہ ہم کو یار کی حسرت کشی کی عادت ہے اور سوا اس کے اور کوئی
کام ہم کو نہین ہے لہذا ہم تمنائے دیدار کے رقیب اور مخالف ہین یعنی صرف یار کے خواہان

ہین یار کے دیدار کی تمنا کے مخالف ہین

رسیدن گل باغ واماندگی ہے — عبث محفل آرائے رفتار ہین ہم

رسیدن یعنی پہونچ جانا۔ واماندگی یعنی پڑ رہنے اور تھک جانے کا دیباچہ ہے ہم بیکار محفل آرائے رفتار ہو رہے ہین اور فضول راہ نوردی مین مصروف ہین یعنی پہونچنے تو یہی نتیجہ ہوگا کہ رہ جائینگے اور پڑ رہین گے۔

نفس ہو نہ معزول شعلہ درودن — کہ ضبط تپش سے شرر کار ہین ہم

نفس کو چاہیے کہ برابر شعلہ دروی کرتا رہے اور کبھی شعلہ حاصل کرنے سے معزول نہ ہوئے کیونکہ ہم ضبط تپش سے شرر کار ہوگئے ہین اور سراپا شرار ہوگئے ہین لہذا نفس کیسی قدر شعلہ افشانی کرتا رہے ہم کو کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا ہے۔

تماشائے گلشن تمنائے چیدن — بہار آفرینا گنہ گار ہین ہم

اے بہار پیرائے عالم بیشک ہم تیرے گنہ گار ہین اور یقینی تیرے عاصی ہین کہ تیرے ماسوا ہم کو پھول چننے یا گلشن کے تماشے کی تمنا ہے۔ ہم کو چاہیئے تھا کہ تیرے سوا اور کسی کی تمنا نہ رکھتے۔

نہ ذوق گریبان نہ پروائے دامان — نگاہ آشنائے گل و خار ہین ہم

اب نہ گریبان کا ذوق ہے نہ دامن کی پروا ہے۔ ہم گل اور خار کے دیکھنے والے ہین دامن کانٹون مین جذب ہو کر رہ گیا۔ اور گریبان کو پھولون نے بھلا دیا۔

اسد شکوہ کفر و دعا ناسپاسی — ہجوم تمنا سے لاچار ہین ہم

اے اسد حالانکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شکوہ کرنا کفر ہے اور دعا کرنا ناشکری ہے مگر کرین کیا کہ ہجوم تمنا سے ہم لاچار ہین مجبوراً شکوہ بھی کرنا پڑتا ہے اور دعا بھی کرنا پڑتی ہے۔

جسدم کہ جادہ وار ہو تار نفس تمام — پیمایش زمین رہ عمر بس تمام

جس وقت کہ جادہ کی طرح تار نفس تمام ہو جاے تو وہین زمین راہ عمر کی پیمایش تمام ہو جاتی ہے یعنی وہین منزل عمر ختم ہو جاتی ہے ۔

کیا دے صدا کہ الفت گم گشتگان سے آہ — ہے سرمہ گرد رہ بگلوے جرس تمام

کیا صدا دے سکتا ہے کہ گم شدہ لوگون کی محبت مین جرس گرد راہ سے سرمہ در گلو ہو رہا ہے ۔

ڈرتا ہون کوچہ گردی بازار عشق سے — ہین خار راہ جوہر تیغ عسس تمام

بازار عشق کی کوچہ گردی سے مین ڈرتا ہون کیونکہ میرے لئے خار راہ جوہر تیغ عسس ہین یعنی خار راہ عشق اتنے ہین کہ کوچہ گردی بازار عشق سے مین ڈرتا ہون اور وہ مجھے دشت گردی نہین کرنے دیتے ۔

اے بال اضطراب کہان تک فسردگی — یک پر زدن تپش مین ہے کار قفس تمام

اے بال اضطراب یعنی اے اضطراب کے بازو آخر تو افسردہ کہان تک رہے گا عالم تپش مین تڑپ کر جہان تو نے ایک پر مارا بس قفس کا کام تمام ہو جاے گا یعنی اے اضطراب جہان تو نے حالت کرب مین ذرا توجہ کر لی فوراً قفس ٹوٹ کر برابر ہو جائیگا ۔

گزرا جو آشیان کا تصور بوقت بند — مژگان چشم دام سے ہے خار و خس تمام

قید ہونے کے وقت جو آشیانے کا خیال بندھا تو چشم دام کی مژگان یعنی حلقہ ہاے دام کے ابھرے ہوے تاگون نے فوراً خار و خس کی صورت اختیار کر لی اور ایک آشیانہ بن گیا ۔

کرتے نہ ہاے ضعف سے شور جنون اسد — اکی بہار کا یونہی گزرا برس تمام

اے اسد ضعف نے اتنا بےبس اور اتنا عاجز کر دیا کہ ہم ہو حق مستانہ بلائی نہ کر سکے اور جنون کے شور سے بھی باز رہے اکی بہار کا پورا سال یونہی گزر گیا ۔

ردیف (ن)

خوش وحشتے کہ عرض جنون فنا کرون	جون گرد راہ جامۂ ہستی قبا کرون

وہ وحشت بڑی اچھی جس کے ذریعہ سے یا جس کی وجہ سے مین اپنے جنون فنا کا اظہار کر سکون اور جیسے کہ گرد راہ نے جامۂ ہستی کو چاک کر دیا ہے اسی طرح سے مین بھی قبائے ہستی کو تار تار کر دون -

گر بعد مرگ وحشت دل کا گلا کرون	موج غبار سے پر یک دشت وا کرون

اگر کہین مین مرنے کے بعد اپنی وحشت دل کا گلہ کرنے پر آؤن تو اپنی موج غبار اور اپنے غبار قبر سے ایک دشت کے پر لگا دون یعنی کہین بعد مرگ وحشت کا شکوہ بھی کرون تو تختۂ دشت کو زیر و زبر کر دون اور جنگل کے جنگل کو سے اُڑا دون -

آ اے بہار ناز کہ تیرے خرام سے	دستار گرد شاخ گل نقش پا کرون

محبوب سے خطاب کر کے کہا ہے کہ آ اے بہار ناز خدا کے لئے آ - کہ تیرے آتے ہی مین اپنی دستار کو شاخ گل نقش پا پر فدا کر دون اور اس کی گرد بنا دون یا اسکے اوپر نثار او بر اس کی نذر کر دون -

خوش افتادگی کہ بصحرائے انتظار	جون جادہ گرد رہ سے نگہ سرمہ سا کرون

ہائے وہ افتادگی کتنی اچھی ہے کہ انتظار کے جنگل مین مین جادہ کی مانند پڑا ہون اور اپنی آنکھ مین گرد راہ کا سرمہ لگایا کرون - حاصل یہ ہے کہ انتظار یار مین رہنا کتنا اچھا ہے -

صبر اور یہ ادا کہ دل آوے اسیر چاک	درد اور یہ کمین کہ رہ نالہ وا کرون

صبر کا یہ ارادہ ہو کہ دل کو اسیر چاک زخم بنا دون اور وہ اس سے کہین نہ نکلے

اور درد اس گھات میں لگا ہوا ہے کہ میں کسی طرح نالہ کروں اور دل کی بھڑاس نکالوں۔

وہ بیدماغِ منتِ اقبال ہوں کہ میں — وحشت بہ داغِ سایۂ بالِ ہما کروں

میں اقبال کی احسان مندی اور منت پذیری سے اس قدر بیدماغ ہوں کہ اگر سایۂ بازوے ہما کے داغ کو دیکھ بھی لوں تو مجھے وحشت پیدا ہو جائے۔ حاصل یہ کہ میں کسی کا احسان سر پر نہیں لے سکتا۔

وہ التماسِ لذتِ بیداد ہوں کہ میں — تیغِ ستم کو پشتِ خمِ التجا کروں

میں لذت بیداد کے لئے ایک التماس ہوں اور وہ التماس ہوں کہ میرا جذبہ بیداد اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ میں تیغ ستم کو وہ پشت خم بنا سکتا ہوں جو التجا اور عرض مدعا کے لئے خم کی جاتی ہے یعنی تیغ ستم خود میرے روبرو پشت خم التجا بن کر آئے۔

وہ رازِ نالہ ہوں کہ بشرحِ نگاہِ عجز — افشاں غبارِ سرمہ سے فردِ صدا کروں

میں اپنے نالہ کا ایک راز ہوں اور وہ راز ہوں کہ نگاہ عجز کی شرح کے لئے اپنی آواز کی فرد یعنی کاغذ پر غبار سرمہ چھڑک دوں گا یعنی راز کی اس قدر محافظت کروں کہ فرد صدا جس کا کام اظہار راز ہے اسپر بھی غبار سرمہ چھڑک کر اس کو سرمہ در گلو کر کے بے اثر بنا دوں گا۔

فلک سفلۂ بے محابا ہے — اس ستمگر کو انفعال کہاں

کمینہ آسمان بالکل بے خوف اور بے محابا ہے ظلم کرتا ہے اور اس ظالم کو کبھی شرمندگی نہیں ہوتی اور کبھی اپنے افعال سے نہیں شرماتا۔

بوسہ میں وہ مضائقہ نہ کرے — پر مجھے طاقتِ سوال کہاں

اگر میں بوسہ مانگوں تو یقین ہے کہ وہ کوئی مضایقہ نہ کرے گا مگر مصیبت یہ ہے کہ

مجھ مین طاقت سوال نہین ہے۔ طاقت سوال نہ ہونے کی بہت سی توجیہین ہو سکتی
ہین خواہ بوجہ ہیبت و رعب حسن۔ خواہ بوجہ غیرت عشق وغیرہ کے ۔

آنسو کہون کہ آہ سوار ہوا کہون　　ایسا عنان گسیختہ آیا کہ کیا کہون

اس شعر مین بیان حال معشوق بھی ہو سکتا ہے مگر میرے نزدیک بیان حال
اشک زیادہ مناسب ہے اپنے آنسو کی کیفیت بیان کرتے ہوے کہتے ہین کہ اُسے
آنسو کہون یا ہوا سے آہ کا سوار کہون یعنی ایسا تیز رو تھا گویا کہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔
غرض میرا اشک کچھ اس طرح تیز و تند عنان گسیختہ آیا کہ بس کچھ نہ پوچھو کچھ کہا نہین جاتا

مضمون وصل ہاتھ نہ آیا مگر اُسے　　اب طائر پریدہ رنگ حنا کہون

وصل کا مضمون ہاتھ نہ آیا کہ اس کی کسی سے تشبیہ دے سکون اور بتا سکون کہ وصل
کیا چیز ہے البتہ طائر پریدہ رنگ حنا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا بھی کوئی وجود نہین ہے

طرز آفرین نکتہ سرائی طبع ہے　　آئینہ خیال کو طوطی نما کہون

میرا آئینہ خیال نکتہ سرائی کی طرزین پیدا کرتا ہے اور میری طبیعت کو نکتہ سرائی
کے راستے دکھاتا ہے اب اس کی تشبیہ کس سے دون بہتر یہ ہے کہ آئینہ خیال کو طوطی نما
بتاؤن آئینہ اور طوطی مین جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے ۔

غالب ہے رتبہ فہم تصور سے کچھ پرے　　ہے عجز بندگی جو علی کو خدا کہون

اے غالب حضرت علی کا رتبہ تصور کی فہم اور سمجھ پرے ہے اور تصور وہان تک پہونچ
ہی نہین سکتا لہذا یہ میرا عجز بندگی شمار کیا جائے گا اگر مین علی کو خدا کہدون گا اُن کا
رتبہ نہ معلوم کیا ہے ۔ خدا اپنی جگہ ہے اور علی اپنی جگہ ۔

کس کو زخود رستہ کم دیکھتے ہین　　کہ آہو کو پابند رم دیکھتے ہین

ہم کو دنیا مین کوئی ایسا نہین ملتا کہ جو خودی کی حدود سے گزر کر آزاد ہو گیا ہو ۔

آہو کو دیکھئے ہر چند کہ وہ وحشی ہے مگر پھر بھی پابند رم ہے۔ غرضکہ پابندی دور نہین ہو سکتی۔

آئینہ دام کو پردے مین چھپاتا ہے عبث — کہ پریزاد نظر قابل تسخیر نہین

جوہر آئینہ کو دام آئینہ فرض کر کے کہتا ہے کہ آئینہ بیکار دام کو پردے مین چھپائے ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اس کی یہ کوشش سراسر بیکار اور بے سود ہے اس کو واضح رہے کہ نظر وہ پریزاد نہین ہے کہ وہ اس کو دام مین پھانس لے اور تسخیر کر لے وہ اور پریان ہون گی جو مسخر ہو جاتی ہین۔

مثل گل زخم ہے میرا بھی سنان سے توام — تیرا ترکش ہی کچھ آبستنی تیر نہین

تیرا خیال یہ ہے کہ میرا ترکش ہی ایک ایسا ہے جو تیرون سے بھرا ہوا ہے اور جو نوک تیر سے توام ہے یہ غلط ہے اور سراسر غلط ہے اس کی اور بھی مثالین ہین پھول کو دیکھو وہ بھی زخمی ہے اور اس کے زخم مین بھی اب تک اسی طرح سنان موجود ہے جیسے کہ تیرے ترکش مین تیر ہین بلحاظ سرخی و رنگ و چاک پھول زخمی ہے اور شاخ گل سنان ہے اور اسی طرح اب تک میرے زخم مین بھی سنان توام موجود ہے۔

میر کے شعر کا احوال کہون کیا غالب — جس کا دیوان کم از گلشن کشمیر نہین

ریختہ کا وہ ظہوری ہے بقول ناسخ — آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

اے غالب میر کا حال کیا پوچھتا ہے اس کا حال کیا بتاؤن مجھے اس کا دیوان گلشن کشمیر معلوم ہوتا ہے یقیناً وہ اردو کے لئے ظہوری ہے جیسا کہ ناسخ کا یہ مقولہ ہے بالکل صحیح ہے کہ ع

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

جائیکہ پائے سیل بلا درمیان نہین — دیوانگان کو وان ہوس خانمان نہین

دیوانے اس جگہ آباد ہی نہیں ہوتے اور وہاں گھر ہی نہیں بناتے جہاں سیل کا گذر نہ ہو یعنی اُن کی فطرت میں آزار طلبی کا مادہ بھرا ہوا ہے۔

ہر رنگ گردش آئینہ ایجادِ درد ہے اشک سحاب جز بوداعِ خزان نہین

گردش دہر کے ہر رنگ مین ایجاد درد کے انداز موجود ہین ابر بہار کو دیکھ لے کہ اس کی اشک افشانی صرف اس لئے ہے کہ خزان رخصت ہورہی ہے الحاصل ہر گردش ایجاد درد کا ایک آئینہ ہے۔

جز عجز کیا کرون بہ تمنائے بیخودی طاقت حریف سختی خواب گران نہین

مجھے بیخودی کی تمنا ہے مگر اس کو اختیار نہیں کر سکتا اور اس کے لئے سوائے اس کے کہ اپنی عاجزی کا اظہار کرون اور کچھ نہیں کر سکتا وجہ یہ ہے کہ میری طاقت اس خواب گران کو برداشت نہیں کر سکتی۔ مجبوراً مین عجز کا اظہار کرتا ہون۔

گل غنچگی مین غرقہ دریائے رنگ ہے اے آگہی فریب تماشا کہان نہین

پھول حالت غنچگی مین دریائے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے اے آگہی فریب تماشا کس جگہ نہیں ہے ہر جگہ یہی حالت ہے۔

ہوئی یہ بیخودی چشم و زبان کو تیرے جلوے سے کہ طوطی قفل زنگ آلودہ ہے آئینہ خانے مین

آنکھ اور زبان کو تیرے جلوے سے یہ بیخودی ہوگئی ہے کہ طوطی جس کا کام گویائی ہے وہ آئینہ خانہ مین ایسا بے حس اور بیکار ہوگیا ہے کہ ایک قفل زنگ آلودہ معلوم ہوتا ہے۔

بحکم عجز ابروئے مہ نو حیرت ایجا ہے کہ یان گم کر جبین سجدہ فرسا آستانے مین

عاجزی کے حکم سے مہ نو یعنی ہلال اشارے کرتا ہے کہ سجدہ کرنے والی پیشانی

کو اس جگہ آستانے مین گم کر دے۔ اس شعر مین یان کی بجاے ہان زیادہ مناسب ہے جس سے تاکید پیدا ہو جائے گی اور یان کے واسطے کوئی خاص جگہ نہین بتائی گئی

فزون کی دوستون نے حرص قاتل ذوق کشتن مین
ہوے ہین بخیہاے زخم جوہر تیغ دشمن مین

میرے دوستون نے میرے قاتل کی حرص قتل کو اور زیادہ کر دیا اور اس کے ذوق قتل کو بڑھا دیا ہے گویا کہ وہ بخیے جو انھون نے میرے زخم مین کی تھی وہ دشمن کی تلوار کے واسطے جوہر ہو گئی ہے یعنی دوستون نے بخیہ کی تھی زخم کے سینے کو مگر چونکہ میری بدنصیبی سے وہ قاتل کو بری معلوم ہوئی اس سے اور اس کی حرص قتل بڑھ گئی ہے اور آخر وہی بخیہ اس کی تلوار کا جوہر بنی۔ تلوار کا جوہر بننے سے مراد یہ کہ اور بھی اس کی تلوار کو میرے اوپر چمکایا۔

تماشا کردنی ہے لطف زخم انتظار اے دل
سویدا داغ مرہم مردمک ہے چشم سوزن مین

اے دل انتظار کے زخم کا لطف دیکھنے کے قابل ہے کہ اس کا داغ سویدا اور وہ مرہم جو اس زخم پر رکھا گیا ہے وہ چشم سوزن کے لئے پتلی بن گیا ہے یعنی کسی حالت مین اس سے صورت انتظار محو نہین ہوئی۔

پاؤن مین جب وہ حنا باندھتے ہین
میرے ہاتھون کو جدا باندھتے ہین

میرا محبوب جب اپنے پاؤن مین مہندی لگاتا ہے تو میرے ہاتھون کو علیحدہ باندھ دیتا ہے۔ میرے نزدیک اس شعر مین سواے اس کے کہ پاؤن مین حنا باندھتے ہین تو ہاتھ باندھتے ہین ایک تقابل ہے اور کوئی لطف نہین۔

تیرے بیمار پہ ہین فریادی
وہ جو کاغذ مین دوا باندھتے ہین

وہ لوگ جو کاغذ مین دوا باندھتے ہین یعنی دوا فروش وہ بھی تیرے بیمار کے لئے رنج و فریاد کرتے ہین۔ یا یہ کہ عطارون کو بھی رحم آتا ہے۔

قید مین بھی ہے اسیری آزاد
چشم زنجیر کو وا باندھتے ہین

قیدی حالت قید میں بھی آزاد ہے اس واسطے کہ چشم زنجیر کو جب کسی نے باندھا ہے وا یعنی کھلا ہوا باندھا ہے اس لئے اسیری گویا آزادی ہے -

شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم　　آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں

جناب شیخ صاحب خیر آپ کی زیارت کعبہ کا حال تو ہم کو معلوم ہے آپ کہاں کعبہ کہاں مگر آپ کی تشریف آوری کعبہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس قدوم میمنت لزوم کی وجہ سے مسجد کو ایک اصطبل بنا لیا ہے جس میں آپ خود گدھے معلوم ہوتے ہیں یا یہ کہ شیخ صاحب آپ نے مجھے کعبہ جانے کی نسبت ارشاد فرمایا اے سبحان اللہ کیا خوب کہا میں کجا کعبہ - یہ تو ایسی بے جوڑ بات ہے کہ گویا آپ نے مسجد میں گدھا باندھ دیا ہے یا یہ کہ خود شیخ صاحب سے کہا ہے کہ آپ کیا کعبہ جائیں گے آپ کہاں کعبہ کہاں -

کس کا دل زلف سے بھاگا کہ اسد　　دست شانہ بہ قفا باندھتے ہیں

اے خدا کون ایسا اسیر تھا کہ جس کا دل زلف یار سے فرار ہو گیا ہے اور اس وجہ سے کہ شانہ نے اس مفروری میں امداد دی تھی اس کے ہاتھ پیٹھ پیچھے باندھے جاتے ہیں شانہ کے دونوں بازوؤں کو اس کے ہاتھ تصور کیجئے -

ہے نزاکت بس کہ فصل گل میں معمار چمن　　قالب گل میں ڈھلی ہے خشت دیوار چمن

چونکہ فصل بہار میں نزاکت چمن کی تعمیر کر رہی ہے اس واسطے دیوار چمن کی ہر خشت قالب گل میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے مطلب یہ کہ نشوونما سے گل اتنی ہے کہ اسی سے چمن کی دیوار بن گئی ہے لہذا ہر پھول ایک خشت دیوار ہے -

تیری آرائش کا استقبال کرتی ہے بہار　　جوہر آئینہ ہے یاں نقش احضار چمن

تیری آرائش کے استقبال کے لئے بہار آمادہ اور تیار ہے تو جو بناؤ سنگھار کرتے وقت آئینہ دیکھتا ہے تو اس آئینہ کے جوہر احضار بہار کا نقش بن جاتے ہیں جس سے فورا بہار موجود ہو جاتی - چنانچہ بناؤ سنگار کرکے تیرا آئینہ دیکھنا بہار پیدا کر دیتا

بسکہ پائی یار کی رنگین ادائی سے شکست ہے کلاہ ناز گل بر طاق دیوار چمن

چونکہ اُس نے یار کی رنگین ادائی سے شکست پائی ہے اس لئے ناز گل کی کلاہ اتر گئی ہے اور دیوار چمن کے طاق پر رکھی ہوئی ہے۔ نمو سے بہار مین بالیدگی سے پھولون کا دیوار چمن تک پہونچنا گویا اُن کا اپنے غرور و ناز کی ٹوپی اتار کر رکھدینا ہے جو عجز اور شکست کی دلیل ہے۔ ٹوپی اُترنا یون بھی آبرو اترنے کے معنی مین مستعمل ہوتا ہے۔

وقت ہے گر بلبل مسکین زلیخائی کرے یوسف گل جلوہ فرما ہے بہ بازار چمن

جیسے کہ حضرت یوسف بازار مصر مین آئے تھے اور زلیخا نے خریداری کی تھی ایسے ہی یہ وہ وقت ہے کہ بلبل کو زلیخا بن جانا چاہئے اس لئے کہ یوسف گل بازار مین بکنے کے لئے آپہونچا۔

وحشت افزا گریہ ہا موقوف فصل گل اسدؔ چشم دریا ریز ہے میزاب سرکار چمن

اے اسدؔ ان وحشت افزا نالون کو فصل گل کے لئے موقوف رکھ کیونکہ تیری چشم اشکبار سرکار چمن کی میزاب ہے۔ میزاب پرنالہ کو کہتے ہین جس سے پانی گرتا ہے یعنی بے وقت کا رونا کچھ لطف نہین دیتا۔ میرا ایک شعر ہے ؎

خزان مین چاک گریبان سے فائدہ کیا ہے
مزا بہار کا ہے اک ذرا بہار آئے

جون مردمک چشم سے ہون جمع نگاہین خوابیدہ بہ حیرت کدہ داغ ہین آہین

جس طرح کہ پتلی کی وجہ سے نگاہین جمع رہتی ہین یا پتلی مین نگاہین جمع ہوتی ہین اسی طرح میرے حیرت کدہ داغ مین آہین سو رہی ہین۔

پھر حلقہ کاکل مین پڑین دید کی راہین جون دود فراہم ہوئین روزن مین نگاہین

حلقہ کاکل مین پھر دیدار کی راہین پیدا ہوگئین یعنی دنیا کی نظر پھر اس سے حلقہ کاکل پر پڑ گئی اور یہ حالت ہوگئی کہ جیسے دہوان روزن مین جمع ہوتا ہے۔ اسی طرح نگاہین اس حلقہ مین جمع ہین۔

پایا سر ہر ذرہ جگر گوشہ وحشت ہین داغ سے معمور شقائق کی کلاہین

دنیا مین تفحص اور تجسس سے یہ حال معلوم ہوا کہ ہر ذرہ کا سر سودا سے معمور ہے اور وحشت کا لخت جگر اور نور بصر ہے شقائق کو دیکھئے کہ اس کی کلاہ مین بھی داغ سودا ہے شقائق النعمان لالہ کی ایک قسم ہے جسے نعمان بن منذر نے لگایا تھا اور یہ ایک مشہور بات ہے کہ لالہ کی سیاہی کو داغ لالہ سے تعبیر کرتے ہین جس کی صد ہا مثالین موجود ہین۔

کس دل پہ ہے عزم صف مژگان خود آرا آئینہ کے پایاب سے اتری ہین نگاہین

آخر تیرے مژگان صف آرا اور جنگجو کا کس دل پر چڑہائی کرنے کا ارادہ ہے کہ نگاہین اب آئینہ سے پایاب ہو رہی ہین۔ پایاب ہونا۔ کسی دریا کے پانی سے گزرنا جس مین کشتی وغیرہ کی احتیاج نہو۔ مطلب یہ ہے کہ تم آئینہ دیکھ رہے ہو آخر یہ پلکین صف آرا ہو کر کس دل کی تباہی کا ارادہ کر رہی ہین۔

دیر و حرم آئینہ تکرار تمنا واماندگی شوق تراشے ہے پناہین

یہ دیر و حرم دونون تکرار تمنا کے آئینے ہین یعنی ان سے حال کھلتا ہے کہ شوق کو پھر تازہ کیا جاتا اور پھر تمنا کا اعادہ کیا جاتا ہے گویا کہ شوق کی واماندگی پناہین تراش رہی ہے یعنی شوق جب تھک جاتا ہے تو ان مین سے ایک مین واماندہ ہو کر پڑ رہتا اور اسی کو اپنی پناہ بنا لیتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پھر کسی تمنا کا آغاز کیا جائے

یہ مطلع اسد جوہر افسون سخن ہو گر عرض تپاک جگر سوختہ چاہین
حیرت کش یک جلوہ معنی ہین نگاہین کھینچون ہون سویدا دل چشم سے آہین

اے اسد میرا یہ مطلع افسون سخن کے لئے جوہر بن جائے اگر تپش جگر سوختہ کو عرض
کرنا چاہین اور وہ یہ ہو کہ میری نگاہین ایک جلوۂ معنی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہین اور
میری آنکھ کے دل سویدا سے برابر آہین نکل رہی ہین یا مین سویداے دل چشم سے
آہین نکال رہا ہون یعنی جلوۂ معنی نے مجکو اتنا حیرت زدہ کیا ہے کہ میری آنکھ کے
دل کے سویدا سے آہین نکل رہی ہین۔ سویداے دل چشم پتلی کو کہا جا سکتا ہے۔

تن بہ بند ہوس در ندادہ رکھتے ہین — دل ز کار جہان اوفتادہ رکھتے ہین

ہمارے پاس ایسا جسم ہے جو ہوس کے بند مین قید نہین اور ہمارے پاس
اس جسم کا دل ہے جو جہان کے کامون سے بالکل جاتا رہا ہے۔

تمیز زشتی و نیکی مین لاکھ باتین ہین — بہ عکس آئینہ یک فرد سادہ رکھتے ہین

کون نیکی اور بدی اچھائی اور برائی کی تمیز کرے اور کون اس جھنجھٹ مین پڑے
جیسے کہ آئینہ نیکی و بدی اچھائی برائی کی تمیز کے پھیر مین پڑا ہے ہم نے وہ علت نہین
رکھی بلکہ برعکس اس کے ایک سادہ فرد ہم رکھتے ہین۔

برنگ سایہ ہمین بندگی مین ہے تسلیم — کہ داغ دل بہ جبین کشادہ رکھتے ہین

سایہ کی طرح ہم نے بندگی مین تسلیم و رضا کی خو ڈال رکھی ہے اور جیسے کہ سایہ کی
جبین کشادہ پر ایک داغ تسلیم ہے اسی طرح ہم بھی دل کے داغ کو اپنی جبین کشادہ
پر خوشی کے ساتھ لئے ہوے ہین۔ سایہ کی جبین کشادہ وہ جگہ جہان سایہ پڑے
اور وہ زمین ہے جس کی تشبیہ جبین کشادہ سے نہایت ہی موزون اور مناسب ہے
یا یہ کہ ہم کشادہ پیشانی کے ساتھ اپنے دل پر داغ رکھتے ہین جیسے کہ سایہ داغ غلامی
اپنی جبین پر رکھتا ہے۔ آخری معنی زیادہ مناسب اور اقرب الی الذہن ہین۔

بہ زاہدان رگ گردن ہے رشتۂ زنار — سر بپاے بت نا نہادہ رکھتے ہین

بندگی بت کرکے زاہدون کو غرور پیدا ہو گیا ہے گویا کہ رشتۂ زنار ان کے لئے

رگ گردن (غرور) ابن گیا ہو لہذا ہم اس خوف سے کہ ہم مغرور نہ ہو جائین ایسا سر رکھتے ہین کہ کسی بت کے قدم پر اس کو کبھی نہین رکھا یا یہ کہ زاہد زنار پر مغرور ہین جو سر کسی بت کے قدم پر نہین رکھا

معاف بیہدہ گوئی ہین ناصحان عزیز   دلے بدست نگارے ندادہ رکھتے ہین

ہم اپنے ناصحان عزیز کی تلخ نوائی کو معاف کرتے ہین کیا کرین وہ غریب معذور و مجبور ہین انھون نے کبھی کسی معشوق سے دل تو لگایا نہین پھر وہ ایسی باتین نکرین تو کیا کرین۔

برنگ سبزہ عزیزان بدزبان یکدست   ہزار تیغ بہ زہرآب دادہ رکھتے ہین

جیسے کہ سبزہ زہرآب مین بجھی ہوئی تلوار لئے ہے ظاہر ہے کہ سبزہ کی پتیان اور گھاس تلوار سے مشابہ ہے اسی طرح ہمارے بدزبان عزیز بھی ہزارون تلوارین ہمارے قتل کے لئے ایسی لئے ہوے ہین جنھین زہرآب مین بجھایا ہے۔

طاؤس نمط داغ کے گر رنگ نکالون   یک دفتر نسبنامۂ نیرنگ نکالون

اگر مین طاؤس کی طرح اپنے داغ دل کے رنگ دکھانے پر آؤن اور بتانا چاہون کہ میرا داغ دل کتنے کتنے رنگون مین رہ چکا ہے تو غالباً یہ نتیجہ نکلے گا کہ نیرنگ یعنی رنگا رنگی کا ایک پورا نسب نامہ دکھانا پڑے گا تب بتا سکون گا کہ کب کب داغ دل کا کیا کیا رنگ رہ چکا ہے۔

نے کوچۂ رسوائی و زنجیر پریشان   اے نالہ مین کس پردے مین آہنگ نکالون

نے (بانسری) ایک کوچۂ رسوائی ہے اور زنجیر ایک پریشان چیز ہے آخر اے نالۂ غم تو ہی بتا کہ مین کون سے پردے سے اپنی آواز نکالون اُس مین یہ خرابی ہے اور زنجیر کی جھنکار مین پریشانی ہے۔

یک شوق تماشا نہین جولان ہوس کو   ہر چند کہ بمقدار دل تنگ نکالون

دنیا مین کہین اتنی بھی جگہ نہین کہ میری ہوس ایک نشوونما بھی کر سکے ہر چند اپنے دل تنگ کی مقدار ہی کے موافق مین ہوس نکالون مگر اتنی بھی نہین نکل سکتی

سودائے عشق سے دم سرد کشیدہ ہون　　شام خیال زلف سے صبح دمیدہ ہون

مین سودائے عشق کی وجہ ایک دم سرد کشیدہ ہون گویا مین وہ صبح ہون جو شام خیال زلف یار سے طلوع ہوئی ہے چونکہ شعرا صبح کے طلوع ہونے کو ایک دم سرد سے تشبیہ دیتے ہین اس لئے کہا ہے کہ چونکہ سودائے عشق سے مین دم سرد کھینچ رہا ہون اس لئے مین بھی ایک صبح معلوم ہوتا ہون۔

دوران سر سے گردش ساغر ہے متصل　　خمخانۂ جنون مین دماغ رسیدہ ہون

دوران سر کی وجہ سے متواتر اور متصل طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ مین دور ساغر مین شریک ہون اور پیالہ پر پیالہ چڑھاتا جاتا ہون گویا کہ مین جنون کے خمخانہ مین ایک ایسا دماغ ہون جو نشہ سے سرشار ہے۔

ظاہر ہین میری شکل سے افسوس کے نشان　　جون شانہ پشت دست بدندان گزیدہ ہون

افسوس کے نشان میری صورت اور شکل سے ظاہر ہو رہے ہین۔ گویا مین شانہ کی مانند ہون جو پشت دست کو اپنے دانتون سے چبائے ڈالتا ہے۔

ہون گرمی نشاط تصور سے نغمہ سنج　　مین عندلیب گلشن ناآفریدہ ہون

مین اپنے تصور کی خوشی کی گرمی سے نغمہ سنجی کر رہا ہون گویا کہ وہ بلبل ہون جسکے لئے گلشن ہنوز پیدا بھی نہین کیا گیا مگر وہ خوش اور مسرور ہے۔

دیتا ہون کشتگان کو سخن سے سر تپش　　مضراب تارہائے گلوئے بریدہ ہون

مین مرنے والون کو اپنی شیرین کلامی سے درس تپش دیتا ہون یعنی تڑپاتا ہون شاید گویا کہ مین مضراب ہون اور گلو بریدہ لوگون کے تار دل پر رواں ہوتا ہون ان کے لیے

گویا مرنے والون کے تڑپانے کا باعث ہون۔

ہے جنبش زبان بہ دہن سخت ناگوار	خونابہ ہلاہل حسرت چشیدہ ہون

مجھے اپنے دہن مین اپنی زبان کی جنبش سخت ناگوار اور بری معلوم ہوتی ہے اور مین اس سے غایت درجہ تلخی اور ناگواری کا احساس کرتا ہون اس واسطے کہ مین زہر حسرت پی چکا ہون۔

جون بوے گل ہون گرچہ گرانبار مشت زر	لیکن اسد بوقت گزشتن جریدہ ہون

اگرچہ بوے گل کی طرح میرے ہاتھ یا میری مٹھی مین بھی زر ہے زر گل یا زرد زرد دہ زرد پتیان جو پھول کے بیچ مین ہوتی ہین جنھین ریزۂ گل بھی کہا جاتا ہے مگر جیسے کہ بو جب رخصت ہوتی اور جاتی ہے تو تنہا جاتی ہے اور کچھ نہین لے جاتی اسی طرح جاتے وقت مین بھی یکہ و تنہا ہون اور کسی چیز یا کسی آدمی کو ساتھ نہ لے جاؤن گا۔

خون در جگر نہفتہ بہ زردی رسیدہ ہون	خود آشیان طائر رنگ پریدہ ہون

مین خون جگر مین چھپائے ہوئے ہون اور زرد ہو رہا ہون گویا اس طائر رنگ کا نشیمن ہون جو پرواز کر چکا ہے۔

ہے دست زد بہ سیر جہان بستن نظر	پاے ہوس بہ دامن مژگان کشیدہ ہون

آنکھ بند کر لینا سیر جہان پر دست رد یعنی دست واپسی پھیر دینا ہے یعنی سیر جہان کو نامنظور کرنا ہے اسی لئے مین آنکھ بند کر کے پاے ہوس کو دامن مژگان مین لپیٹ کر بیٹھ چکا ہون یعنی سیر جہان سے قطع نظر کر کے آنکھین بند حیرت زدہ بیٹھا ہون۔

مین چشم وا کشادہ و گلشن نظر فریب	لیکن عبث کہ شبنم خورشید دیدہ ہون

میری آنکھین کھلی ہوئی ہین اور گلشن جاذب توجہ اور جاذب نظر ہے مگر یہ سب میرے لیے بیکار ہے کیونکہ مین اس شبنم کی مانند ہون جس کو آفتاب کی کشش جذب کر رہی ہے

حاصل یہ ہے کہ باغ جہان کیسا ہی اچھا اور خوشگوار سہی مگر کیا کیا جاسے کہ مین تو کسی اور ہی طرف کھنچ رہا ہون -

تسلیم سے یہ نالہ موزون ہوا حصول　　　اے بے خبر مین نغمہ چنگ خمیدہ ہون

مین حب حکم یار کے ہر بات پر سر تسلیم خم کرتا رہا - اس وقت مجھے یہ نغمہ موزون جو تو سُن رہا ہے حاصل ہوا ہے اے بے خبر تجھے معلوم بھی ہے مین وہ نغمہ ہون جو چنگ خمیدہ سے نکلا ہون تسلیم کو چنگ خمیدہ سے استعارہ کیا ہے - اس استعارہ بلیغ نے شعر کو نہایت ہی بلند کر دیا ہے -

پیدا نہین ہے اصل تگ و تاز جستجو　　　مانند موج آب زبان بریدہ ہون

یہ معلوم نہین کہ میری تگ، و تاز اور دوڑ دھوپ کا اصل منشا اور مقصد کیا ہے میری حالت موج دریا کی سی ہو کہ جیسے وہ دوڑ رہی ہے اور ابتک جستجو مین ہو مگر وہ ایک زبان بریدہ کی مانند ہے اس کی منزل اور مقصد کا کسی پر اظہار نہین ہو سکتا - بالکل اسی طرح مین بھی ایک زبان بریدہ ہون میرا حال بھی کسی پر نہین کھلتا -

سر پر ہُوا ہے وبال ہزار آرزو رہا　　　یارب مین کس غریب کا بخت رمیدہ ہون

ہزارون حسرتون اور ہزارون تمناؤن کا وبال میری گردن پر ہے اے میرے خدا آخر مین کس غریب کا بخت رمیدہ ہون کہ اس قدر حسرتون کا میرے سر پر وبال لدا ہوا ہے ظاہر ہے کہ غریب کے بخت رمیدہ کے سر پر بھی ہزارون حسرتون کا ہجوم اور وبال ہو گا -

مین بے ہنر کہ جوہر آئینہ تھا عبث　　　پائے نگاہ خلق مین خار خلیدہ ہون

مین بے ہنر جوہر آئینہ کی مانند تھا مگر اس کو لوگون نے سمجھا نہین اور آج مین دنیا کے پائے نگاہ مین ایک کانٹا معلوم ہو رہا ہون -

میرا نیاز عجز ہے مفت بتان اسد　　　یعنی کہ بندۂ بدرم ناخریدہ ہون

میرا عجز و نیاز بتوں کے لئے صفت ہے یعنی بغیر کسی غرض و مطلب کے ان کے لئے میرا عجز ہے گویا کہ میں درم ناخریدہ غلام ہوں۔

بوحشت گاہ امکان اتفاق چشم مشکل ہے — مہ و خورشید باہم ساز یک خواب پریشان ہے

دنیا ایک وحشت گاہ ہے یہاں دو آنکھوں کا ملنا ناممکن ہے اب رہا یہ کہ تو یہ اعتراض کرے گا کہ جب یہ بات ہے تو مہ و خورشید باہم کیوں آنکھیں ملا رہے ہیں یا یہ دو آنکھیں کیوں مل رہی ہیں سو اس دھوکہ میں نہ آنا۔ یہ دونوں آنکھوں کا ملنا ایک خواب پریشان کا سامان ہے۔

نہ انشا معنی مضمون نہ املا صورت موزون — عنایت نامہ ہائے اہل دنیا ہرزہ عنوان ہین

اہل دنیا کے عنایت ناموں کا کیا حال پوچھتا ہے سب کے عنوان بیہودہ۔ لغو۔ اور فضول ہین نہ انشا درست نہ املا درست۔ نہ معنی موزون۔ نہ حرف صحیح۔

طلسم آفرینش حلقۂ یک بزم ماتم ہے — زمانے کے شب یلدا سے موے سر پریشان ہین

طلسم آفرینش یعنی مخلوق ایک حلقہ بزم ماتم ہے اور یہ جو تاریک راتین تو دیکھتا ہو یہ راتین نہین ہین بلکہ دراصل زمانے کے وہ پریشان بال ہین جو ماتم مین پریشان کئے جاتے ہین یعنی زمانے نے موے سر پریشان کرئے ہین صرف اس لئے کہ حلقہ ماتم اپنے پورے کمال کے ساتھ جاری رہے۔

یہ کس ناہید کی تمثال کا ہے جلوہ سیمابی — کہ مثل ذرہ ہا خاک آئینے پر افشان ہین

یہ کس ناہید طلعت کی تصویر کا جلوہ سیمابی ہو یعنی پارے کی خاصیت رکھتا ہو کہ خاک کے ذرون کی مانند آئینے اڑنے کی کوشش مین مصروف ہین یعنی کس برق وش کی تصویر کا جلوہ سیمابی آئینہ کو مائل پرواز کر رہا ہو۔ ایک ایسا ہی شعر ہو ~

ہوے اس مہروش کے جلوۂ تمثال کے آگے
پر افشان جوہر آئینہ مین مثل ذرہ روزن مین
غالب

نگر آتش ہمارا کوکب اقبال چمکا دے   وگرنہ مثل خار خشک مردود گلستان ہین

شاید آگ یہ احسان کر سکے کہ ہمارے اقبال کے تارے کو چمکا دے ورنہ ہم سوکھے ہوے کانٹون کی مانند گلستان کے مردود ہین یعنی گلستان نے ہم کو رد کر دیا ہے اس مضمون کو مرزا نے ادنی تغیر کے ساتھ کئی جگہ کہا ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہین ؎

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا   فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

جلوہ در طالع خاشاک من افتاد زبون
غالب   شد غلط جادہ گلخن بگلستان رفتم

اسد بزم تماشا مین تغافل پردہ داری ہے   اگر ڈھانپے تو آنکھین ڈھانپ ہم تصویر عریان ہین

اے اسد بزم تماشا مین تغافل پردہ داری کا کام دیتا ہے اگر تجھکو پردہ کرنا منظور ہے تو اور سب پردون کو چھوڑ اور آنکھین ڈھانپ کیونکہ ہم تصویر عریان کی مانند ہین یہی پردہ داری زیادہ موزون ہو۔

مرگ شیرین ہوگئی تھی کوہکن کی فکر مین   تھا حریر سنگ سے قطع کفن کی فکر مین

کوہکن کی موت فکر مین نہایت خوشگوار اور شیرین بن گئی تھی وہ جو پتھر کاٹ رہا تھا تو گویا کہ وہ حریر تھا جس سے وہ اپنے کفن کے قطع کرنے کی فکر کر رہا تھا۔ یعنی اس کو قطع سنگ قطع حریر معلوم ہوتا تھا۔

فرصت یک چشم حیرت شہرت آغوش ہے   ہون سپند آسا وداع انجمن کی فکر مین

ایک چشم حیرت کا وا کرنا اور ایک چشم حیرت کے کھولنے کی فرصت اور وقفہ گویا بہت زیادہ شوق اور جوش مین آغوش کا وا کرنا ہے میری صورت بالکل دانہ سپند کی سی ہے کہ جب اس کو آگ پر ڈالتے ہین تو وہ چٹکتا ہے تو پھٹنے اور شق ہونے سے حالت برشتگی مین گویا کہ ایک چشم حیرت کھولتا ہے اور یہی چشم حیرت کھولنا اس کے لیے آغوش وداع بن جاتا ہے یعنی اسی کے بعد وہ جل جاتا ہے اور

پوری انجمن سے رخصت ہو جاتا ہے۔

وہ غریب وحشت آباد تسلی ہوں جسے   کوچہ دیتا ہے زخم دل صبح وطن کی فکر میں

میں وحشت آباد تسلی کا ایک مسافر مہجور ہوں اور اس قدر واجب الرحم اور بیکس ہوں کہ زخم دل بھی اپنی کشادگی اور تفرق کی وجہ سے میرے لئے راہ بنا رہا ہے اور کوچہ تیار کر رہا ہے تاکہ میں اپنے وطن میں پہونچ سکوں۔ زخم کا کوچہ تیار کرنا نہایت بدیع اور بے مثل خیال ہے۔

سایۂ گل داغ و جوش نکہت گل موج درد   رنگ کی گرمی ہے تاراج چمن کی فکر میں

سایۂ گل ایک داغ ہے اور جوش نکہت گل ایک موج درد ہے گویا کہ رنگ چمن کی گرم بازاری تاراج چمن کی فکر میں ہے۔

اے نوا ساز تماشا سر بکف جلتا ہوں میں   اک طرف جلتا ہے دل اور اک طرف جلتا ہوں میں

اے نوا ساز تماشا یعنی اے فراہم کنندۂ اسباب تماشا میں سر بکف ہو کر جل رہا ہوں ایک طرف میرا دل جلا جاتا ہے اور ایک طرف میں جل رہا ہوں۔

شمع ہوں لیکن بہ پا در رفتہ خار جستجو   مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں

میں شمع ہوں لیکن وہ شمع کہ جستجو کرتے کرتے اس کے پاؤں میں کانٹے چبھ گئے ہیں اب میں مدعا گم کردہ ہو کر ہر طرف جل رہا ہوں اور آوارہ پھر رہا ہوں یعنی میں شمع ہوں لیکن صرف شمع جستجو بن گیا ہوں اور اپنے مدعا کو گم کر بیٹھا ہوں۔

ہے سراسر دست افسوس آتش انگیز تپش   بے تکلف آپ پیدا کرکے تف جلتا ہوں میں

دست افسوس کا ملنا تپش کی آگ کو بھڑکاتا ہے میں بے تکلف آپ میں تف پیدا کرکے جلتا ہوں

ہے تماشا گاہ سوز تازہ ہر یک عضو تن   جوں چراغان دوالی صف بصف جلتا ہوں میں

میرا ہر عضو بدن ایک سوز تازہ کا تماشا گاہ بنا ہے اور ہر ایک چراغان دوالی کی طرح صف بصف جل رہا ہے اسی واسطے ایک صورت تماشا گاہ بنا ہوا ہو۔

شمع ہون تو بزم مین جاپاؤن غالب کیطرح　　بے محل اے مجلس آرائے نجف جلتا ہون مین

اگر مین شمع ہون تو غالب کی مانند بزم مین پہونچون مگر اے مجلس آرائے نجف (مراد حضرت علی سے) مین بے محل جل رہا ہون۔ صائب کہتا ہے ؎

سوختیم و سوزش ما بر کسے پیدا نشد

چون چراغان شب مہتاب بیجا سوختیم

فتادگی مین قدم استوار رکھتے ہین　　برنگ جادہ سر کوے یار رکھتے ہین

افتادگی مین ہمارا قدم نہایت مضبوط اور استوار ہو اور جادہ کی مانند کوے یار کا ارادہ ہے یعنی جیسے کہ جادہ عاجزانہ خاک پر پڑا ہوا ہے مگر کوے یار تک پہونچنے کا ارادہ کر رہا ہے یا پہونچا ہے اسی طرح سے ہم بھی جادہ کی مانند کوے یار کا ارادہ رکھتے ہین اور افتادگی پر استوار ہین۔

برہنہ مستی صبح بہار رکھتے ہین　　جنون حسرت یک جامہ وار رکھتے ہین

جس طرح کہ بہار حالت برہنگی مین مست نظر آتی ہے۔ جیسے کہ فصل گل نشے مین چور ہو کر دنیا کے سامنے ہے بالکل اسی طرح ہم ایک حسرت جامہ وار مین مجنون ہین جامہ وار سے مراد یا یہ ہو کہ ایک سراپا بہار کی حسرت ہے یا گل داغ جنون کی تمنا ہے۔ جامہ وار ایک منقش اور رنگین کپڑا ہوتا ہے جو بہار سے اشبہ ہے۔ اسی واسطے اپنی برہنگی جنون کو برہنہ مستی بہار سے تشبیہ دی بہار کی برہنہ مستی یہی ہے کہ اس جوش نشو و نما مین مست ہو کر اہل جہان کے سامنے جلوہ گر ہے۔

مطلب یہ ہو کہ ہمارے اندر صبح بہار کی برہنہ مستی ہے اور ایک جامہ وار کی حسرت کے مجنون ہین جیسے کہ صبح بہار برہنہ تھی اور ایک گل بوٹے کی چادر کی احتیاج تھی اسی طرح ہماری برہنگی و عریانی ایک جامہ وار کی تلاش مین ہو۔

طلسمِ مستیٔ دل آں سوئے ہجومِ سرشک ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہیں

ہمارے ہجومِ سرشک کے اُس پار ہمارے دل کی مستی کا ایک طلسم بنا ہوا ہے۔ یعنی ہجومِ اشک تو ایک ظاہری چیز ہے اس سے گزر کر جو ایک عالم ہے وہاں ہمارے دل کی مستی ظاہر ہوتی ہے جو گویا ایک طلسم ہے اس کی بالکل ایسی تشبیہ ہے جیسے دریا کے پار کوئی شراب خانہ ہوتا ہے اسی طرح ہمارے یہاں ماورائے ہجومِ اشک مستیٔ دل کا طلسم ہے۔

ہمیں حریرِ شرربافت سنگِ خلعت ہے یہ ایک پیرہنِ زرنگار رکھتے ہیں

ہم مجنون ہیں اور وہ چنگاریاں برساتے ہوئے پتھر جو ہم پر پھینکے جاتے ہیں گویا کہ ہمارے واسطے خلعت ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک پیرہنِ زرنگار پہنے ہوئے ہیں۔ سنگ گویا ہمارے لئے حریر ہے جو شرر سے بنا ہے اور اس حریرِ شرربافت سے ہمارے واسطے ایک سنہرا پیرہن تیار ہو گیا ہے۔

نگاہ دیدۂ نقشِ قدم ہے جادۂ راہ گزشتگاں اثرِ انتظار رکھتے ہیں

جادۂ راہ ایک نگاہ ہے دیدۂ نقشِ قدم جس سے معلوم ہوتا ہے گزرے ہوئے اور رہنوردانِ راہِ عدم جن کا یہ نقش پا ہے ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ جادہ راہ کی نگاہ سے تشبیہ دی ہے وجہ تشبیہ درازی رسائی وغیرہ ہو سکتی ہے نقشِ قدم کو ایک آنکھ فرض کیا ہے کہ جس کی نگاہ جادہ ہے۔ اس سے گزشتگان کا اثرِ انتظار ثابت ہوا۔

ہوا ہے گریۂ بیباک ضبط سے تسبیح ہزار دل بہم آہنگیٔ شرار رکھتے ہیں

ہمارا وہ گریہ جو نہایت بیباک تھا یعنی جس کو کوئی خوف اور خیال ہی نہ تھا ہمارے ضبط کی وجہ سے تسبیح ہو گیا۔ یہ تسبیح کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قطرہ ہائے اشک کو ضبط کیا ہے جو دانوں کی صورت ہو گئے ہیں اور تسبیح دانوں ہی سے تیار ہوتی ہے اور تسبیح ہزار دانوں کی یکجائی ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ہم ایک تسبیح ہزار دانہ

دلون پر رکھتے ہین۔

بساط ہیچ کسی مین برنگ ریگ روان   ہزار دل بوداع قرار رکھتے ہین

ہم بساط ہیچ میرزی اور ہیچ کسی مین ریگ روان یعنی اس ریگ کی مانند جو ہر وقت اڑتا یا چلتا رہتا ہے ہزار دل ایسے رکھتے ہین جو قرار و صبر کو ہر وقت وداع کرتے رہتے ہین۔ یعنی ہم ریگ روان ہین۔ اور بیروانی اور اضطرار جو ہم مین ہے یہ ہمارا وداع قرار ہے۔

جنون فرقت یاران رفتہ ہی غالب   بسان دشت دل پر غبار رکھتے ہین

اے غالب ہم کو یاران رفتہ کی فرقت نے مجنون اور دیوانہ بنا دیا ہے اور ہمارا دل اس جنگل کی مانند ہو جس مین غبار ہو۔ بالکل اسی طرح ہمارے دل مین بھی غبار رنج والم بھرا ہوا ہے۔

چمن نامحرم آگاہی دیدار خوبان ہے   سحر گلہاے نرگس چند چشم کور ملتے ہین

چمن دیدار خوبان کی آگاہی سے نامحرم ہو یعنی اس نے حسینون کا دیدار دیکھا ہی نہین ہے۔ صبح کے وقت نرگس کے پھول چند اندھی آنکھین ملا کرتے ہین اور یہی دلیل چمن کے نامحرم دیدار خوبان ہونے کی ہے۔

کجا جوہر چہ عکس خط بتان وقت خود آرائی   دل آئینہ زیر پاے خیل مور ملتے ہین

کیا عکس خط اور جوہر کے جھگڑے مین پڑا ہوا ہے اور کیون یہ سمجھ رہا ہے کہ آئینہ مین عکس خط پڑتا ہے۔ بات دراصل یہ نہین ہو بلکہ یہ ظالم معشوق آئینہ کے دل کو خیل مور سے پامال کراتے ہین۔ یعنی جب معشوق آئینہ دیکھتے ہین اور انکے خط کا عکس آئینہ مین پڑتا ہے تو گویا جوہر پڑتے ہین وہ خط جو خیل مور سے مشابہ ہو جوہر یعنی دل آئینہ کو پامال کرتا ہو حاصل یہ کہ معشوق کسی حال مین ظلم سے غافل نہین ہوتے ان کی ظاہری حالت کچھ اور ہوتی ہو اور دل مین کچھ اور بات ہوتی ہو۔

تماشائے بہار آئینہ پرواز تسکین ہے — کف گلبرگ سے پائے دل رنجور ملتے ہین

بہار کا نظارہ ایک آئینہ ہے جس مین تسکین کی پرواز یعنی تسکین کے اڑ جانے کی صورت نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ تماشائے بہار کے وقت پھولون کی پتیان حرکت کرتی اور ہلتی نظر آتی ہین اسی سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ کف گلبرگ نہین ہین بلکہ رنجورون کے پاؤن ہین جنھین وہ مل رہے ہین یعنی ایڑیان رگڑ رہے ہین کہ انکی تسکین پرواز کر گئی ہے۔

اسد حسرت کش یکداغ مشک آلودہ ہے یارب — لباس شمع پر عطر شب دیجور ملتے ہین

اے میرے خدا ایک بیچارہ اسد ہے کہ ایک داغ مشک آلود کی تمنا کر رہا ہے اور میسر نہین حالانکہ شمع کے اوپر ہمیشہ عطر شب دیجور ملا جاتا ہے یعنی شمع کے لئے رات بھی لازمی ہے پھر میرا دل جو مثل شمع کے ہے اس کو ایک داغ مشک آلود سے ابتک خلاف قانون فطرت کیون محروم رکھا ہے۔ داغ کو شمع سے اور مشک کو بوجہ سیاہی کے شب سے تشبیہ دی ہے مگر شب دیجور کو عطر ٹھہرانے کی وجہ میرے خیال مین نہین آتی مطلب یہ ہے کہ مین بھی ایک داغ سیاہ چاہتا ہون جو سرمایہ فخر عشق ہے۔

ہوئی ہین آب شرم کوشش بیجا سے تدبیرین — عرق ریز تپش ہین موج کی مانند زنجیرین

کوشش بیجا کی شرم سے وہ تدبیرین جو میرے حق مین یا ایک دیوانہ کے حق مین کی گئی تھین پانی ہو گئی ہین یعنی جو زنجیرین کہ دیوانہ کو پہنائی گئی تھین انکو تپش سے عرق آرہا ہے اور اسی عرق خجالت کی وجہ سے زنجیرین موج دریا معلوم ہوتی ہین زنجیر کی تشبیہ موج سے نہایت ہی مشہور مگر لطیف ہے۔

درشتی تامل پنبہ گوش حریفان ہے — وگرنہ خواب کی مضمر ہین افسانے مین تعبیرین

تامل اور غور و فکر کی درشتی حریفون کے لئے پنبہ گوش بن گئی ہے یعنی انکی فکر نے ان کو اصل مقصود تک پہونچنے سے محروم رکھا ہے وگرنہ افسانے مین خواب

کی تعبیرین بھی مضمر ہیں اور کوئی غور و فکر کی ضرورت نہیں - دنیا کے ہر آغاز میں انجام اور ہر انجام میں مآل کار کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں -

اسد طرز عروج اضطراب دل کو کیا کہیے   سمجھتا ہوں تپش کو الفت قاتل کی تاثیریں

اے اسد اضطراب دل کے طرز عروج کو میں کیا کہوں - اب حالت یہ ہے کہ میں اپنی تپش دل کو بھی الفت قاتل کی تاثیریں سمجھتا ہوں اور یہی دل کا عروج اضطراب ہے

بیدماغی حیلۂ جوئے ترک تنہائی نہیں   ورنہ کیا موج نفس زنجیر رسوائی نہیں

اصل یہ ہے کہ ہم اپنی بدماغی کی وجہ سے ترک تنہائی کا کوئی حیلہ نہیں ڈھونڈھتے اور تنہائی کو برا سمجھنے کی کچھ دلیلیں قائم نہیں کرتے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تنہائی بھی کوئی بڑی عمدہ چیز نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو تنہائی میسر کہاں ہے کیونکہ کہیں بھی جائیں اور کیسی ہی تنہائی اختیار کریں پھر بھی آمد و رفت نفس سے چھٹکارا نہیں ہے اور یہ نفس کی آمد و شد کی موج ایک زنجیر رسوائی ہے - اور جب یہ رسوائی ہے تو پھر تنہائی کہاں -

وحشی خوکردۂ نظارہ ہے حیرت جسے   حلقۂ زنجیر جز چشم تماشائی نہیں

میری حیرت ایک وحشی ہے مگر ایسی وحشی ہے جسے نظارہ کی عادت پڑی ہوئی ہے - چونکہ وحشی کو زنجیر میں رکھا جاتا ہے اس لئے اس کے لئے بھی زنجیر کی ضرورت ہے مگر اس کی زنجیر کا ہر حلقہ اس کے واسطے چشم تماشائی کا کام دیتا ہے اور اس کا سبب وہی اس کی خوکردگی نظارہ ہے - مطلب یہ ہے کہ میری حیرت کا عالم بھی نظارۂ جمال محبوب سے خالی نہیں ہے -

قطرہ کو جوش عرق کرتا ہے دریا دستگاہ   جز حیا کار سعی بے سر و پائی نہیں

جوش عرق شرم قطرہ کو دریا دستگاہ بنا دیتا ہے - یعنی جوش شرم سے قطرہ بڑھ کر دریا کی برابر مقدرت رکھنے والا ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ بے سر و پائی میں

جو سعی کی جاتی ہے اس کے لئے حیا پرکار ہے کہ اس کو معمولی جگہ سے بلند جگہ تک پہنچا دیتی ہے اور جوشِ شرم کچھ سے کچھ کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ بے سروپائی میں کوئی سعی نہین ہوسکتی جیسے کہ قطرہ بے سروپا ہے مگر اس کا عرقِ انفعال اس کو دریا دستگاہ کرتا ہے اسی طرح حیا سعی کے لئے پرکار ہو جاتی ہے۔

چشمِ نرگس مین نمک بھرتی ہے شبنم سے بہار — فرصتِ نشو و نما سازِ شکیبائی نہین

یہ نہ سمجھو کہ نشو و نما کی فرصت اسبابِ صبر و شکیبائی مہیا کرتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ نرگس کو دیکھو کہ نشو و نما پاکر وہ آنکھ پیدا کرتی ہے مگر اسی آنکھ مین بہار شبنم کا نمک بھرتی ہے مطلب یہ کہ نشو و نمائے ہستی قابلِ فخر و امتیاز نہین ہے۔

کسکو دون یارب حسابِ سوزناکیہائے دل — آمد و رفتِ نفس جز شعلہ پیمائی نہین

اے میرے خدا مین اپنے دل کی تپش اور سوزناکی کا کس کو حساب دون بڑی مصیبت مین ہون حالت یہ ہے کہ اب میرے نفس کی آمد و رفت بھی شعلہ پیمائی سے کم نہین ہے۔ پھر ایسا کون ہے کہ مین اس کو اپنے سوزِ دل کا حساب سمجھاؤن۔

مت رکھ اے انجام غافل سازِ ہستی پر غرور — مور کے پر ہن سر و برگِ خود آرائی نہین

اے انجام سے غافل کیا دنیا کے ساز و سامان پر اتراتا ہے یہ سمجھ لے کہ یہ تیرا تمام ساز و سامان خود آرائی چیونٹی کے پر ہن اور یہ ظاہر ہے کہ چیونٹی کے جب پر نکلتے ہین تو اس کی موت کا زمانہ قریب آجاتا ہے۔ اسی طرح تیرا ساز و سامان تجھے موت سے قریب کر رہا ہے۔

ظاہرا سرپنجۂ افتادگان گیرا نہین — ورنہ کیا داماں کی حسرت نقشِ پا نہین

معلوم یہ ہوتا ہے کہ عاجزون کے پنجہ مین گیرائی کی طاقت ہی نہین ہے ورنہ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ نقشِ پا کو کسی دامن کے تھامنے کی حسرت نہین ہے اگر وہ اپنے پنجہ مین طاقتِ گیرائی دیکھے تو دامن تھام لے۔

آنکھین پتھرائی ہین نامحسوس ہے تار نگاہ　　ہو زمین ازبسکہ سنگین جادہ بھی پیدا نہین

چونکہ آنکھین پتھرا گئی ہین لہذا اب تار نگاہ کا احساس بھی باقی نہین رہا اسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ کسی سنگین زمین کے اوپر جادہ کے نشانات نمودار نہین ہوتے ہین پھر جب آنکھین پتھرا گیئن تو ان مین تار نگاہ کیونکر ظاہر ہو۔ یہ بمنزلہ زمین سنگین ہین اور تار نگاہ بمنزلہ جادہ کے۔

ہو چکے ہم جادہ سان سو بار قطع و تا ہنوز　　زینت یک پیرہن چون دامن صحرا نہین

جادہ کو جیسے لوگ قطع کرتے ہین (جادہ قطع کرنا راہ طے کرنا) اسی طرح ہم کو سو بار قطع کیا ہو (قطع کرنے سے مراد یا ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے یا پامال کرنا) مگر افسوس ہے کہ آج تک ہم کسی پیراہن کے کام نہ آئے اور اسی طرح بیکار رہے جیسے کہ دامن صحرا بیکار رہتا ہے اور کسی پیراہن کی زینت نہین ہوتا۔

ہو سکی ہے پردہ جوشیدن خون جگر　　اشک بعد ضبط غیر از پنبۂ مینا نہین

وہ آنسو جو ضبط کے بعد ہماری آنکھون سے جاری ہوتے ہین وہ جوشش خون جگر کے لئے پردہ ہین اور اُن کو روکے ہوئے ہین یعنی اگر وہ اشک نہ ہون جو ضبط کے بعد نکلتے ہین تو ہم خون روئین۔ ان آنسوؤن کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پنبہ مینا ہوتا ہے کہ اس کے ہونے کی وجہ سے شراب شیشہ سے نہین نکل سکتی ورنہ اگر وہ نہ ہو تو شراب سُرخ نکلے۔

ہو سکے کب کلفت دل مانع جوش سرشک　　گرد ساحل سنگ راہ جوشش دریا نہین

کلفت دل طوفان اشک کو کب روک سکتی ہے کلفت بمنزلہ گرد ساحل ہے اور جوش سرشک بمقابل جوشش دریا کے جیسے جوشش دریا کو گرد ساحل نہین روک سکتی اسی طرح ہمارے دل کی کلفت بھی اس اشک طوفان کو نہین روک سکتی ہے۔

طلسم دہر مین صد حشر پاداش عمل	آگہی غافل کہ یک امروز بے فردا نہین

دنیا ایک طلسم ہو جہان پاداش عمل کے سیکڑون حشر برپا ہوا کرتے ہین اے غافل ذرا ہوشیار رہو اور سمجھ لے کہ دنیا مین کوئی امروز بغیر فردا کے ممکن نہین ہے یعنی عمل کے ساتھ ہی عمل کا بدلہ ملتا ہے۔ نواب سراج الدین احمد خان سائل کا ایک شعر ہے کیا خوب کہا ہو ؎

عمل شاہد ہو شرم و انفعال بادہ نوشی پر
ادہر بوتل ہوئی خالی ادہر بوتل کا چورا تھا

بسمل اس تیغ دو دستی کا نہین بچتا اسد	عافیت بیزار شغل کعبتین اچھا نہین

مرزا کو اوائل شباب مین کعبتین وغیرہ کا شوق تہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ انھین علتون کی وجہ سے ایک کوتوال نے ان کو قید کرا دیا تھا۔ اسی شغل کی نسبت اس شعر مین اشارہ کیا ہے۔ کعبتین کے کھیل کو تیغ دو دستی کہنا بہت لطف رکھتا ہے۔

ضبط سے مطلب بجز وارستگی دیگر نہین	دامن تمثال آب آئینہ سے تر نہین

ضبط کرنے سے آزادی کے سوا اور کوئی مطلب نہین ہے جیسے کہ تصویر کا دامن آئینہ کے پانی سے کبھی تر نہین ہوتا۔ اسی طرح ضابط لوگ سوا وارستگی کے اور کوئی مطلب نہین رکھتے۔

ہو وطن سے باہر اہل دل کی قدر و منزلت	عزلت آباد صدف مین قیمت گوہر نہین

اہل دل کی قدر و منزلت ہمیشہ وطن سے باہر ہوتی ہے اور اس کی مثال یہ ہو کہ موتی جیب صدف کے گوشہ مین رہتا ہے اس کو نہ کوئی دیکھتا ہے نہ اسکی قدر و منزلت ہوتی ہو

اہل جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک	لعل کیون آتا یہان کان بدخشان چھوڑ کر

باعث ایذا ہی برہم خوردن بزم سرور	لخت لخت شیشہ بشکستہ جز نشتر نہین

بزم سرور کا برہم ہوتا باعث ایذا ہے۔ جو شیشے کہ شراب کے پینے کے بعد توڑ دیے جاتے ہیں ان کا چورا نشتر معلوم ہوتا ہے اور نشتر ہی کی برابر تکلیف دہ ہوتا ہے۔

وان سیاہی مردمک ہے اور یہاں داغ شراب   مہ حریف نازش ہم چشمی ساغر نہیں

چاند کی سیاہی اس کی مردمک یعنی آنکھ کی پتلی ہے اور پیالہ کی آنکھ کی پتلی اس کا داغ شراب ہے اس لیے چاند ساغر کی ہم چشمی کا دعوی نہیں کر سکتا چشم ساغر اس سے بہتر ہے بوجہ اس کے کہ اس کی پتلی داغ شراب سے بنی ہے۔ ساغر کو چاند سے اور آنکھ سے تشبیہ دینا شعرا کے مسلمات شاعری مین سے ہے۔

ہے فلک بالانشین فیض خم گردیدنی   عاجزی سے ظاہرا رتبہ کوئی برتر نہیں

آسمان چونکہ جھکا ہوا ہے اسی واسطے فیض پا کر بالانشین ہوا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ عاجزی سے کوئی رتبہ بلندتر نہین ہے

دل کو اظہار سخن انداز فتح الباب ہے   یان صریر خامہ غیر از اصطکاک در نہین

ہم جب اظہار سخن کرتے ہین یعنی جب شعر لکھتے ہین تو ہمارے دل کے لیے ایک کشادگی پیدا ہوتی ہے گویا وہ آواز جو لکھتے وقت قلم سے نکلتی ہے وہ آواز ہے جو دروازہ کھلتے وقت کواڑون سے یا دروازہ کھلنے سے پیدا ہوتی ہے پھر فتح الباب نہ ہونا کیا معنی۔

کب تلک پھیرے اسد لبہا تفتہ پر زبان   طاقت لب تشنگی اے ساقی کوثر نہین

تشنہ لب اسد پیاس کی وجہ سے بار بار ہونٹون پر زبان پھیر رہا ہے آخر کب تک وہ غریب اس حال مین رہے اے ساقی کوثر اب اس مین لب تشنگی کی طاقت نہین ہے رحم کیجئے اور اس کو سیراب کرم فرمایئے۔

دیکھیے مست چشم کم سے ہو ضبط افسردگان   جون حصیر پیدا مین دندان در جگر افسردگان

وہ لوگ جنکو ضبط نے افسردہ کردیا ہے اُن کو نظر حقارت سے نہ دیکھو انکی دندان درجگر افسردگی (ضبط) کی مثال ایسی ہے جیسے کہ صدفون کے اندر موتی بھرے ہوتے ہین - دندان درجگر افسردن یعنی جو نشان دانتون کے یا خود دانت جگر پر نقش ہون ان کو موتی سے تشبیہ دی ہے - اور الفاظ سے فائدہ اٹھایا ہے -

گرم تکلیف دل رنجیدہ ہے ازبسکہ چرخ — قرص کافوری بھی ہے مرجان بسر تا خود گدا

چونکہ آسمان ہر وقت رنجیدہ دلون کے تکلیف دینے مین سرگرم رہتا ہے اس لئے اُن لوگون کے لئے جنھین سرما نے تباہ و پریشان کردیا ہے قرص کافوری دنیا ہے - قرص کافوری سے مراد آفتاب ہے اور یہ عادت ہے کہ غربا جن کو جاڑے سے بچنے کا انکو میسر نہین ہے دہوپ مین بیٹھتے ہین تو گویا یہ علاج اور بھی اُن کے آزار کا موجب ہوتا ہے ایک تو سرما خوردہ ابیر قرص کافوری معاذ اللہ

رنجش دل یک جہان ویران کرے گی اے فلک — وحشت ساماں ہے غبار خاطر افسردگان

اے آسمان یہ سمجھ لینا کہ رنجیدہ دلون کے دل کی رنجش ایک جہان کو ویران بناکر چھوڑے گی کیونکہ افسردہ دلون کا غبار دل سامان وحشت مہیا کئے ہوئے بیٹھا ہے - گویا

غالب ہمین نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہین ہم تہیہ طوفان کئے ہوئے

ہاتھ پر ہو ہاتھ تو درس تاسف ہی سہی — شوق مفت زندگی ہو اے بغفلت مردگان

اے وہ لوگو کہ بیکاری مین ہاتھ پر ہاتھ دہرے بیٹھے ہو اس حالت سے فائدہ اٹھاؤ اور اس دست بر دست سودن سے سبق تاسف حاصل کرو یعنی اس کو وہ ہاتھ سمجھو کہ جو حالت افسوس مین ملتے ہین اے غفلت کے متوالو ہوش مین آؤ دیکھو شوق یہین مفت ملتا ہو یعنی دراصل تو تمھارے ہاتھ بیکاری سے اس صورت مین ہین اگر تم چاہو تو اس صورت کو دست تاسف کی صورت سمجھ کر درس افسوس حاصل کرسکتے ہو -

خار سے گل سینہ فگار جفا ہے اے اسد برگ ریزی ہو پر افشانی ناوک خوردگان

اے اسد گل نے کانٹے سے سینہ پر زخم کھائے ہین اور اس کی جفاؤن سے زخمی ہوا ہے گویا کہ تیر کھائے ہوے لوگون کی پر افشانی برگ ریزی یعنی خزان کی صورت ہو اور یہ گویا گل ہین جو خار سے زخمی ہوئے ہین۔

خزینہ دار مسرت ہوئی ہوائے چمن بنائے خندۂ عشرت ہے بر بنائے چمن

نسیم چمن خازن عیش و عشرت ہے اور گویا تمام خندہائے عشرت کی بنا بنائے چمن سے مستحکم اور مضبوط ہو اگر یہ نہ ہو تو خندۂ عشرت بھی نہ ہوا اور جب بنائے خندۂ عشرت ہوئی بنائے چمن ہے تو لازم آیا کہ چمن خزینہ دار مسرت ہے۔ اس سے ایک صغری کبری کا سا نتیجہ نکلتا ہے۔

بہ ہرزہ سنجی گلچین نہ کھا فریب نظر ترے خیال کی وسعت مین ہے فضائے چمن

کیا گلچین کی بیہودہ گوئی سے فریب کھا رہا ہے اور کیون اپنی نظر کو فریب خوردہ بنا رہا ہے کیسا چمن اور کیسی فضائے چمن یہ سب فریب ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تیرے خیال کی وسعت ہی فضائے چمن ہو باقی فضائے چمن کا کوئی وجود خارج مین نہین ہے ؎

دل اگر خوش ہو تو سب کچھ ہو نہین کچھ بھی نہین
ہمنشین کیسی خزان کیسی بہار زندگی
آسی

یہ نغمہ سنجی بلبل متاع زحمت ہو کہ گوش گل کو نہ راس آئیگی صدائے چمن

بلبل کی نغمہ سنجی کچھ بھلی نہین ایک سامان زحمت ہے کیون کہ گوش گل کو صدائے چمن راس نہین آسکتی۔

صدائے خندۂ گل تا قفس پہونچتی ہے نسیم صبح سے سنتا ہون ماجرائے چمن

مجھ دور افتادۂ چمن کو چمن کی کیفیت کیا معلوم ہے کہ کیا کیا ہوتا ہے بس اتنا ہے کہ صبح کو جب خندہ گل کی آواز نسیم کے دوش پر سوار ہو کر آتی ہے تو میں بھی سن لیتا ہون اور میرے قفس تک بھی وہ آتی ہے تو اسی سے چمن کا ماجرا معلوم ہوتا ہے۔

گل ایک کاسۂ دریوزۂ مسرت ہے — کہ عندلیب نوا سنج ہے گدائے چمن

بلبل باغ کی ایک کاسہ بدست فقیر ہے جو مسرت اور خوشی کی دریوزہ گری کر رہی ہے اور پھول اس کا کاسہ گدائی ہے۔

بہار راہرو جادۂ فنا ہے اسد — گل شگفتہ ہین گویا کہ نقش پائے چمن

بہار جادہ فنا کی مسافر ہے اور کھلے ہوے پھول اس کے نقش پا ہین گویا کہ بہار چلتی جا رہی ہے اور یہ پھول اس کے نقش پا ہین جو چلنے مین زمین چمن پر پڑتے جاتے ہین۔

حریف نالۂ پُر درد ہی تو ہو پھر بھی — ہر اک تبسم پنہان ترا بہائے چمن

یہ مجھے معلوم ہے کہ میرے نالۂ پُر درد کا وہ دشمن اور حریف ہے مگر پھر بھی مین جانتا ہون کہ تیرا تبسم پنہان چمن کی قیمت ہے اور اسپر سے چمن کا چمن قربان ہے۔

کرم ہی کچھ سبب لطف و التفات نہین — انھین ہنسا کے رلانا بھی کوئی بات نہین

یہ نہ سمجھنا کہ کرم ہی لطف اور التفات کا باعث ہے۔ حاشا یہ نہین ہے وہان تو رنگ ہی یہ ہے کہ کرم کرتے ہین اور کرم کے بعد فوراً ستم ڈہاتے ہین گویا ہنسانا اور ہنسا کر رُلا دینا کوئی بات نہین ہے۔

.... بیرشے آفرینش غم

غرضکہ دل کی کسی شئے کو بھی ثبات نہین

کہان سے لاکے دکھائیگی عمر کم مایہ ‏ ‏ ‏ بدنصیب کو وہ دن کہ جسمین رات نہین

عمر کم مایہ کی مجال نہین ہے کہ وہ کسی بدنصیب کو ایسا دن دکھا سکے کہ جس مین دن کے ساتھ رات نہو یعنی یہ ممکن نہین ہے کہ کسی بدنصیب کو ایسی خوشی نصیب ہو جسکے ساتھ کوئی رنج نہ ہو۔

زبان حمد کی خوگر ہوئی تو کیا حاصل ‏ ‏ ‏ کہ تیری ذات مین شامل تری صفات نہین

یہ شعر توحید و تمجید مین کہا گیا ہے فرماتے ہین کہ اچھا یہ بھی مان لیا کہ ہماری زبان حمد کی خوگر ہو گیا ہے مگر اس خوگر حمد ہونے سے فائدہ کیا ہے اس لئے کہ تیری ذات مین تیری صفات شامل نہین ہین تو پوری تعریف ہونا محال ہے جب تعریف ہوگی تیری ذات ہی کی ہوگی صفات باقی رہ جائینگی۔

خوشی خوشی کو نہ کہہ غم کو غم نہ جان اسد ‏ ‏ ‏ قرار داخل اجزائے کائنات نہین

اے اسد دنیا کے رنج و غم خوشی و مسرت دونون کا اعتبار نہین ہے لہذا نہ خوشی کو خوشی سمجھ اور نہ غم کو غم سمجھ اس واسطے کہ آفرینش کے اجزا مین قرار و ثبات داخل ہی نہین ہے پھر خوشی اور غم کو کیونکر قرار و ثبات ہو سکتا ہے۔

چون شمع ہم اک سوختہ سامان وفا ہین ‏ ‏ ‏ اور اسکے سوا کچھ نہین معلوم کہ کیا ہین

ہم وہ ہین کہ وفاداری نے ہمارا سامان ہستی جلا دیا ہے اور ہم شمع کی طرح سوختہ سامان ہو کر رہ گئے ہین بس اتنا ہی ہم کو معلوم ہے اس کے سوا اور کچھ ہم نہین جانتے کہ ہم کیا چیز ہین کہان تھے اور کہان رہتے ہین کہان سے آئے ہین۔

اک [illegible] جہان ہین ‏ ‏ ‏ ساز دل شکستہ کی بیکار صدا ہین

[illegible] یعنی اس سر حلقہ [illegible] ہو جہان کہ عدم ہی [illegible] ساز دل کی اور ساز دل ٹوٹ چکا ہے اس سے معلوم ہوا

کہ ہماری ہستی ایک سرحد معدوم مین ہے یعنی دراصل جب ہم صدائے دل شکستہ ہین تو ہمارا عدم وجود برابر ہے۔

جس رخ پہ ہون ہم سجدہ اسی رخ پہ ہے واجب گو قبلہ نہین ہین مگر اک قبلہ نما ہین

کہتے ہین کہ ہم جس طرف ہون سجدہ ادہر ہی کرنا چاہئے اس کے یہ معنی نہین ہین کہ ہم کوئی قبلہ ہین نہین بلکہ قبلہ نما ہین پس جدہر ہمارا رخ پھر جاے سجدہ ادہر فرض ہے۔

مت ہوجیو اے سیل فنا ان سے مقابل جانبازِ الم نقش بہ دامان بقا ہین

دیکھ خبردار اے سیل فنا اُن لوگون سے نہ بولنا اور ان لوگون کا مقابلہ نہ کرنا جو کہ غمون مین اپنی جان کو تباہ و برباد کر چکے ہین تو ان کا مقابلہ کر نہین سکتی ہے گو یہ ظاہر مین فنا ہو چکے ہین مگر دراصل یہ بقاے جاوید کے دامن کے نقش و نگار ہین اب زمانہ نہ کبھی ان کو مٹا سکتا ہے اور نہ کبھی یہ مٹ سکتے ہین۔

پائی ہے جگہ ناصیۂ باد صبا پر خاکستر پروانہ جانباز وفا ہین

باد صبا کی پیشانی پر ان لوگون کی جگہ ہے کیونکہ یہ اُس پروانہ کی خاک سے مشابہ ہین جس نے وفا مین اپنی جان دیدی ہو یعنی یہ بھی سوز وفا سے جل جل کر خاک برباد ہو چکے ہین اور ہوا ان کو اڑاے اڑاے پھرتی ہے۔

ہر حال مین ہین مرضی صیاد کے تابع ہم طائر پر سوختہ رشتہ بپا ہین

صیاد ہم کو کسی حال مین بھی رکھے اُسی کی مرضی کے تابع ہین۔ کچھ نہین کر سکتے کیونکہ ہم ایسے طائر ہین جن کے پر جلا دیے ہون اور پاؤن مین تاگا باندھ دیا ہو پھر بھلا وہ غریب سواے اس کے کہ صیاد کی مرضی کے پابند رہین اور کچھ کر ہی کیا سکتے ہین۔

اے وہم طرازان مجازی و حقیقی　　عشاق فریب حق و باطل سے جدا ہین

اُن لوگون کو مخاطب کرکے کہتے ہین جو بیٹھے ہوے یہ وہم کر رہے ہین کہ یہ حقیقت ہے اور یہ مجاز ہے کہ اے وہم طرازان حقیقت و مجاز کس پھیر مین پڑے ہو اور کس غم مین مبتلا ہو۔ عاشق اس فریب مین نہین آتے اُن کے یہان حقیقت اور مجاز کی کوئی قید نہین۔ وہ فریب حق و باطل سے الگ رہتے ہین۔ تم لوگ جو یہ وہم کر رہے ہو اصل مین وہمی ہو عاشق نہین ہو۔

ہم بیخودی شوق مین کر لیتے ہین سجدے　　یہ ہم سے نہ پوچھو کہ کہان ناصیہ سا ہین

تم لوگ اس غم مین مبتلا ہو کہ ہمارے سجدے کی حقیقت کو سمجھو اور معلوم کرو تم یہ سمجھ یہ کچھ بھی نہین ہے ہمارا نہ کوئی مطمح نظر ہے اور نہ کوئی ہمارا منظر ہے۔ بیخودی شوق جس جگہ ہمارا سر جھکا دیتی ہے ہم سجدہ کر لیتے ہین۔ یہ ہم سے ہرگز نہ پوچھو کہ تم نے سجدہ کہان کیا۔ اور کس کے در پر ناصیہ فرسائی کی۔ یہ سب فضول ہے۔

اب منتظر شوق قیامت نہین غالب

دنیا کے ہر اک ذرہ مین سو حشر بپا ہین

غالب کو اب تک انتظار قیامت تھا مگر اب انتظار نہین رہا اس لئے کہ چشم غور سے دیکھنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ دنیا کے ذرہ ذرہ مین قیامت چھپی ہوئی ہے اور کوئی خاص ضرورت قیامت کے انتظار کی نہین ہے۔

ردیف واؤ

بہم بالیدن سنگ و گل صحرا یہ چاہے ہے　　　کہ تار جادہ بھی کہسار کو زنار مینا ہو

بہار کی نشو و نما صحرا مین پتھر اور گل دونون کو بڑھاتی ہو جتنا کہ سنگ کوہ مین نشو و نما ہوا اسیقدر پھولون مین بالیدگی ہے اور اس بالیدگی کا یہ عالم ہے کہ تار جادہ کہسار اس خط کی طرح بنتا جا رہا ہی جو شیشہ شراب کے آدہے بھر جانے پہ معلوم ہوتا ہے یعنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگل ایک شیشہ سبز شراب ہے اور جادہ ایک خط مینا ہی جو شیشہ مین پڑا ہوا ہی۔

حریف وحشت ناز نسیم عشق جب آؤن　　　کہ مثل غنچہ ساز یک گلستان دل مہیا ہو

مین نسیم عشق کی وحشت ناز کا اس وقت حریف ہو سکتا ہون اور اس وقت اسکا مقابلہ کر سکتا ہون جب میرے پاس بھی ایک دل ایسا موجود ہو جو مثل غنچہ کے سامان چمن مرتب اور مہیا رکھتا ہو غنچہ اگر نسیم چمن کا مقابلہ کرتا ہی تو اسی صورت اور اسی حالت مین کہ اس کے پاس ایسا دل ہی جو سازِ یک گلستان دل رکھتا ہے۔

بجائے دانہ خرمن یک بیابان بیضہ قمری　　　مرا حاصل وہ نسخہ ہی کہ جس سے خاک پیدا ہو

بجائے اس کے کہ دانہ پیدا ہو میرے یہان بیضہ قمری ملتے ہین اور یہی خرمن شمار ہوتا ہی گویا کہ میری کوششون کا حاصل وہ نسخہ ہی جس سے خاک پیدا ہوا کرتی ہی یعنی میری کوشش کے خرمن کو ہمیشہ برق ناکامی جلا دیا کرتی ہی اور خاک ہی خاک میرے خرمن مین نظر آتی ہے بیضہ قمری کی خاکستری اور جگہ بھی مرزا نے کہا ہے۔

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ　　　اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

کرے کیا ساز بینش وہ شہید درد آگاہی　　　جسے موئے دماغ بیخودی خواب زلیخا ہو

وہ شخص جسے آگاہی کے درد نے شہید کر دیا ہو یعنی جس کو اُس کی آگہی نے تباہ و برباد کیا ہو۔ وہ کیا سامان بینش پیدا کر سکتا ہو اور بینش سے اس کو کیا حاصل ہو جس کو اگر خواب زلیخا بھی نظر آتا ہو تو اُس کے دماغ کے لئے باعث زحمت اور پریشانی ہوتا ہو اور وہ اس کو بھی ایک امر ناپائدار اور فضول سمجھتا ہو۔

دل چون شمع بہر دعوت نظارہ لایعنی نگہ لبریز اشک و سینہ معمور تمنا ہو

اگر دعوت نظارہ کا مستدعی ہو تو شمع کا سا دل پیدا کر اور یہ حالت رکھ کہ آنکھ اشکوں سے لبریز ہو۔ اور سینہ تمنا سے معمور ہو۔ چونکہ شمع میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں اس لئے دل چون شمع کے لانے کی فرمایش کی مگر نگاہ کا لبریز اشک ہونا خلاف معمول ہو بلکہ صحیح دیدہ لبریز ہونا ہے۔

نہ دیکھیں روئے یکدل سرد غیر از شمع کافوری خدایا اسقدر بزم اسد گرم تماشا ہو

اے خدا بزم اسد میں گرمی تماشا یہاں تک ہو کہ ایک دل کو بھی سرد نہ پائیں اگر سرد ہو تو بس شمع کافوری ہی ہو۔

اگر وہ آفت نظارہ جلوہ گستر ہو ہلال ناخنک دیدہ ہاے اختر ہو

اگر وہ آفت نظارہ اپنا جلوہ دکھائے تو ہلال تاروں کی آنکھوں میں ناخنہ کی صورت بن جائے یعنی ہلال سب کو برا معلوم ہونے لگے۔ ناخنہ ایک مرض ہو جو آنکھ میں پیدا ہوتا ہو۔ اور تمام آنکھ پر محیط ہو کر آنکھ کو بے نور کر دیتا ہے۔

بہ یاد قامت اگر ہو بلند آتش غم ہر ایک داغ جگر آفتاب محشر ہو

اگر میرے غم کی آگ اس کے قامت کے غم میں بلند ہو تو میرا ہر داغ جگر آفتاب محشر کی مشہور ہو جائے کیونکہ اس کے قامت کو بھی قیامت جانتے ہیں اور یہ سب اُسی کا اثر ہو گا۔

ستم کشی کا کیا دل نے حوصلہ پیدا اب اس سے ربط کروں جو بہت ستمگر ہو

میرے دل نے حوصلہ پیدا کر لیا ہے اور وہ اچھی طرح ستم کش ہو گیا ہے اب اس کو ظلم و ستم سے کوئی تکلیف پیدا نہیں ہوتی۔ لہذا میرا ارادہ ہے کہ ایسے ظالم سے دوستی پیدا کروں جو انتہائی ستم گر ہو تاکہ جفا کی لذت پا سکوں اور ظلم کا لطف اٹھا سکوں یا محبوب کو میرے ستانے میں لطف آئے۔

عجب نہیں ہے تحریر حال گریہ چشم — بنے وے آب جوہر موج نقش مسطر ہو

کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اگر گریہ چشم کے حال کے تحریر کرنے کے واسطے میں بیٹھوں تو اسکے اثر سے ہر سطر مسطر کی ایک موج روئے آب بن جائے۔

امیدوار ہوں تاثیر تلخ کامی سے — کہ قند بوسہ شیریں لباں مکرر ہو

میں اپنی تلخ کامی کی تاثیر سے امید رکھتا ہوں کہ شیریں لبوں کے بوسہ کی قند مکرر میسر ہو جائے یعنی تاثیر تلخ کامی ان کو مکرر میرا نام لیکر برا کہنے پر آمادہ کرے اور مجھے بوسہ کے مکرر لینے کا لطف آئے یا یہ کہ میں تلخ کام ہوں لہذا مجھے یہ قند مکرر دیجائے۔

صدف کی ہے ترے نقش قدم میں کیفیت — سرشک چشم اسد کیوں نہ اس میں گوہر ہو

تیرا ہر نقش قدم صدف کی خاصیت رکھتا ہے اسد جو اس پر آنکھیں مل مل کر روتا ہے تو کیا باعث ہے کہ اس کے اشک اس صدف میں گوہر نہ بن جائیں۔ اشک کی تشبیہ گوہر سے مسلمات شعرائے ماضی و حال سے ہے۔

بے درد سر بہ سجدۂ الفت فرو نہ ہو — جوں شمع غوطہ داغ میں کھا گر وضو نہ ہو

بغیر درد کے سجدۂ الفت میں سر نہ جھکا۔ شمع کی مانند داغ میں غوطہ لگالے اگر وضو نہ ہو شمع کا داغ میں غوطہ لگانا نہایت ہی عمدہ مضمون ہے اور غالباً نیا ہے۔

دل دے کف تغافل ابروئے یار میں — آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہ ہو

اپنا دل ابروئے یار کے دست تغافل کو دیدے دل ایک آئینہ ہے اس کو ایسے طاق پر رکھ کر گم کر کہ تیرا وہاں گزر نہ ہو۔ وہ طاق تغافل ابروئے یار کا ہے۔

زلف خیال نازک و اظہار بیقرار — یارب بیان شانہ کش گفتگو نہو

زلف خیال نہایت نازک ہی- اور قوت اظہار بیقرار ہی اسلیئے خدا بیان اس زلف مین گفتگو سے شانہ کشی نہ کرے یعنی میرے خیال نہایت نازک ہین وہ متحمل بیان نہیں ہو سکتے اگرچہ ضرورت اظہار بیقرار ہی-

تمثال ناز جلوۂ نیرنگ اعتبار — ہستی عدم ہے آئینہ گر روبرو نہو

تصویر ناز نیرنگ اعتبار کا ایک جلوہ ہی- عالم اعتبار جو ایک نیرنگی ہی اس کا اظہار تمثال ناز سے ہوتا ہی ہم ہستی کو ہستی صرف اسیوجہ سے کہتے ہین کہ آئینہ سامنے ہی ورنہ حقیقتا ہستی ایک عدم ہی- جو نیرنگ اعتبار سے زیادہ وقیع نہین ہی- اور بالکل ایک اعتباری اور فرضی شے ہی-

مژگان خلیدۂ رگ ابر بہار ہے — نشتر بہ مغز پنبۂ مینا فرو نہو

پنبۂ مینا کے مغز مین نشتر چبھونے اور فصد کرنے کی کوئی ضرورت اب باقی نہین ہے اس واسطے کہ اس کی رگ مین رگ ابر بہار کی پلکین چبھ چکی ہین اور وہی اس کی فصد ہے مطلب یہ ہی کہ بہار خود شیشہ و مینا سے بادۂ سرخ روان کردینے والی ہی کوئی کھولے یا نہ کھولے شراب اس سے خود ابلیگی-

عرض نشاط دید ہی مژگان انتظار — یارب کہ خار پیرہن آرزو نہو

مژگان انتظار خود ہی نشاط دید کا پیش کرنا ہی یعنی اسے مژگان انتظار نہ سمجھو بلکہ یہ پیشکشی نشاط دید ہی- اے خدا اب اتنی تمنا ہے کہ کوئی خار پیرہن آرزو مین نہ چبھ جائے-

مین مژگان انتظار سے دیدار کی خوشی سمجھا ہون اے میرے خدا کہین ایسا نہو کہ یہ خار پیراہن آرزو ثابت ہون- یا یہ کہ اگر عرض نشاط دید مژگان انتظار بنے تو بنے مگر اے میرے خدا یہ خلش پیراہن آرزو نہ بنے- یہ کچھ اس قدر الجھا ہوا شعر ہی کہ صحیح معنی ذہن نشین

نہیں ہوتے۔

وان پرفشان دام نظر ہون جہان آسد — صبح بہار بھی قفس رنگ و بو نہو

اے اسد میرا دام نظر وہان پرفشان ہو یعنی مین نے اس جگہ اپنی نظرون کا جال بچھایا ہو جہان صبح بہار بھی رنگ و بو کو نہیں روک سکتی یا جہان کہ صبح بہار مین بھی رنگ و بو کی گنجایش نہیں ہے۔

مبادا بے تکلف فصل کا برگ و نوا گم ہو — مگر طوفان مے مین پیچش موج صبا گم ہو

کہین ایسا نہو کہ فصل بہار کا ساز و سامان بغیر کسی تکلف کے ضائع اور برباد ہو جائے ہونا یہ چاہیے کہ طوفان شراب مین موج نسیم گم ہو کر رہ جائے کہ اس طرح گم ہونا باعث عشرت ہو یعنی لطف جب ہو کہ موج ہوا موج شراب بن کر رہ جائے۔

سبب وارستگان کو ننگ ہمت ہے خداوندا — اثر سرمے سے اور لبہاے عاشق سے صدا گم ہو

اے میرے خدا آزاد لوگون کی ہمت کے لئے کسی سبب کا پیدا ہونا باعث ننگ ہے عاشق کے لبون سے صدا ناپید ہو جائے مگر اس طرح نہیں کہ سرمہ اُن کی صدا کو ناپید کر دے بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ پہلے سرمے سے آواز کے گم کر دینے کا اثر جاتا رہے اور پھر ان کے لبون سے صدا گم ہو جائے تاکہ کسی سبب سے ان کی خاموشی کا تعلق نہ رہے ورنہ ان کی ہمت کے یہ منافی ہے۔

نہیں جز درد تسکین نکوہشہاے بیدردان — کہ موج گریہ مین صد خندۂ دندان نما گم ہو

بے درد لوگ جو درد مندون کو ملامتیں کر کے تسکین دیتے ہین اس کا سوائے درد کے اور کوئی حاصل نہیں ہے۔ ہم بھی مانتے ہین کہ وہ یعنی بیدرد درد مندون کے واسطے روتے ہین مگر یہ رونا ایسا ہے کہ اس مین سیکڑون خندۂ دندان نما گم ہو سکتے ہین اور چھپ سکتے ہین۔

ہوئی ہے ناتوانی بیدماغ شوخی مطلب — جبین مین در لباس سجدہ ای دست دعا گم ہو

ہماری ناتوانی کا دماغ کسی شوخی مطلب کے اظہار کی تاب نہین لا سکتا اے دست دعا ہاتھ اٹھانے کی ہم مین تاب طاقت نہین ہی بہتر یہ ہو کر تو سجدہ کا لباس پہن کر جبین عجز مین چھپ جا۔ کیونکہ ہماری ناتوانی کو یہ شوخی اور دست درازی کا مطلب پسند نہین ہی۔ مطلب یہ ہو کہ اظہار مدعا کی شوخی کو چھوڑ۔ اور صرف عجز و نیاز ہی سے کام رکھ۔

تجھے ہم مفت دیوین یک جہان چین جبین لیکن　　مبادا پیچ تاب طبع نقش مدعا گم ہو

اے پیچ و تاب طبع ناساز ہم چین جبین کا ایک جہان مفت تیری نذر کرتے ہین۔ لیکن ذرا سمجھ لے اور سوچ لے کہین ایسا نہو کہ اس ہجوم کشاکش اور پیچ و تاب مین تو نقش مدعا کو گم کر بیٹھے یعنی ایذا و غم کے ہزارون سامان ہمارے پاس موجود ہین مگر ایسا نہو کہ مقصد اصلی سے دور ہو جاے اور کثرت مشکل آسانی تشکل کا سبب ہو جاے

بلا گردان تمکین بتان صد موجۂ گوہر　　عرق بھی جنکے عارض پر بہ تکلیف حیا گم ہو

موتیون کی سو موجین تمکین و ناز بتان پر قربان ہین حالت یہ ہو کہ اُن کے ماتھے پر عرق بھی حیا کی وجہ سے نہین آ سکتا اور وہ جو آنے والے قطرہ ہاے عرق حیا موج گوہر ہین۔ اس طرح گویا گوہر ان کی تمکنت پر قربان ہو رہے ہین۔

اٹھاوے کب وہ جان شرم تہمت قتل عاشق کی　　کہ جسکے ہاتھ مین مانند خون رنگ حنا گم ہو

وہ جان حیا قتل عاشق کی تہمت کا کب متحمل ہو سکتا ہے جس کے دست نازنین مین حنا کا رنگ بھی خون عاشق کی طرح گم ہو جاتا اور چھپ جاتا ہی۔

کرین خوبان جو سیر حسن اسد یک پردہ نازک تر　　دم صبح قیامت گریبان قبا گم ہو

اے اسد اگر حسینان جہان اور ایک ہلکا سا پردہ ڈال کر اپنے حسن کی سیر کرین تو ہم یقین کرتے ہین کہ دم صبح قیامت گریبان قبا مین گم ہو کر رہ جاے یعنی وہ قیامت جو ان کے حسن کی اس تھوڑی سی عریانی سے ظاہر ہے وہ گریبان قبا مین چھپ جاے

اور وہ سراپا قیامت ہو کر رہ جائین۔

خشکی مے نے تلف کی میکدے کی آبرو
کاسۂ دریوزہ ہے پیمانۂ دست سبو

مے کی خشکی اور مے کے نہونے نے میخانے کی آبرو تلف کر دی آج وہ پیمانہ جو سبو پر رکھا ہے بھیک کا پیالہ معلوم ہوتا ہے۔

بھر جان پروردن یعقوب بال خاک سے
دام لیتی ہے پر پرواز پیراہن کی بو

بوے پیراہن یعقوبؑ کی بالیدگی روح کے لئے بازوے خاک سے پر پرواز قرض لیکر مصر سے کنعان تک آرہی ہے۔

گرد ساحل ہے نم شرم جبین آشنا
گر نہ باندھے قلزم الفت مین سر جا کدو

وہ لوگ جو دریاے محبت کے شناور ہین اگر بجاے کدو کے جسپر پیراک پیرتے ہین اپنے سر سے کام نہ لین تو گرد ساحل ان کی پیشانی کے واسطے عرق شرم بن جاے۔

گرمی شوق طلب ہے عین تاپاک وصال
غافلان آئینہ دان ہے نقش پاے جستجو

شوق طلب کی گرمی وصل کا عین تپاک ہے اے غافلو وہ نقش جو پاے جستجو سے اٹھ آیئن وہ آئینہ دان ہین یعنی اُن مین آئینے تھے جن مین منزل مقصود کا پتہ ملتا ہے۔

خوے شرم سرد بازاری ہے سیل خانمان
ہے اسد نقصان مین مفت اور جب ضاسرمایہ تو

وہ پسینہ جو شرم سرد بازاری اور ناقدری کی وجہ سے اسد کی پیشانی پر بہتا ہے وہ اس غریب کے واسطے سیل خانمان ہے یعنی اس کو تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ تیرے صاحب سرمایہ ہوتے ہوے وہ بیچارہ مفت نقصان اٹھا رہا ہے۔

رنگ طرب ہے صورت عہد وفا گرو
تھا کسقدر شکستہ کہ ہے جا بجا گرو

رنگ طرب عہد وفا کی طرح گرد اور رہن ہے خدا معلوم یہ کس قدر شکستہ تھا کہ جا بجا

گرد ہو یعنی اگر ٹوٹا ہوا نہ ہوتا تو جا بجا گرد نہ ہوتا۔

ہر ذرہ خاک عرضِ تمنائے رفتگان — آئینہ ہا شکستہ و تمثال ہا گرد

خاک کا ہر ذرہ گویا مرنے والوں کی تمناؤں کا اظہار کر رہا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کہ آئینہ ٹوٹ گئے ہیں اور تصویریں گرد ہیں۔ آئینہ کو دل سے استعارہ کیا ہے اور تمثال آئینہ عالم ارواح سے مراد ہے یعنی جو ذرہ ہائے خاک عرض حال کر رہے ہیں وہ ٹوٹے ہوئے دل ہیں۔

طاقت بساطِ دستگہِ یکقدم نہیں — جوں اشک جنبلک نہ کھوں دست و پا گرد

آنسو جب رواں ہوتا ہے یا جب چلتا ہے تو اپنے دست و پا گرد رکھ دیتا ہے ورنہ چل نہیں سکتا۔ دست و پا گرد رکھنا یہی ہے کہ وہ پھیل کر چلتا ہے بالکل ایسی ہی میری مثال ہے کہ مجھ میں ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت نہیں ہے جب تک کہ ہاتھ پاؤں گرد نہ کر دوں۔

ہے وحشتِ جنونِ بہار اسقدر کہ ہے — بالِ پری بہ شوخیِ موجِ صبا گرد

جنونِ بہار میں اس قدر وحشت بھری ہوئی ہے کہ ہر موجِ بادِ صبا کی شوخی میں کسی پری کی شوخی پرواز گرد معلوم ہوتی ہے یعنی جس طرح کہ پری کا سایہ پڑتے ہی آدمی دیوانہ ہو جاتا ہے اسی طرح عالمِ بہار کی موجِ صبا کا عالم ہے کہ جیسے ہی وہ جسم سے مس کرتی ہے آدمی مجنون ہو جاتا ہے اسی سے پتہ چلتا ہے کہ موجِ صبا میں شوخی بالِ پری گرد ہے۔

ہوں سخت جاں کاوشِ فکرِ سخن اسد — تیشے کے کہسار میں ہے یک صدا گرد

اے اسد میں کاوشِ فکرِ سخن میں بڑا سخت جان واقع ہوا ہوں۔ گویا کہ تیشے کے پہاڑ میں میری ایک آواز گرد ہو رہی ہے۔ آواز گرد ہونے سے مراد وہی سخن ہے جو کاوش اور فکر کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

وضع نیرنگی آفاق نے مارا ہم کو ہو گئے سب ستم و جور گوارا ہم کو

ایک زمانہ تھا کہ ظلم و ستم سے ہم گھبرا جاتے تھے اور نام سنکر پریشان ہو جاتے تھے مگر قربان جائیے اس گردش روزگار کے اور نثار ہو جیئے اس انقلاب زمانہ کے جس نے ہم کو مار ڈالا آج وہی ظلم و ستم سب ہم کو گوارا ہو گئے - اور انھین تمام ظلموں کے خوگر ہو گئے - مولانا حالی کا بالکل ایک ایسا ہی شعر ہے - فرماتے ہین سه

دنیا کے خرخشوں سے چیخ اٹھے تھے ہم اول
آخر کو رفتہ رفتہ سب ہو گئے گوارا

دشت وحشت مین نہ پایا کسی صورت سے سراغ گرد جولان جنون تک نے پکارا ہم کو

مجھے از خود رفتگی نے وحشت کے دشت ناپیدا کنار مین ایسا گم کر دیا کہ اگرچہ گرد جولان جنون نے بھی مجھے سیکڑون آوازین دین مگر پھر بھی میرا کہین پتہ نہ لگا - گرد جولان جنون وہ گرد جو حالت جنون کی دوا دوش مین اڑتی ہو -

عجز ہی اصل مین تھا حامل صد رنگ عروج ذوق پستی مصیبت نے ابھارا ہم کو

ہمارا عجز و نیاز ہی دراصل تمام عروج کا حامل اور ذمہ دار تھا پستی مصیبت کا جو ہم کو ذوق رہا دراصل اس نے ہم کو ابھار دیا اور کہین سے کہین پہونچا دیا -

ضعف مشغول ہے بیکار بہ سعی بیجا کر چکا جوش جنون اب تو اشارا ہم کو

ضعف بیکار اپنی کوشش کر رہا ہے اور بیکار ہم کو روکے ہوئے ہے ہم اب اسکے روکے رکنے والے نہین ہین - اب ہمارا جوش جنون ہم کو اشارہ کر چکا - اب ہم بغیر رہنوردی اور دشت گردی کے رہ نہین سکتے ہین لہذا ضعف کی یہ تمام کوشش بیکار ہے -

صور محشر کی صدا مین ہے فسون امید خواہش زیست ہوئی آج دوبارا ہم کو

صور محشر کی آواز مین ضرور کوئی نہ کوئی امید کا جادو ہے جسنے ہماری امید مین جان

ڈال دی ہو ورنہ کیفیت یہ تھی کہ ہم جب سے کہ مرے تھے گوشہ قبر مین مایوس پڑے تھے اور کوئی امید دیدار باقی نہین رہی تھی مگر جیسے ہی صور پھنکا فوراً ہی امیدین از سرِ نو پیدا ہوگیئن اور ہم کو پھرا امید دید بندھ گئی - یہ مسلہ مسلہ ہو کہ قیامت مین دیدار ہوگا -

تختۂ گور سفینے کے مماثل ہین اسدؔ ۔۔۔ بحرِ غم کا نظر آتا ہے کنارا ہم کو

یہ معلوم ہوتا ہے کہ گور کے تختے کشتی ہین جو ہم کو غم و رنج کے دریاے ذخار سے پار لگا رہی ہین اور آج مدتون کے بعد ہم کو اس دریا کا کنارا نظر آیا ہی - ورنہ ہم تو یہ سمجھے تھے کہ کہین اس دریا کا کنارا ہی نہین ہی -

حسن بے پروا گرفتار خود آرائی نہو ۔۔۔ گر کمینگاہ نظر مین دل تماشائی نہو

حسن باوجودیکہ بے پروا ہی مگر پھر بھی خود آرائی مین گرفتار رہتا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر کی گھات مین دل تماشائی ہے اور دیکھنے کی تاک مین لگا ہوا ہو اگر دل کمین گاہ مین نہ لگا رہے تو حسن کو خود آرائی کی احتیاج نہ رہے مطلب یہ ہو کہ حسن کا بناؤ سنگار تمام تر عشق کے واسطے ہے اور وہی اس ہنگامہ خیزی کا باعث اور موجب ہو -

ہیچ ہے تاثیر عالمگیری ناز و ادا ۔۔۔ ذوق عاشق گر اسیر دام گیرائی نہو

ناز و ادا نے جو تمام عالم پر اپنا سکہ جما رکھا ہے اور عالمگیر ہو رہی ہو یہ تمام تر بیکار اور ہیچ ثابت ہو بشرطیکہ عاشق کا ذوق دام گیرائی مین قید نہو یعنی اگر عاشق اس کو بطیب خاطر قبول نہ کرے تو عالمگیری ناز و ادا بیکار اور فضول ثابت ہو جائے -

خود گداز شمع آغاز فروغ شمع ہے ۔۔۔ سوزش غم درپئے ذوق شکیبائی نہو

سوزش غم بیکار صبر و شکیب کی کوشش مین مصروف ہے اس کو معلوم نہین ہو کہ شمع کے گداز ہی سے دراصل شمع کا فروغ شروع ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ کچھ کھو کر ہی آدمی حاصل کرتا ہو -

تار تار پیرہن ہے اک رگ جان جنون　　　عقل غیرت پیشہ سے حیرت تماشائی نہو

پیرہن کا ایک ایک تار جنون کی ایک رگ جان ہے عقل غیرت پیشہ کو یہ چاہیے کہ حیرت سے وہ اسے نہ دیکھے اسپر حیرانی کی ضرورت نہیں ہے۔

بزم کثرت عالم وحدت ہے بینا کیلئے　　　بے نیاز عشق اسیر زور تنہائی نہو

بزم کثرت چشم حق بین کے لئے عالم وحدت ہے اس کو ہر ذرہ مین وہی عالم وحدت نظر آتا ہے یکتائی اور تنہائی کی ضرورت نہین ہے لہذا ہر وہ شخص جس کو عشق نے بے نیاز کر دیا ہے وہ زور تنہائی مین اسیر نہو۔ تنہائی کی چشم بینا کیواسطے احتیاج نہین ہے۔

ہے محبت رہزن ناموس انسان اے اسد　　　قامت عاشق پہ کیون ملبوس رسوائی نہو

اے اسد جب محبت انسان کی ناموس کے لئے رہزن ثابت ہوئی ہے پھر اس حالت مین عاشق کے جسم پر کیون لباس رسوائی نہو کیونکہ عشق انسان کے واسطے رہزن شرم و ناموس ہے۔ سعدیؒ نے کہا ہے ؎

ہر کجا سلطان عشق آمد نماند
قوت بازوے تقوی را محل

مطلب یہ ہے کہ محبت کرنا اور بدنام نہ ہونا بعید از قیاس ہے محبت کے ساتھ بدنامی ضرور ہے۔

ردیف ہائے ہوز

حیرت ہجوم لذت غلطانی تپش　　سیماب بالش و کمر دل ہے آئینہ

ایک طرف تو حیرت ہو اور ایک طرف لذت ہجوم تپش ہو تو ہم میں یہ دونوں چیزیں ایک حالت میں موجود ہیں دل کا تکیہ سیماب ہو اور تپش کا آئینہ ہو - آئینہ استعارہ کیا ہو حیرت سے اور بالش سیماب بیقراری اور تپش سے مطلب یہ ہو کہ دو صورتیں دل کے لئے معارض ہیں حیرت اور بے قراری نہ یون چین ہو نہ یون آرام ہے -

ہم زانوئے تامل و ہم جلوہ گاہ گل　　آئینہ بند خلوت و محفل ہے آئینہ

آئینہ ہی ہم زانوے تامل ہے اور آئینہ ہی جلوہ گاہ گل ہو گویا کہ خلوت و جلوت کی رونق آئینہ ہی کے دم سے وابستہ ہے اور جو کچھ ہے اسی کی بدولت ہو آئینہ ہم زانوے تامل اسی لئے ہے کہ آئینہ کو زانو پر رکھ کر دیکھتے ہین اور جلوہ گاہ گل اس لئے ہے کہ اس مین حسن کی تصویر نظر آتی ہے حقیقت یہ ہے کہ آئینہ کے جلوہ گاہ گل ہونے کا کوئی خاص ثبوت اس شعر مین نہین ملتا -

دل کارگاہ فکر و اسد بے نوائے دل　　یان سنگ آستانہ بیدل ہے آئینہ

اسد کے پاس دل نہین ہو حالانکہ دل ہی کارگاہ فکر ہوا کرتا ہو ہمارے واسطے آستانہ بیدل آئینہ بنا ہوا ہو اور وہی دل ہے وہی ہماری مبداء فکر ہو حضرت طرز بیدل ہی پہ ہماری فکر سخن کا انحصار ہے اور اسی آستان کا پتھر اسد کا آئینہ ہے -

جز دل سراغ درد بدل خفتگان نہ پوچھ　　آئینہ عرض کر خط و خال بیان نہ پوچھ

جن کے دل مین درد نے مقام اور قیام کیا ہے اُن کا حال اپنے دل سے پوچھ انکے خط و خال بیان سے کام نہ لے بلکہ اپنے آئینہ سے کام لے - آئینہ ہی یہ کام کرسکتا ہے -

آئینہ سے مراد وہی مخاطب کا دل ہو۔

ہندوستان سایۂ گل پاے تخت تھا   سامان بادشاہیِ وصل بتان نہ پوچھ

سایۂ گل گویا کہ ہندوستان تھا اور وہی ہندوستان ہمارا پاے تخت تھا ہائے کیا پوچھتا ہے اس زمانہ کی بادشاہی کا حال جبکہ ہم کو وصل بتان میسر تھا یعنی جب ہم کو وصل بتان میسر تھا تو گویا ہم بادشاہ تھے۔ اور سایہ گل وگلزار مین جو ہم بیٹھتے تھے وہ ہمارا پایہ تخت تھا۔ سایہ گل کو ہندوستان بوجہ تاریکی اور سیاہی کے کہا ہو۔

تو مشق ناز کر دل پروانہ ہے بہار   بیتابیِ تجلیِ آتش بجان نہ پوچھ

تجھے اپنی مشق ناز سے غرض ہے تو اپنی مشق ناز کئے جا اگرچہ بہار پروانے کا دل بنی ہوئی ہو مگر اس سے تجھے کیا غرض کہ اس پروانہ آتش بجان کی تجلی مین کس قدر بیتابیان اور تجلیان بھری ہوئی ہین۔ تجھے اپنے کام سے کام ہے کسی کے دکھ درد سے کیا غرض۔ بہار کو پروانہ کا دل اس لحاظ سے کہا ہے کہ دل پروانہ بھی سوزان اور آتش عشق سے بھرا ہوا ہوتا ہو اور گل بہاری بھی بلحاظ رنگ سرخ ہوتے ہین بے قراری پروانہ آتش بجان بہار کے پھولون کی وہ حرکت ہوسکتی ہے جو ہوا کی شوخی سے چمن مین پیدا ہوتی ہے۔

غفلت متاع کفۂ میزان عدل ہون   یارب حساب سختیِ خواب گران نہ پوچھ

اے میرے خدا میرے خواب گران اور میری غفلت بے پایان کا حساب نہ کر کیونکہ میزان عدل کے پلے مین میری طرف سے نیکیون کے بجاے غفلت ہی غفلت ہے پھر حساب ہی کیا ہو یہان تو غفلت کے سوا اور کچھ موجود ہی نہین ہو۔

ہر داغ تازہ یک دل داغ انتظار ہے   عرض فضاے سینۂ درد امتحان نہ پوچھ

میرے دل کا ہر تازہ داغ گویا کہ ایک دل ہو جو داغ کا انتظار کر رہا ہو پھر ایسی حالت مین تو اس سینہ کی وسعت اور فضا کا کیا حال پوچھتا ہو جو درد کا امتحان کر رہا ہو

کوئی حد و حساب ہو تو بیان کیا جائے -

کہتا تھا کل وہ نامہ رسان سے بسوز دل　　درد جدائی اسد اللہ خان نہ پوچھ

میرا محبوب کل قاصد سے نہایت درد کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ اسد اللہ خان کی جدائی کا جس قدر مجھکو افسوس اور قلق ہے اس کو کچھ نہ پوچھ -

رفتار سے شیرازۂ اجزائے قدم باندھ　　اے آبلہ محمل پئے صحرائے عدم باندھ

اے آبلے تو صحرائے عدم کے لئے محمل باندھ لے اور چلنے کے واسطے تیار ہو جا اور اس رفتار سے اجزائے قدم کی شیرازہ بندی کر لے یعنی اجزائے قدم کی شیرازہ بندی کر کے عدم تک پہونچ - آبلہ کو محمل کہنا نہایت لطیف ہے کیونکہ آبلہ صورتاً محمل سے مشابہ ہے -

بیکاری تسلیم بہر رنگ چمن ہے　　گر خاک ہو گلدستۂ صد نقش قدم باندھ

بیکاری تسلیم ہر رنگ میں چمن ہے - اگر چمن کی خاک بھی ہو تو اس پر بھی گلدستۂ نقش قدم کا گمان کرنا چاہئے - کیونکہ خاک میں تسلیم کا رنگ نمودار ہے یعنی شیوہ تسلیم سیکڑوں خوبیاں اپنے دامن میں رکھتا ہے - اگرچہ وہ ظاہرا بیکار معلوم ہوتا ہے -

دیباچۂ وحشت ہے اسد شکوۂ خوبان　　خون کر دل اندیشہ و مضمون ستم باندھ

اے اسد معشوقوں کا شکوہ وحشت کا دیباچہ ہے تو اندیشہ کا دل خون کر اور ستم کا مضمون لکھ مطلب یہ ہے کہ یہ شکوہ خون اندیشہ سے لکھا جا سکتا ہے اس کے سوا نہیں -

خلق ہے صفحۂ عبرت سے سبق ناخوانده　　ورنہ ہے چرخ و زمین یک ورق گردانده

کیا کیا جائے کہ مخلوق صفحہ عبرت سے سبق نہیں لیتی اور مآل ہستی پر نظر نہیں رکھتی - ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہستی کوئی چیز نہیں ہے چرخ و زمین کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ آسمان اور زمین دراصل ایک ورق ہیں جسے پلٹ دیا گیا ہے - ادہر زمین ادہر آسمان یعنی عالم ہستی ایک گردش میں ہے اور کسی رنگ کو قرار و ثبات نہیں ہے - آسمان و زمین کو ایک

الٹا ہوا ورق کہنا نئی بات ہے۔ ادہر کچھ اور اُدہر کچھ اور۔

میکدے مین نے دل افسردگی بادہ کشان ‎ ‎ موج مے مثل خط جام ہے ہر جا ماندہ

میکدے مین بادہ کشون کی دل افسردگی کی وجہ سے موج شراب خط پیالے کی مانند منجمد اور بے حس ہو کر رہ گئی ہے اور اس مین ذرا بھی روانی نہین ہے یہ تمام میکشون کی افسردگی کا اثر ہے۔

خواہش دل ہی زبان کو سبب گفت و بیان ‎ ‎ ہی سخن گرد ز دامان ضمیر افشاندہ

زبان کی گفتگو اور بیان دل کی خواہش کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی جب دل مین کوئی بات پیدا ہوتی ہو تو زبان اس کا اظہار کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سخن یعنی کلام نظم ایک گرد ہی جو دامان دل سے جھاڑی جاتی ہو۔ یعنی شعر نام ہے محض اظہار جذبات دلی کا

کوئی آگاہ نہین باطن ہمدیگر سے ‎ ‎ ہی ہر اک فرد جہان مین ورق ناخواندہ

کوئی ایک دوسرے کے دلی بھیدون سے آگاہ نہین ہی۔ گویا دنیا کا ہر ایک فرد ایک ایسا ورق ہی جو دوسرے کے مطالعہ مین نہین آیا اور جسے دوسرے نے پڑھا نہین ہے۔

حیف بے حاصلی اہل ریا پر غالب ‎ ‎ یعنی ہین ماندہ ز آنسو و ازین سو راندہ

اے غالب ریاکارون کی بے حاصلی پر بڑا افسوس ہے نہ بیچارون کو کچھ دنیا مین حاصل ہوتا ہے نہ دین مین۔ ازین سو راندہ و ازان سو درماندہ۔ گویا کہ دہوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اس سے پہلا شعر بھی کچھ اسی قسم کا ہی جس سے شکایت مترشح ہوتی ہی معلوم ہوتا ہی کہ یہ غزل کچھ اثر لیکر کہی گئی ہے۔

بسکہ مے پیتے ہین ارباب فنا دزدیدہ ‎ ‎ خط پیمانہ مے ہے نفس دزدیدہ

چونکہ ارباب فنا پوشیدہ طور پر مے پیتے رہتے ہین اس واسطے خط پیمانہ مے ان کا

نفس دزدیدہ بن گیا ہے یعنی پیمانہ سے یہ خط نہیں ہو بلکہ ان کا دہ دم ہو جو انہوں نے چرالیا ہو۔ یا یہ کہ ان کا نفس دزدیدہ بمنزلہ پیمانہ مے کے نشان کے ہے جو ان کے چھپ کر مے کشی کرنے کا نشان ہے۔

بہ غرور طرح قامت رعنائی سرو طوق ہو گردن قمری میں رگ بالیدہ

سرو کے قد کی دلکشی اور رعنائی کو دیکھ کر قمری کو غرور پیدا ہو گیا ہے اور اس کی گردن کا طوق رگ بالیدہ یعنی رگ گردن (غرور) ہو گیا ہو یہی طوق غرور کا نشان ہے مطلب یہ ہو کہ قمری اپنے محبوب کی رعنائی اور زیبائی سے مغرور رہو رہی ہے۔

کی ہو وا اہل جہان نے بہ گلستان جہان چشم غفلت نظر شبنم خور نادیدہ

اہل زمانہ نے باغ زمانہ میں اس شبنم کی طرح چشم غفلت کھولی ہو جو ہنوز پرتو خورشید سے محروم ہے یعنی چشم غفلت کھولی تو ضرور مگر کوئی نتیجہ نہیں ملا۔ یا یہ کہ جیسے شبنم خور نادیدہ باغ میں چشم غفلت کھولتی ہے مگر پرتو خورشید فوراً ہی اس کو فنا کر دیتا ہو اسی صورت سے اہل جہان نے بھی گلستان عالم میں آنکھیں کھول رکھی ہیں مگر ہنوز مآل ہستی سے بے خبر ہیں۔

یاس آئینہ پیدائی استغنا ہے ناامیدی ہو پرستار دل رنجیدہ

یاس آدمی کے سامنے ایک استغنا کا آئینہ لا کر رکھ دیتی ہے اور ناامیدی دل رنجور کی خدمت گزاری کرتی ہے یہ ایک مشہور مقولہ ہے کہ الیاس احد الراحتین۔ یعنی یاس سے بھی ایک قسم کا آرام ہوتا ہے۔ اسی طرح مرزا نے کہا ہے کہ یاس آدمی کو بے پروا بنا دیتی ہے اور ناامیدی دل کو مدد پہونچا دیتی ہے۔

واسطے فکر مضامین متین کے غالب چاہئے خاطر جمع و دل آرامیدہ

مضامین متین کی فکر کے واسطے اے غالب آسودہ دل اور خاطر جمع چاہئے پریشانی خیال اور تکدر حواس میں مضمون آفرینی کیونکر ہو سکتی ہو اور آدمی کیا کر سکتا ہے۔

جوشِ دل ہی نشہ ہائے فطرتِ بیدل نہ پوچھ　　قطرہ ہی میخانہ ہی دریائے بے ساحل نہ پوچھ

اس حالت مین کہ دل کا جوش ہی اسی کو دیکھ اور اسی کی واردات سُن بیدل کی فطرت کے نشے کو کیا پوچھتا ہی اس کا تو بہت بڑا درجہ اور مرتبہ ہی - جب قطرہ ہی ایک میخانہ ہے تو اس دریا کی واردات کیا سننا چاہتا ہے جس کا کہین کنارا ہی نہین ہی - بقول شخصے قیاس کن ز گلستان من بہار مرا والا مضمون ہی -

آبلہ پیمانۂ اندازۂ تشویش تھا　　اے دماغ نارسا خمخانۂ منزل نہ پوچھ

پاؤن کا آبلہ آبلہ نہ تھا بلکہ اندازہ پریشانی رہنوردی کا ایک پیمانہ تھا جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ منزل کے پہونچنے تک ایسی ایسی لاکھون صعوبتین اور دشواریون کا سامنا ہوگا - پس اس صورت مین اے دماغ نارسا خمخانہ منزل کی دشواریون اور تکلیفون کا کیا اندازہ بتایا جائے نہ معلوم آبلے کی طرح کتنے پیمانے بھرین گے مطلب یہ ہو کہ اے دماغ آبلہ پا ہی سے دشواریون کا اندازہ کر - منزل تک پہونچنے کی تکلیفون کا تخمینہ دریافت نہ کر وہ تو بہت دور ہے -

ہین گشتن ہائے دل بزم نشاط گردباد　　لذت عرض کشادِ عقدۂ مشکل نہ پوچھ

دل کی کشادگی اور فراخی بگولے کی طرح محفل طرب سے مشابہ ہی جیسے اس کی کشادگی مین پریشانی ہی پریشانی ہی ایسے ہی میرے عقدۂ مشکل کے حل ہونے کا رنگ ہی لہذا اس کے کھلنے کی لذت کچھ نہ پوچھئے - ایک جگہ فرمایا ہی

تنگی دل کا گلہ کیا یہ وہ کافر دل ہی
کہ اگر جمع نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

نے صبا بال پری نے شعلہ سودائے جنون　　شمع سے جز عرض افسون گدازِ دل نہ پوچھ

نہ باد صبا کوئی سایہ پری کا کام کرتی ہی اور نہ شعلہ اس کے لئے سودائے جنون کا سامان ہی شمع سے کچھ نہ پوچھنا چاہئے کہ صبا اور شعلہ اس کے واسطے کیا کیا سامان

مہیا کرتے ہیں اُس سے سوائے گداز دل کے فسون کے اور کچھ نہ پوچھ۔

یک مژہ برہم زدن حشر دو عالم فتنہ ہے — یاں سراغ عافیت جز دیدہ بسمل نہ پوچھ

ایک پلک مارنا دونوں جہان کے فتنوں کا حشر ہے۔ لہذا دنیا میں اگر تجھے عافیت اور آسودگی کا کھوج لگانا ہے تو صرف دیدہ بسمل سے اس کا پتہ لگا۔ اور دیکھ کہ ایک پلک جھپکانے میں کس قدر فتنے برپا ہوتے ہیں اور کتنے فتنوں کا حشر ہوتا ہے۔ پلک کا جھپکانا ایک حشر سامانی کی کیفیت رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا وہ جگہ ہے جہاں ہر چشم زدن میں سیکڑوں فتنے مہیا ہوتے ہیں اگر راحت کی تمنا ہے تو دیدہ بسمل سے اس کا پتہ لگا۔ کیونکہ یہاں بس آنکھ بند کر لینا ہی باعث راحت ہے۔

تا تخلص جامہ شنگرفی ہے ارزانی اسد — شاعری جز ساز درویشی نہیں حاصل نہ پوچھ

پہلے قاعدہ تھا کہ دیوان وغیرہ لکھتے تھے تو تخلص رنگین روشنائی سے لکھا کرتے تھے جیسا کہ قدیمی لکھی ہوئی کتابوں سے پتہ چلتا ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ شاعر کا تخلص تک جامہ شنگرفی پہنے ہوئے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری نام ہے ساز درویشی کا اور یہ سراپا فقر ہی فقر ہے۔ اس لئے اس کا حاصل اور نتیجہ دریافت کرنا بے سود ہے۔

شکوہ و شکر کو ثمر بیم و امید کا سمجھ — خانۂ آگہی خراب دل نہ سمجھ بلا سمجھ

کوئی شکوہ ہے تو وہ نتیجہ ہے بیم کا اور کوئی شکر ہے تو ثمرہ ہے امید کا۔ خدا اس دوربینی کا ستیاناس کرے اس نے اجان کھا رکھی ہے۔ دل کیا ہے کمبخت ایک بلا ہے کہ ہر صورت میں ایک آفت کا سامنا ہے۔ یعنی آگہی اور باخبری ہی دل کی ایک دشمن ہے جس کی بدولت ان زحمت ہائے ناروا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

وحشت درد بیکسی بے اثر اسقدر نہیں — رشتۂ عمر خضر کو نالۂ نارسا سمجھ

خضر کی عمر کا رشتہ ایک نالۂ نارسا ہے ورنہ درد بیکسی کی وحشت اسقدر بے اثر نہیں ہو سکتی

جس قدر کہ اُن کے رشتہ عمر مین بے اثری ہے جس کا کوئی حاصل ہی نہین اسی سے معلوم ہوتا ہو کہ ان کی عمر محض ایک نالۂ بے اثر ہے ورنہ تنہائی کے درد کی وحشت خدا نخواستہ اس قدر کیون بے اثر ہونے لگی تھی اس کا پھر بھی کوئی نہ کوئی حاصل ہوتا ہے۔

شوقِ عنان گسل اگر درس جنون ہوس کرے   جادۂ سیرِ دو جہان یک مژۂ خواب پا سمجھ

اگر میرا شوقِ بیتاب درسِ جنون کی خواہش کرے تو ایک خواب پا مین دونون جہان کے جادہ کی سیر مخفی ہے - یا یہ کہ اگر میرا شوق بیتاب درسِ جنون لینا چاہے تو ایک پلک جھپکانے کی اس حالت مین جبکہ پاؤن سو جاتا ہو دونون جہان کی سیر کر سکتا ہے گویا وہی یک مژۂ خواب پا اس کے لئے جادہ سیر دو جہان ہو - چونکہ حالتِ خواب پا مین مژہ جھپکانے کی ضرورت ہے لہذا خواب پا کے لئے بھی پلک کے جھپکانے کی ضرورت سمجھی گئی -

گاہ بہ خلد امیدوار گہ بہ جحیم بیمناک   گرچہ خدا کی یاد ہو کلفتِ ماسوا سمجھ

کبھی خلد کی امید ہوتی ہو اور کبھی دوزخ کا خوف ہوتا ہے - لہذا ثابت ہوا کہ خدا کی یاد مین بھی کلفتِ ماسوا شامل رہتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مومن کا ایمان خوف و رجا کے درمیان ہوا کرتا ہے -

اے بہ سرابِ حسنِ خلق تشنۂ سعیِ امتحان   شوق کو منفعل نہ کر ناز کو التجا سمجھ

اے وہ شخص کہ تو دوست کے حسنِ خلق کے دھوکے مین پڑا ہوا ہے اور سعیِ امتحان کا تشنہ ہو یعنی امتحان کی لایعنی تمنا مین مبتلا ہے کیون اپنے شوق کو شرمندہ کرتا ہو اس سے کوئی التجا کرنا بے سود اور بیکار ہو اور اگر تو یہی چاہتا ہو تو بس یہ کافی ہو کہ دوست کے ناز ہی کو اپنی التجا سمجھ لے باقی بے سود ہو -

شوخیِ حسن و عشق ہے آئینہ دار ہمدگر   خار کو بے نیام جان ہم کو برہنہ پا سمجھ

یہ سمجھ لے کہ حسن اور عشق کی شوخی ایک دوسرے کی خدمت گزار اور آئینہ دار ہین -

نہ وہ اس سے غافل نہ یہ اُس سے لہذا جہاں تجھے کوئی خار نظر آئے وہاں اُس خار کو تیغ برہنہ سمجھ لے اور ہمارے متعلق یہی خیال کر لے کہ ہم بھی وہیں برہنہ پا موجود ہیں کیونکہ ربط عشق و حسن اسی کا متقاضی ہے۔

نغمۂ بیدلی اسد ساز فسانگی نہیں — بسمل درد خفتہ ہو گریۂ ماجرا سمجھ

اے اسد نغمۂ بیدل یعنی کلام بیدل کوئی کہانی نہیں ہے یا کہانی کا کوئی سامان نہیں ہے بلکہ تجھے پہلے اُس درد نہاں کو دیکھنا چاہئے جو اس میں پوشیدہ ہے اسی سے بسمل ہو جا اور اُن کے کلام کو نوحہ حال سمجھ تب اُس سے لذت اندوز ہوگا

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اے اسد زمانہ بیدلی کے مضمون کو ساز فسانگی نہ جان اور انھیں قصہ کہانی نہ سمجھ بلکہ یہ ایک درد خفتہ ہے اور گریۂ ماجرا ہے اس سے سبق لے اور اس سے بسمل ہو جا۔

کلفت ربط این و آن غفلت مدعا سمجھ — شوق کرے جو سرگراں محمل خواب پا سمجھ

این و آن - ما و شما - ایرا غیرا کی دوستی اور ربط کی خاطر جو تجھے تکلیف اٹھانا ہو اس کو اپنے مدعا کی غفلت سمجھ - اور کہیں آنے جانے کی زحمت بیجا گوارا نہ کر بلکہ اگر شوق تجھکو سرگراں کرے تو اس سرگرانی کو یہ سمجھ لے کہ خواب پا کا محمل آیا ہے یعنی اس کو خواب پا سمجھ اور خیال کر لے کہ تیرا پاؤں خواب اور آرام کا طلبگار ہے اور اس تمنائے لایعنی سے تجکو روکنا چاہتا ہے۔

جلوہ نہیں ہے درد سر آئینہ صندلی نگر — عکس کجا و کو نظر نقش کو مدعا سمجھ

آئینہ کے صندلی ہونے کو آئینہ کی پیشانی پر صندل لگانے سے تعبیر کر کے کہتے ہیں کہ آخر آئینہ پر صندل کیوں لگاتا ہے اس میں تیرا جلوہ پڑتا ہے تو جلوہ تو جلوہ ہے کوئی درد سر نہیں ہے۔ عکس کہاں رکھا ہے اور نظر کہاں ہے یہ سب نقوش آئینہ کے لئے نقش مدعا ہیں لہذا میری یہ فکر کر تو اس کو صندلی کرتا ہے بیکار ہے۔

ہے خط عجز ناو توا اول درس آرزو ہے یہ سیاق گفتگو کچھ نہ سمجھ فنا سمجھ

آرزو کا پہلا درس عاجزی ہی ہے یعنی کوئی آرزو کرتے ہی عجز پیدا ہوتا ہے - گویا یہان کی گفتگو کا سیاق سباق ہی یہ ہے کہ تمام چیزون کو ہیچ اور لاشے تصور کر لیا جاسے اور ماسواے فنا کسی شے کو کچھ نہ سمجھا جائے -

چرب ہے پہلوئے خیال رزق دو عالم احتمال کل ہے جو وعدۂ وصال آج بھی اے خدا سمجھ

پہلوے خیال اس قدر چرب ہوتا ہے کہ دونون عالم کو اپنے اندر جذب کرنے کی قدرت اس مین موجود ہے اے میرے خدا جو وعدہ وصال کل کے لئے ہے اس کو آج بھی سمجھ لے خیال آج کو کل اور کل کو آج بنا سکتا ہے -

دوسرے معنی یہ ہین جو بہت ہی قرین قیاس و عقل ہین کہ گو پہلوے خیال نہایت چرب اور قوی ہے اور ہمارا یہ خیال ہے کہ کل وصل ضرور ہوگا - مگر احتمالات اتنے ہین کہ پہلوے خیال کی چربی اُن کے سامنے کچھ بھی نہین ہے - وہ اس کو نوالہ کئے لیتے ہین اور کھائے جاتے ہین لہذا اے میرے خدا کل کے لئے جو وعدہ وصال اظہار کیا ہے اسی کو آج بھی سمجھ لے تاکہ احتمالات کے جھگڑون سے مین پہلوے خیال کو بچالون -

نے سر و برگ آرزو نے رہ و رسم گفتگو اے دل و جان خلق تو ہم کو بھی آشنا سمجھ

نہ ہمارے لئے کوئی سامان آرزو مہیا کیا جاتا ہے نہ ہم سے گفتگو کی رسم و راہ ہے اے دنیا کے دل و جان بننے والے دنیا کی دلی مدعا کو پورا کرنے والے تو ہم کو آشنا سمجھ - ہم بھی تیرے چاہنے والون مین ہین ہم بھی تیرا خیال رکھتے ہین لہذا تجھ کو بھی ہمارا بھی خیال چاہیئے -

جلوہ پوچھ نہ حال اس انداز اس عتاب کیساتھ لبون پہ جان بھی آجائیگی جواب کیساتھ

مدتون کے بعد کسی تغافل شعار نے حال دل پوچھا ہے مگر نہایت غصہ کے لہجہ مین اور نہایت بری طرح اسی پر ایک آرزو مند پرسش حال کرتا ہے کہ خدا کے لئے حال پوچھ

مگر اس غصہ کے لہجہ مین نہ پوچھو اس قدر رنجیدہ بنا کر نہ پوچھو اس قدر عتاب نہ کر کہین ایسا نہو کہ جواب کے ساتھ ہی ساتھ میری جان بھی لبون پر آ جاے۔

مجھے بھی تا کہ تمنا سے ہو نہ مایوسی ملو رقیب سے لیکن ذرا حجاب کیساتھ

کوئی ستم شعار رقیب سے بھی نہین ملتا اور اس سے بھی اسی طرح کشیدہ ہے جیسے کہ غالب سے اسی پر غالب کہتے ہین کہ یہ انداز اور یہ تغافل تو آسنا ہمت شکن ثابت ہو رہا ہے کہ مین بھی مایوس تمنا ہوتا جاتا ہون اور جو آرزوئین ہین وہ سب ختم ہو رہی ہین ایسی حالت مین اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر رقیب کی سفارش کرتے اور کہتے ہین کہ اس سے ملو تا کہ مجھے قطعی مایوسی نہو جاے مگر ذرا حجاب کے ساتھ ملو ورنہ اگر تم قطعاً اسی کے ہو کر رہ گئے تو وہ بھی میری مایوسی کا سبب ہو گا۔

نہو بہرزہ روادارسی بیہودہ کہ دور عیش ہے مانا خیال وخواب کیساتھ

کیا بے فائدہ کوشش کر رہا ہے اور کیا بیکار عیش وراحت کی تمنا مین مشغول ہے اسے چھوڑ اگر عیش وآرام میسر ہوا بھی تو کیا ہے۔ زمانۂ عیش کی ہستی بس اتنی ہی ہے جیسے خیال وخواب کی نہ ان کو قیام ہے اور نہ اس عیش وآرام کو ثبات ہے۔

بہر نمط غم دل باعث مسرت ہے نموے حسرت دل ہے ترے شباب کیساتھ

اگرچہ مین غم دل مین مبتلا ہون مگر بہر طور پر یہ غم دل میرے لئے باعث مسرت ہے کیونکہ جس قدر ترا شباب ترقی کر رہا ہے اسی قدر میری حسرت دل بڑھ رہی ہے تو گویا اسکا نمو اس کے ساتھ اور اس کی ترقی اس کے ساتھ لازم وملزوم ہو گئی ہے۔

سکون دل کو تعلق ہے اضطراب کیساتھ

پہلا مصرع اصل مین بالکل شکستہ حالت مین ہے پڑھا نہین جاتا۔

لگاؤ اسکا ہے باعث قیام ہستی کا ہوا کو لاگ بھی ہے کچھ مگر حباب کیساتھ

ہوا پانی مین ایک گرہ لگا دیتی ہے اسی سے بلبلا بنتا ہے اور ہوا ہی بلبلے کو فنا کرتی ہے

شعر کا مطلب ان دونوں باتوں کو سمجھنے کے بعد کچھ دشوار نہیں رہتا۔

ہر ا حیف کہ آشنا نہیں کوئی غالب جو جاگنے کو ملا دیوے آکے خواب کے ساتھ

عاشق شب فراق میں بے قرار ہے ادھر رات کی تاریکی ہے درازی ہے اور ادھر کرب ہے بے قراری ہے نہ دل میں قرار ہے نہ آنکھوں میں نیند ہے چاروں طرف سے ہزاروں رنجوں اور پریشانیوں کا سامنا ہے اس وقت گھبراتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے زمانہ بگڑا ہوا ہے تو ہوا کرے اس کیا حاصل ہے کیا فائدہ میرے درد دل کی داد دینے والا کوئی نہیں۔ میری بیداری کو نیند کے ساتھ کوئی نہیں ملا سکتا۔ یہ نہایت ہی عمدہ شعر کہا ہے نہایت گہرا خیال ہے۔

ردیف (ی)

دل ہی نہیں کہ منت درباں اٹھائیے کس کو وفا کا سلسلہ جنباں اٹھائیے

پہلے درد لدار پر جا کر دربانوں کے ناز نخرے اس لئے برداشت کرتے تھے کہ دل مجبور کرتا تھا مگر اب بدقسمتی سے دل ہی نہیں ہے پھر آخر دربانوں کے غمزے کیوں اٹھائیں اور کس کو وفا کا سلسلہ جنباں ٹھہرائیں۔

تا چند داغ بیٹھے نقصان اٹھائیے اب چار سوئے عشق سے دوکاں اٹھائیے

کہاں تک داغ ہو کر بیٹھے ہوئے نقصان اٹھایا کریں بہتر یہ ہے کہ عشق کے اطراف سے اپنی دوکان بڑھا دیں اور اس حد میں قدم ہی نہ رکھیں۔

ہستی فریب نامۂ موج سراب ہے یک عمر ناز شوخی عنوان اٹھائیے

جس کو ہستی سمجھ رہی ہو وہ ایک فریب نامہ ہے موج سراب کا یعنی اس خط فریب آلود میں دھوکہ ہی دھوکہ ہے اور اصل میں کچھ بھی نہیں جیسے کہ موج سراب صرف

دھوکے کی ٹٹی ہوتی ہے۔ ایسے ہی ہستی بھی ہو اس موج سراب میں جو ایک فریب نامہ سے مشابہ ہے صرف عنوان ہی عنوان ہے (موج سراب کو عنوان کہا گیا ہے) عمر بھر اسی عنوان کے پھیر میں پڑے رہے۔

ضبط جنون سے ہر سر مو ہے ترانہ خیز   یکنا لہ بیٹھے تو نیستان اٹھایئے

جنون کے ضبط کرنے سے میرے جسم کے ہر بال سے ایک ترانہ نکل رہا ہے اور یہ کیفیت ہو گئی ہو کہ اگر تھوڑی دیر بیٹھے تو ایک نیستان کی کیفیت آ جائے گی۔

طرز خراش نالہ سے اشک نمک اثر   لطف کرم بدولت مہمان اٹھایئے

اشک نمک اثر طرز خراش نالہ کی بدولت ہیں ایسی حالت میں گویا یہ لطف و کرم مہمان کی وجہ سے اٹھا رہے ہیں۔ اور یہاں مہمان سے مراد نالہ ہے۔

کیا پوچھے ہو بر خود غلطی ہائے عزیزاں   خواری کو بھی اک عار ہے عالی نسبوں سے

جو عالی نسب واقع ہوئے ہیں ان عزیزوں کی غلطیاں کیا پوچھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ان سے خواری کو بھی عار ہے وہ بھی ان کے پاس نہیں آتی۔

گو تم کو رضا جوئی اغیار ہے لیکن   جاتی ہے ملاقات کب ایسے سببوں سے

ہر چند کہ تم غیر کے ہو کر رہ گئے ہو اور شب و روز اسی کی رضا جوئی میں مصروف رہتے ہو اور اس سے سمجھتے ہو کہ میں اب تمھاری محبت کو ترک کر دوں گا مگر یہ صرف تمھارا خیال ہے۔ محبت ایسی بلا ہے جو رشک پر غالب ہے۔ میری ملاقات ایسے سببوں سے ترک نہیں ہو سکتی۔ حکیم مومن خان کہتے ہیں ؎

مومن

ہے شب وصل غیر بھی کاٹی
تو مجھے آزمائے گا کب تک

داغ

عدو کے ساتھ ہی آئیں وہ خیر وقت اخیر
وہ اس کا کرینگے گوارا جو عمر بھر نہ کیا

مت پوچھ اسد وعدۂ کم فرصتی زیست — دو دن بھی جو کاٹے تو قیامت تعبون سے

اے اسد کم فرصتی زیست کے وعدہ کی کیفیت کیا پوچھتا ہی - بس کچھ نہ پوچھ حقیقت یہ ہی کہ ہم نے یہ زندگی کے دو دن بھی قیامت کے رنج وغم اٹھا اٹھا کر گزارے ہین -

مجھے معلوم ہی جو تو نے میرے حق مین سوچا ہے — کہین ہو جاے جلد اے گردش گردون دون وہ بھی

اے گردش زمانہ جو تو نے میرے حق مین سوچا ہو اور جس درجہ پر تو مجکو پہونچانا چاہتی ہے وہ بھی معلوم ہے خیر یہ سب کچھ مجھے گوارا ہے اور اب میرے لئے وہ کوئی نئی بات نہین ہی خدا کرے وہ بھی جلد ہو جاے اور اس تکلیف بیم ورجا سے نجات پاؤن -

بے تکلف در بلا بودن بہ از بیم بلاست

نظر راحت پہ میری کر نہ وعدہ شب کے آنیکا — کہ میری خواب بندی کیلئے ہوگا فسون وہ بھی

للہ میری راحت کو برباد نہ کر مجھ سے شب کے آنے کا وعدہ نہ کر تیرا یہ وعدہ میری خواب بندی کا منتر ہو جاے گا اور مجھے شب بھر نیند نہ آے گی مین پریشان رہون گا -

صد رنگ گل کترنا در پردہ قتل کرنا — تیغ ادا نہین ہی پابند بے نیامی

تیغ ناز سو سو طرح کے گل کھلاتی ہو اور پردہ مین رہ کر قتل کرتی ہو اُس کیواسطے کچھ اس بات کی ضرورت نہین ہو کہ وہ بے نیام ہو تب کوئی کام کرسکے بلکہ وہ پردہ مین رہ کر یہ قیامت ڈہاتی ہی -

طرف سخن نہین ہی مجھ سے خدا نکردہ — ہی نامہ بر کو اس سے دعوائے ہم کلامی

خدانخواستہ وہ مجھ سے بالمقابل ہو کر بات نہین کرتا بلکہ میرے قاصد کو اس سے البتہ ہم کلامی کا دعوی ہی -

طاقت فسانۂ باد اندیشہ شعلہ ایجاد — اے غم ہنوز آتش اے دل ہنوز خامی

حالت یہ ہے کہ طاقت ایک افسانہ یاد ہوگئی یعنی طاقت طاق ہوگئی اندیشہ اور فکر مین بیکلیون کا عالم پیدا ہوگیا تو کیا اے غم اب تک تجھے آگ کی ضرورت ہے اور اے دل کیا اب تک تجھ مین خامی باقی ہے -

ہر چند عمر گزری آزردگی مین لیکن ہے شرح شوق کو بھی جون شکوہ ناتمامی

اگرچہ رنج و غم مین عمر گزر گئی ہے مگر شرح شوق ہنوز اس طرح ناتمام ہے جیسے کہ شکوہ ناتمام ہے غرضکہ نہ شکوۂ غم میرا پورا ہوا نہ شوق کی طرح عمر پوری ہو سکی - اور عمر آزردہ رہتے رہتے ختم ہوگئی -

ہے یاس مین اسد کو ساقی سے بھی فراغت دریا سے خشک گزرے مستون کی تشنہ کامی

ناامیدی مین اسد کو ساقی کی بھی ضرورت نہین رہی اور اس سے بھی فارغ ہوگیا گویا مستون کی تشنہ کامی دریا سے خشک گزر گئی -

دہلی کے رہنے والو اسد کو ستاؤ مت بیچارہ چند روز کا یہان میہمان ہے

مرزا کا اصلی مولد و مسکن آگرہ تھا اسی بنا پر فرماتے ہین کہ اے دلی کے رہنے والو غریب اسد کو کیون ستاتے ہو اس کو پریشان نہ کرو غریب ہے مسافر ہے چند روز کا مہمان ہے پھر تم کہان یہ کہان -

گر مصیبت تھی تو غربت مین اٹھا لیتے اسد میری دہلی ہی مین ہونی تھی یہ خواری ہائے ہائے

اے اسد اگر مصیبت تھی تو پردیس مین اٹھا لیتے کوئی نہ جانتا اور کسی کو نہ معلوم ہوتا مگر بڑی مصیبت یہ ہے کہ مین وطن مین یعنی دلی مین خوار ہوا - افسوس افسوس - مرزا نے اس خیال کو یون بھی لکھا ہے ؎

مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

دوسرے شعرا نے بھی اس خیال کو بہت ہی لطیف پیرایے مین لکھا ہے -

کیا غم ہے اس کو جس کا علی سا امام ہو — اتنا بھی اے فلک زدہ کیوں بے حواس ہے

بالکل صاف شعر ہے چونکہ مروجہ دیوان کی غزل میں سے ایک یہی شعر رہ گیا تھا لہذا لکھ دیا گیا۔

پہلو تہی نہ کر غم و اندوہ سے اسد — دل وقف درد کر کہ فقیروں کا مال ہے

اے اسد رنج و غم سے پہلو تہی نہ کر اور دل کو نہ بچا بلکہ اس کو درد کے لئے وقف کر دے کیونکہ یہ مال فقیروں کا ہے اور وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا یعنی جہاں تک ممکن ہو رنج و غم سہو دل کی ہستی اسی لئے ہے

نظر بہ نقص گدایاں کمال بے ادبی ہے — کہ خار خشک کو بھی دعوئے چمن نسبی ہے

فقیروں کے عیوب پر نظر کرنا عین بے ادبی ہے اس واسطے کہ خار خشک اگرچہ بذاتہ کچھ بھی نہیں مگر اس کا بھی یہ دعوےٰ ہے کہ میں نے بھی چمن ہی میں نشو و نما پائی تھی اور چمن سے میرا سلسلہ قرابت ہے اسی طرح فقیر بھی خدا کے بندے ہیں ان کو برا سمجھنا اور برا کہنا سزاوار نہیں ہے

ہوا وصال سے شوق دل حریص زیادہ — لب قدح پہ کف بادہ جوش تشنہ لبی ہے

وصل ہونے کے بعد دل حریص کا شوق اور زیادہ ہو گیا گویا کہ پیالہ جس کا شراب سے وصل ہو گیا اس کے جھاگ اس کے جوش تشنہ لبی کی دلیل ہیں مطلب یہ ہے کہ وصل کے بعد بھی عاشق کا جوش و خروش کم نہیں ہوتا بلکہ وہ اور بڑھتا یا بدستور قائم رہتا ہے اسی خیال کو ایک جگہ یوں ظاہر کیا ہے ؎

گر ترے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زوال
موج محیط آب میں مارے ہے دست و پا کہ یوں

خوشا وہ دل کہ سراپا طلسم بے خبری ہو — جنون و یاس و الم رزق مدعا طلبی ہے

وہ دل بڑا اچھا ہے جو سراسر بے خبری کا طلسم بنا ہوا ہو تا اسے کسی راحت کا خیال اس ہو اور نہ مسرت کا یہ جنون اور ناامیدی دراصل مدعا طلبی کے حیلے بہانے ہیں جب تک کہ یہ

دل مین موجود ہین اُس وقت تک عشق کا کمال نہین ہو سکتا۔

چمن مین کس کی یہ برہم ہوئی ہی بزم تماشا　　کہ برگ برگ سمن شیشہ ریزہ حلبی ہے

چمن مین چنبیلی کے پہولون کی پتیان دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہو کہ یہ شیشے کے ٹکڑے ہین اس کے بعد یہ گمان پیدا ہوتا ہو کہ یہ ٹکڑے شیشہ شراب کے ہین اب حیرت و استعجاب کے عالم مین خیال آتا ہو کہ اے میرے خدا یہ کس کی محفل برہم ہو گئی ہے کہ شیشون کے ریزے پڑے ہوے ہین۔ قاعدہ ہو کہ بعد شراب پینے کے یا محفل برہم ہونے کے شیشہ شراب کے ٹکڑے پڑے رہ جاتے ہین جنھین شرابی حالت نشہ مین پھینک دیا کرتے ہین اسی سے بزم تماشائی برہمی کا خیال آیا ہو۔

امام ظاہر و باطن امیر صورت و معنی　　علی ولی اللہ جانشین نبی ہے

یہ شعر بھی عقائد کے متعلق ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مدح مین کہا گیا ہے۔

ظاہر ہی طرز قید سے صیاد کی غرض　　جو دانہ دام مین ہو سو اشک کباب ہے

صیاد نے جس صورت سے ہم کو قید رکھا اسی سے اس کی غرض ظاہر ہوتی ہے اس واسطے کہ دام مین جو دانہ ہم دیکھ رہے ہین وہ اس اشک کی صورت مین ہی جو حالت برشتگی مین کباب سے نکلتا ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ سیکڑون ہمارے ہم جنس اس قید مین پڑے ہین اور کباب ہو کر رہ گئے ہین جن کے اشک اب تک موجود ہین گمان غالب ہے کہ یہی معاملہ ہمارے ساتھ پیش آے گا اور ہمارے اس طرح سے قید کرنے کی غایت یہی ہو۔

بے چشم دل نہ کر ہوس سیر لالہ زار　　یعنی یہ ہر ورق ورق انتخاب ہے

جب تک کہ چشم دل بینا نہو اس وقت تک لالہ زار کی سیر کی تمنا نہ کر یہ سمجھ لے کہ چمن کا ہر ورق ایک ورق انتخاب ہو۔ اس کو چشم دل دیکھ۔

ہے پیچ و تابِ رشتۂ شمعِ سحر گہی — خجلت گدازیٔ نفسِ نارسا مجھے

میرا ہر نفس نارسا میرے واسطے ایسا ہو گیا ہے جیسے کہ شمع کی بتی کو صبح کے وقت ایک پیچ و تاب ہوتا ہے نفس کی تشبیہ رشتۂ شمع سحر گہی کے پیچ و تاب سے نہایت بدیع ہے۔

واں رنگہا بہ پردۂ تدبیر ہیں ہنوز — یاں شعلۂ چراغ ہے برگِ حنا مجھے

وہاں پردہ تدبیر میں رنگینیاں کی جا رہی ہیں اور یہاں یہ حالت ہے کہ چراغ کے شعلہ کا مجھے برگ حنا پر گمان ہوتا ہے یعنی کسی تدبیر کی ضرورت نہیں ہے اور ہر تدبیر میرے لئے الٹی ہو رہی ہے۔

پرواز ہا نیازِ تماشائے حسنِ دوست — بالِ کشادہ ہے نگہِ آشنا مجھے

حسن دوست کے لئے پرواز بطور نیاز پیش کئے جاتے ہیں اسی لئے میری نگہ آشنا جو اسکے نظارہ سے کامیاب ہے میرے واسطے بازوے کشادہ کا کام دیتے ہیں۔

از خود گزشتگی میں خموشی پہ حرف ہے — موجِ غبارِ سرمہ ہوئی ہے صدا مجھے

میری از خود رفتگی اور از خود گزشتگی سے دنیا میری خموشی کے مطلب کو سمجھ گئی اور اس لئے میری خموشی پر الزام آگیا۔ یعنی سکوت داستان خوان مصیبت بن گیا۔ اسی لئے موج غبار سرمہ جو خموشی ہے وہ میرے لئے صدا بن گئی ہے۔

تا چند پست فطرتیٔ طبعِ آرزو — یا رب ملے بلندیٔ دستِ دعا مجھے

اے خدا آرزو کی پست فطرتی طبع کا میں کب تک اور کہاں تک متحمل ہوں تو میرے خیالات کو ایسی بلندی عطا کر کہ جیسے دست دعا کو عطا کی ہے آرزو خود پست فطرت ہے یا آرزو کا پیدا کرنا پست فطرتی ہے اس واسطے میں نہیں چاہتا کہ اب میرا اس سے سابقہ رہے۔

یکبار امتحان ہوس بھی ضرور ہے — اے جوش عشق بادہ مرد آزما مجھے

اے جوش عشق تو مجھے بوالہوس تو ضرور قرار دیتا ہے اور جب مین تجھ سے طلب بادہ کرتا ہون تو یہ کہکر ٹال دیتا ہی کہ کچھ نہین یہ صرف ہوس ہی - مگر خیر ایک مرتبہ اس ہوس کا امتحان تو کر لے ذرا آزما کر تو دیکھ کہ میری تنا ہوس کا درجہ بھی تو دیکھ لے -

مین نے جنون سے کی جو اسد التماس رنگ — خون جگر مین ایک ہی غوطہ دیا مجھے

اے اسد مین نے جنون سے جو رنگ کے لئے التماس اور تمنا کی تو اس نے مجکو خون جگر مین ایک غوطہ دیا - رنگ سے تنوع معنی پیدا ہوتا ہی نہ معلوم یہ چاہا تھا کہ مجھے بھی کوئی رنگ عنایت کر - نہ معلوم یہ خواہش تھی کہ میرا رنگ رفتہ مجھے واپس کر - بہر حال رنگ کے معنی کوئی خاص مقرر نہین کرسکتے - اس کا خون جگر مین غوطہ دینا بھی نہایت لطیف ہے ہوسکتا ہے کہ اس نے مجھے یہ رنگ عنایت کیا اور ہوسکتا ہی کہ سزا دی -

کہون کیا گرمجوشی میکشی مین شعلہ رویانکی — کہ شمع خانۂ دل آتش مے سے فروزان کی

کیا پوچھتے ہو اس گرمجوشی کا حال جو شعلہ رویون نے حالت میکشی مین ظاہر کی ہے گرم جوشی اتنی بڑہی ہوئی تھی کہ دل کی آگ کو شراب کی آگ سے روشن کیا اور یہ انتہا گرم جوشی ہے اس شعر مین بھی دل کی آگ روشن کرنا دونون طرف منسوب ہوسکتا ہے یا یہ کہہا رہی آتش شوق کو بھڑکا دیا - یا یہ کہ اپنی دل کی شمع کو جلا دیا - میرے نزدیک تو یہی امکان آتش عشق کا بھڑکانا ہے اور موخر الذکر معنی مین صرف ایک مناسبت شعلہ رویان کی ہی باقی کچھ نہین -

ہمیشہ مجکو طفلی مین بھی مشق تیرہ روزی تھی — سیاہی ہی مرے ایام مین لوح دبستانکی

مین وہ بدنصیب ہون کہ بچپن ہی سے تیرہ روزی کی مشق کرتا رہا ہون اور میرے ایام کی تیرگی اور سیاہی وہ ہی جو لوح مشق پر مکتب مین میرے مشق مین صرف ہوتی تھی اس سے مطلب صرف اتنا نکلتا ہی کہ مین بدنصیب ازلی یا بدقسمت فطری ہون -

دریغ آہ سحر گہ کار باد صبح کرتی ہے   کہ ہوتی ہے زیادہ سرد مہری شعلہ رویاں کی

افسوس کہ میری آہ گرم سحر بھی شعلہ رویوں کے دل میں کوئی گرم جوشی پیدا نہیں کرتی بلکہ اس میں بھی نسیم صبح کا اثر ہے اور ان شمع رویوں میں اور سرد مہری کا اثر پیدا کرتی ہے

مجھے اپنے جنوں کی بے تکلف پردہ داری تھی   ولیکن کیا کروں آوے جو رسوائی گریباں کی

میں بے تکلف اپنے جنون کی پردہ داری کر رہا تھا مگر کیا کیا جائے گریبان کے رسوا ہونے کی نوبت آئی اور اسی سے مجھے بھی رسوا ہونا پڑا۔

ہنر پیدا کیا ہے میں نے حیرت آزمائی میں   کہ جوہر آئینہ کا ہر پلک ہے چشم حیراں کی

میں نے حیرت آزمائی میں ایک ہنر پیدا کیا ہے میری چشم حیران کی ہر پلک آئینہ کا جوہر بن گئی ہے اور یہی ہنر ہے چشم حیران بمنزلہ آئینہ کے ہے اور مژگان جوہر کی طرح ہیں۔

خدایا کس قدر اہل نظر نے خاک چھانی ہے   کہ ہیں صد رخنہ جوں غربال دیواریں گلستاں کی

خدایا اہل نظر کہاں کہاں خاک چھانتے پھرا کئے ہیں اور انہوں نے سیر گلستان میں کتنی خاک اڑائی ہے کہ باغ کی دیواریں چھلنی ہوگئی ہیں جو ان کی کاوش نظر کا پتہ دے رہی ہیں۔

ہوا شرم تہی دستی سے وہ بھی سرنگوں آخر   بس اے زخم جگر اب دیکھ لی شورش نمکداں کی

تہیدستی کی شرم سے وہ بھی سرنگون ہو گیا اور اس نے بھی گردن جھکا لی اے زخم جگر بس نمکدان کی شیخی دیکھ لی کہ یا تو اتنا شور و شوری یا یہ بے نمکی۔ یعنی ہمارے زخم پر اس قدر نمک چھڑکا گیا کہ وہ عاجز ہو کر سرنگون ہو گیا۔

بیاد گرمی صحبت برنگ شعلہ دہکے ہے   چھپاؤں کیونکر غالب سوزشیں داغ نمایاں کی

داغ دل صحبت ہائے گزشتہ کی یاد میں برابر شعلہ کی مانند دہکتا رہتا ہے اے غالب میں

اپنے زخم کی سوزشین کیونکر چھپاؤن اور کیسے پوشیدہ رکھون وہ چھپنے کے قابل ہی نہین ہے دیکھنے والے دیکھ کر ہی اُس کی حالت کا اندازہ کر لیتے ہین۔

نہ کھینچ اے سعیِ دستِ نارسا زلفِ تمنا کو — پریشان تر ہے موئے خامہ سے تدبیر مانی کی

اے دستِ نارسا کی کوشش کیون بیکار زلفِ تمنا کے نقش بنا رہی ہی تجھ سے یہ نہین بن سکتے کیا تجھے یہ معلوم نہین ہے کہ مانی ایسا چابک دست بھی اتنا عاجز ہے کہ موے قلم سے زیادہ اس کی تدبیر اس جگہ بیکار اور پریشان ہوتی ہے موے قلم سے وہ بال مراد ہین جو مصورون کے مو قلم مین ہوتے ہین۔

اسد کو بوریے مین دھر کے پھونکا موجِ ہستی نے — فقیری مین بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

موجِ ہستی نے اسد کو بوریے مین رکھ کر پھونک دیا اس شعر مین موجِ ہستی کو بلحاظ موج بوریا کہا گیا ہی یعنی اسد کو خود اسی کی ہستی نے تباہ و برباد کر دیا اس وجہ سے کہ وہ موجِ ہستی مشابہ ہے بوریا سے لہذا اسد کو بھی فقیر کہہ سکتے ہین مگر موجِ ہستی کا اس طرح پھونکنا پتہ دیتا ہے کہ اس مین نوجوانی کی شرارت باقی ہے شرارت اور پھونکنے مین بوجہ شرار ایک مناسبت لفظی و معنوی موجود ہے نوجوانی کی شرارت سوزِ عشق ہے

بجز دیوانگی ہوتا نہ انجام خود آرائی — اگر پیدا نہ کرتا آئینہ زنجیر جوہر کی

خود آرائی کا انجام دیوانگی ہوتا ہی مگر آئینہ نے جوہر سے ایک زنجیر تیار کر رکھی ہی جو اس جنون اور اس وحشت کی روک تھام کئے ہوے ہے۔

غرورِ لطفِ ساقی نشۂ بیباکی مستان — نمِ دامانِ عصیان ہے طراوت موجِ کوثر کی

لطفِ ساقی کے غرور نے مستون پر بیباکی کا ایک نشہ چڑھا دیا ہے اور ان کو بیباک بنا دیا ہے اب حالت یہ ہی کہ وہ طراوتِ موجِ کوثر کو صرف دامانِ عصیان کی نمی سمجھتے ہین یعنی کوثر کوئی چیز ہی نہین ہے ان کے دامانِ تر کی نمی ہے یہ غرور اور یہ سمجھنا نتیجہ ہے ساقی کے لطف کا۔ ایسا ہی یہ شعر میر درد کا ہی ؎

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

مرا دل مانگتے ہیں عاریت اہلِ ہوس شاید یہ جانا چاہتے ہیں آج دعوت میں سمندر کی

اہلِ ہوس عاریتاً مجھ سے میرے دل کی تمنا رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ منگا ہوا اپنا دل میں اُن کو دیدوں تو وہ سمندر کی دعوت میں ہو آئیں۔ سمندر اگر یہاں اُس کیڑے سے مراد ہے جسے بتایا جاتا ہے کہ آگ میں پیدا ہوتا ہے تو دل کی ضرورت بہ لحاظ اس کی سوزناکی کے ہے اور اگر سمندر سے مراد دریا ہے تو دریا دلی کی وجہ سے دل کی ضرورت ہے مگر پہلا خیال زیادہ قرینِ قیاس اور درست ہے۔

اسدؔ خرابِ تجنیدن دریا خضر کو کیا تھا ڈبوتا چشمۂ حیواں میں گر کشتی سکندر کی

اے اسد سوائے اس کے کہ دریا کا تھوڑا سا پانی خرچ ہو جاتا اور خضر کا کیا بگڑتا اگر سکندر کی کشتی چشمۂ حیوان میں ڈبو دیتا یعنی جب کشتی ہی ڈوبنا تھی تو آبِ حیوان میں کشتی ڈبوتا۔ یہاں بھی لفظ کشتی میں ایک ایہامی لطف ہے۔

ہوا ہے مانع عاشق نوازی نازِ خود بینی تکلف برطرف آئینۂ تمیز حائل ہے

معشوق کی خودی اور خود بینی کا ناز عاشق نوازی کا مانع ہو گیا ہے اور آئینۂ تمیز درمیان میں حائل ہے یعنی اس کا یہ سمجھ لینا کہ یہ عاشق ہے اور اس سے ناز پیدا ہونا ایک آئینہ حائل کا کام دے رہا ہے۔

بہ سیلِ اشک لختِ دل ہے دامن گیر مژگاں کا غریقِ بحر جویائے خس و خاشاکِ ساحل ہے

آنسوؤں کی سیل میں جو دل کے ٹکڑے بہے ہوئے چلے آتے ہیں وہ پلکوں کا دامن پکڑتے ہیں۔ گویا کہ ڈوبنے والے تنکے کا سہارا ڈھونڈ رہے ہیں۔

ہوا ہے یان ہے کہ اشکوں میں غبارِ کلفتِ خاطر کہ چشمِ تر میں ہر اک پارۂ دل پائے در گل ہے

اشکون کے ساتھ اس قدر میرے دل کا غبار کلفت نکلا ہی کہ میری آنکھ سے ہر ایک وہ
دل کا ٹکڑا جو رونے مین آنکھون تک آیا ہے کیچڑ بن پھنسا ہوا ہے یعنی ادہر غبار
کلفت اور ادہر آب اشک یہ دونون مل کر خاصی کیچڑ ہوگئی ہی۔

نکلتی ہی تپش مین بسملونکی برق کی شوخی — غرض اب تک خیال گرمی رفتار قاتل ہی

برق کی شوخی جو بانکلتی ہی وہ بسملون کی تپش کے انداز مین نکلتی ہی معلوم ہوتا ہی
کہ اس وقت تک بسملون کو گرمی رفتار قاتل کا خیال لگا ہوا ہی

رنگ نے گل سے دم عرض پریشانی بزم — برگ گل ریزہ مینا کی نشانی مانگے

حال پریشانی بزم کے اظہار کے وقت رنگ نے پہولون سے انکی پتیان مانگ لین
تاکہ اس سے شیشے کے ان ٹکڑون کا جو محفل مین ٹوٹنے کے بعد پڑے رہ جاتے ہین
نقشہ کھینچکر اہل محفل کو دکہائے۔ رنگ سے مراد رنگ گل یعنی گل جو پہولون کی پتیون
پر ہی وہ یہ پتیان لیکر ان ٹوٹے ہوئے مینا سے کے ٹکڑون کی تصویر دکہا رہا ہے
جو پریشانی بزم عشرت کے وقت بزم مین پائے جاتے ہین۔

آمد خط سے نہ کر خندۂ شیرین کہ مباد — چشم مور آئینۂ دل نگرانی مانگے

آمد خط کی وجہ سے خندۂ شیرین نہ کر کہین ایسا نہو کہ چشم مور بھی آئینہ دل نگرانی طلب
کرنے لگے یعنی خط کے حسن پر تیرا خوش ہونا اس بات کا خوف دلاتا ہی کہ چشم مور بھی جو
کسی قابل نہین آئینہ دل نگرانی کیلئے طلب کرے چشم مور سے مراد ہی سبزۂ خط ہی۔

ہون گرفتار کمین گاہ تغافل کہ جہان — خواب صیاد سے پرواز گرانی مانگے

مین اس کمین گاہ تغافل مین جاکر گرفتار ہوا ہون جہان پرواز خواب صیاد
سے گرانی مانگ کر آرام یا ماندگی کی تمنا مین رہتا ہی پھر اس کمین گاہ کی سختی کی حا
ہی پوچھنا بیکار ہے جہان پرواز بھی آرام کا متدعی اور طلبگار ہی

وحشت شور تماشا ہی کہ جون نکہت گل — نمک زخم جگر بال فشانی مانگے

شور تماشا کی وہ وحشت ہی کہ زخم سے جو گل کی طرح ہی نمک زخم نکہت گل کی مانند اڑتا جاتا ہے۔

وہ تپ عشق تمنا ہی کہ جون رشتۂ شمع   شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

مجھے اس تپ عشق کی خواہش ہی کہ جس مین یہ خاصیت ہو کہ شعلۂ غم نبض جگر تک ریشہ دوانی کرتا چلا جاے جیسے کہ رشتۂ شمع کے سوز کی ریشہ دوانی اس کی انتہا تک ہوا کرتی ہے۔

گر ملے حضرت بیدل کا خط لوح مزار   اسد آئینۂ پرواز معانی مانگے

اگر حضرت بیدل کا لوح مزار کہین مل جاے تو اسد اسی سے آرایش معانی کے لئے آئینہ مانگے یعنی اسی سے اکتساب فیض کرے۔

سرور نشۂ گردش اگر کیفیت افزا ہو   یہان ہر گردباد دشت مین جام سفالی ہے

اگر نشۂ گردش کا سرور کوئی کیفیت پیدا کرے تو پھر جنگل کے ہر بگولے مین ایک جام سفالی نظر آے کیونکہ وہ بھی ہر وقت گردش مین ہی۔ مطلب یہ ہی کہ گردش کے لطف کو جو کہ تو نے نہین سمجھا اس لئے اس کے سرور سے واقف نہین۔

عروج نشہ ہی سر تا قدم قد چمن آرایان   بجائے خود وگرنہ سرو بھی مینائے خالی ہی

اصل یہ ہی کہ معشوقون کا قد سر سے پاؤن تک عروج نشۂ مے کی کیفیت پیدا کرتا ہی اور اسی سے اس کو عروج نشۂ مے کا لطف حاصل ہوتا ہی۔ ورنہ اگر قد ہی پر صرف دلکشی اور لطافت کو منحصر کہا جاے تو ہر سرو بھی ایک مینائے خالی معلوم ہوتا ہی بات ہی کیا ہی صرف یہ فرق باعث دل کشی و بالیدگی انبساط ہے۔

ہوا آئینہ جام بادہ عکس روے گلگون سے   نشان خال رخ داغ شراب پرتگالی ہی

میرے محبوب کے عکس رخ سے آئینہ جام بادہ بن گیا کیونکہ وہ گلگون تہا اور شراب بھی

گلگون ہوتی ہو تو اس عکس کے پڑنے سے یہ معلوم ہوا کہ شیشہ میں شراب بھری ہوئی ہو اور اس کے خال رُخ کے عکس سے یہ گمان گزرتا ہو کہ پیالہ میں شراب پرتگالی کا داغ لگا ہوا ہے۔

بہ پاے خامۂ مو طے رہ وصف کمر کیجیے　　　　کہ تار جادہ سر منزل نازک خیالی ہے

چاہیے کہ محبوب کے وصف کمر کی راہ کو موقلم کے پاؤں سے طے کریں کیونکہ اس کی کمر سر منزل نازک خیالی کا ایک جادہ ہے لہذا بغیر پاے خامۂ مو کے طے ہونا محال ہے۔

اسد اٹھنا قیامت قامتوں کا وقت آرائش　　　　لباس نظم میں بالیدن مضمون عالی ہے

اے اسد جب یہ محبوبان قیامت قامت آرائش کے وقت کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ کوئی مضمون عالی نظم کے سانچے میں ڈھل کر بڑھ گیا اور بلند سے بلند تر ہو گیا ہے۔

بہشتی ہو اہل خاک کو ابر بہاری سے　　　　زمین جوش طرب سے جام لبریز سفالی ہے

اہل زمین کالی گھٹائیں دیکھ دیکھ کر بہشت ہو رہے ہیں اور زمین خوشی اور مسرت کے جوش کی وجہ سے بھرا ہوا سفالی جام معلوم ہوتی ہے۔

اسد مت رکھ تعجب خرد ماغی ہاے منعم کا　　　　کہ نامرد بھی شیر افگن میدان قالی ہے

اے اسد اگر دولت مند کچھ خرد ماغ واقع ہوا ہو تو اس سے تعجب نہ کر تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ نامرد قالین کے میدان کا شیر افگن ہے لہذا اس کو بھی خرد ماغ ہونا چاہیے۔ قالین پر شیر وغیرہ کی تصویریں ہوتی ہیں اور منعم قالین پر بیٹھا ہوا ہے اسلیئے اسکو شیر افگن قالین

نشہ ہو بے چمن دود چراغ کشتہ ہے　　　　جام داغ شعلہ اندود چراغ کشتہ ہے

نشہ ہو اور چمن باغ نہ ہو تو وہ نشہ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ جیسے بجھے ہوئے چراغ کا دھواں ہوتا ہو اور اس صورت میں جام ایک داغ معلوم ہوتا ہو کہ جس کو شعلہ سے زراندا

کر دیا ہے۔

داغِ ہمدیگر ہیں اہلِ باغ گر گل ہو شہید — لالہ چشمِ حسرت آلودِ چراغِ کشتہ ہے

اہل باغ ایک دوسرے سے رشک کرتے ہیں اور یہ حالت ہے کہ اگر خونیں کفن گل شہید ہو تو لالہ اس چراغ کی جس کو بجھا دیا ہو چشم حسرت آلود معلوم ہو۔

شور ہے کس بزم کے عرضِ جراحت خانہ کا — صبح یک زخمِ نمک سودِ چراغِ کشتہ ہے

نہ معلوم یہ کس بزم کے جراحت خانہ کے ظاہر کرنے اور پیش کرنے کی زمانہ میں دھوم مچی ہوئی ہے کہ صبح بھی ایک زخم نمک سود معلوم ہوتی ہے اور یہ زخم اس چراغ کا ہے جس کو کشتہ کر دیا گیا ہے بہ لحاظ چاک کے صبح کو زخم سے اور بہ لحاظ سفیدی کے زخم نمک سود سے تشبیہ دی گئی ہے۔

نامرادِ جلوہ ہر حالت میں حسرت گل کرے — لالۂ داغِ شعلہ فرسود چراغِ کشتہ ہے

وہ شخص کہ دیدِ جلوہ سے محروم اور نامراد رہا اس سے ہر صورت اور ہر حالت میں حسرتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ چراغ کشتہ جو حالت محرومی جلوہ میں شہید کر دیا گیا اپنے داغ شعلہ فشاں کا لالہ کے بھیس میں اظہار کر رہا ہے۔ اس شعر میں گل کرنا ظاہر کرنے کے معنی میں آیا ہے اور یہ صرف تناسب الفاظ کے لئے ہے۔

ہو جہاں تیرا دماغِ ناز مستِ بیخودی — خوابِ نازِ گلرخاں دودِ چراغِ کشتہ ہے

جس جگہ کہ تیرا دماغ ناز بیخودی سے مست ہو یعنی جہاں تو مست ہو کہ بیخود ہو وہاں معشوقوں کا خواب ناز بھی بے قدر اور بے کیف ہو جائے گا۔ اور وہ خواب اس چراغ کا دھواں بن کر رہ جائے گا جو بجھنے کے بعد پریشان ہو جاتا ہے یعنی تجھے اس حالت میں دیکھنے کے بعد ان کا خواب خواب پریشان کی صورت اختیار کرے گا۔ اور ان کے آرام کی صورت بھی بدل جائے گی۔

ہے دلِ افسردہ داغِ شوخیٔ مطلب سے — شعلۂ آخر فالِ مقصود چراغِ کشتہ ہے

اے اسد میرا بجھا ہوا دل شوخی مقصد کی وجہ سے داغ ہو کر رہ گیا ہے اور شعلہ حصول مقصود کے لئے گویا ایک فال بد ہے جس سے بدانجامی کا اظہار ہو رہا ہے آخر میں نے شعلہ کو بھی دیکھا کہ وہ مقصد چراغ کے لئے ایک فال بد تھا جس کا انجام چراغ کا کشتہ ہو جانا ہوا۔ ایسا ہی کچھ میرے حق میں بھی ہونے والا ہے۔ کیونکہ فال ویسی ہی ہے۔

ہنگامِ تصور ہوں دریوزہ گرِ بوسہ — یہ کاسۂ زانو بھی اک جامِ گدائی ہے

میں تصور محبوب کے وقت جو سر زانو بیٹھا ہوں تو گویا بوسہ کی بھیک مانگ رہا ہوں اور یہ کاسۂ زانو میرے لئے بھیک مانگنے کا پیالہ ہے۔ چونکہ زانو پر سر جھکا کر بوسہ محبوب کا خیال ہے اس لئے کاسۂ زانو کاسۂ گدائی ہے۔

وہ دیکھ کے حسن اپنا مغرور ہوا غالب — صد جلوۂ آئینہ ایک صبحِ جدائی ہے

صبح جدائی سو آئینوں کا ایک آئینہ ہے۔ اسی آئینہ میں میرے محبوب نے اپنا حسن دلکش دیکھا۔ جس سے وہ مغرور ہو گیا اور مجھ سے ملنے کے لئے اس کے دل میں انکار پیدا ہوا صبح جدائی سے وہ صبح بھی مراد ہو سکتی ہے جو شام وصل کے بعد نمودار ہو یعنی اس نے اس میں اپنا حسن دیکھا اور مجھ سے جدا ہوا۔

یوں بعد ضبطِ اشک پھروں گرد یار کے — پانی پیے کسو پہ کوئی جیسے وار کے

اشک آنکھوں میں بھرے ہیں اور محبوب کے گرد پھر رہے ہیں گویا کہ محبوب پر وار وار کر پانی پی رہے ہیں۔ یہ ایک رسم ہے کہ مریض پر یا کسی عزیز پر وار کر پانی پی لیتے ہیں آب اشک کو پانی اور چشم پر آب کو جام سے تشبیہ دینا مسلمات سے ہے۔

بعد از وداعِ یار بخوں در طپیدہ ہیں — نقشِ قدم ہیں ہم کفِ پائے نگار کے

وداع یار کے بعد ہم خون میں لوٹ رہے ہیں اور ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ اس کے مہندی لگے ہوئے پاؤں کے نقش قدم ہیں۔ چونکہ نقش قدم بھی خاک پر لوٹتا ہے۔

اسی افتادگی کی وجہ سے خود کو نقش قدم کہا اور چونکہ خون مین لوٹ رہے ہین اس لئے حنائی پاؤن کا نشان بتایا گیا۔

ظاہر ہے ہم سے کلفت بخت سیاہ روز گویا کہ تختہ مشق ہین خط غبار کے

ہم کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ بخت سیاہ کی تکلیف کس درجہ پر ہوتی ہے اور کتنی ہوتی ہے اس مصیبت کا اظہار تما تر ہمین سے ہوتا ہے گویا کہ ہم زمانہ تکے لئے خط غبار کی لوح مشق ہین (غبار سے مراد تکالیف زمانہ) اور خط غبار ایک خط بھی ہے چونکہ اس لفظ مین ایہام ہے لہذا بنظر تناسب اس کو یہان صرف کیا گیا۔

حسرت سے دیکھ رہے ہین ہم آب و رنگ گل مانند شبنم اشک ہین مژگان خار کے

پھولون کی آب و تاب کا دور سے نظارہ کر کے حسرتین کر رہے ہین گویا کہ ہم بے بس مژگان خار کے اشک ہین۔ ع

مین ہون وہ قطرۂ شبنم جو ہو خار بیابان پر

ہم مشق فکر وصل و غم ہجر سے اسد لائق نہین رہے ہین غم روزگار کے

غم فراق اور فکر وصل بس یہی دو کام ہین جو ہمارے لئے مخصوص ہو گئے ہین اور کوئی کام ہم سے نہین ہو سکتا۔ زمانہ کے دوسرے غم اٹھانے کی نہ ہم کو مہلت ہے نہ ضرورت ہے۔ نہ قدرت ہے ۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

نقص ظاہری رنگ کمال طبع نہان ہے کہ مدعا دل زبان لال زندان ہے

نقص ظاہری مین طبیعت کے کمال کا رنگ پوشیدہ ہے کیونکہ مدعاے دل نکلنے نہین پاتا اور وہ دل ہی مین رہ جاتا ہے۔ گویا کہ زبان گنگ ایک قیدخانہ ہے جو کمال طبع کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور اس کو برباد نہین ہونے دیتا۔

خموشی خانہ زادِ چشمِ بے پروا نگاہاں ہے غبارِ سرمہ یاں گردِ سوادِ سنبلستاں ہے

خاموشی گویا کہ ان بے پروا نگاہ معشوقوں کی غلام خانہ زاد ہے اور غبار سرمہ سواد سنبلستان کی گرد معلوم ہوتا ہے - غبار سرمہ سے مراد وہی خاموشی ہے - سواد سنبلستان میں معشوق سنبلستان خط رخسار - چونکہ سواد سرمہ یعنی خموشی کا تعلق دہن محبوب سے ہے اور دہن ابرو سے قریب ہے اسواسطے اس خاموشی کو گرد سواد سنبلستان کہا گیا یا یہ کہ چشم کو چونکہ سخنگو بھی کہا گیا ہے مگر جو معشوق کہ اپنے عجب اور بے پروائی کی وجہ سے نگاہ بھی نہیں کرتے اُن کی آنکھ گویا خاموش ہے - اور غبار سرمہ جس کا آنکھ سے تعلق ہے وہ گویا گرد سواد سنبلستان ہے -

زبس وحشی رمِ آہو پہ ہے محمل تمنا کا جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

چونکہ تمنا کی محمل یعنی تمنا کی آرام گاہ رم آہو کے دوش پر ہے یعنی حالت رمیدگی میں ہے اس واسطے قیس کے جنون سے بھی شوخی لیلے کا اظہار ہوتا ہے لیلی میں بذات خود رمیدگی ہے اور مجنون کی تمنا دوش رمیدگی پر ہے اس واسطے دونوں میں یکسانیت ہے -

نقابِ یار ہے غفلت نگاہی اہل بینش کی فرو پوشیدنی ہا پردۂ تصویر عریاں ہے

اہل بینش کی غفلت نگاہی نے یار کے چہرے پر نقاب ڈالدیا ہے اور اُن کا آنکھیں بند کر لینا اس تصویر عریاں کا پردہ بن گیا ہے حاصل یہ ہے کہ اس کا جلوہ ہر جگہ موجود ہے مگر اس واسطے نہیں دکھائی دیتا کہ ہم لوگ خود غافل ہیں اور ہماری غفلت اُسکے جلوہ کا پردہ بنی ہوئی ہے -

اسدؔ بندِ قبائے یار ہے فردوس کا غنچہ اگر وا ہو تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

اے اسد بند قبائے یار یعنی ہمارے ناز سے غنچہ باغ فردوس ہے اگر وہ کھل جائے تو میں لوگوں کو دکھا دوں کہ گلستان ہی گلستان کا عالم نظر آئے -

ز طپش غنچہ دل در پردہ جوشِ ظہور آخر گل و نرگس بہ جام آئینہ دار قلم گرداں ہے

جوشِ ظہور کے پردے میں دل بے قدر رہا اور باوجود ظاہر ہونے کے اس کو کسی نے نہ دیکھا گویا کل موجود ہو کر نرگس اس کو دیکھ نہیں سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے اندھوں کی ولایت میں آئینہ کو بذاتِ خود آئینہ سمجھتی ہے مگر اندھوں میں کوئی اس کا پوچھنے والا نہیں ہوا اور وہ بے قدر رہی۔ جوشِ ظہور سے زیادہ کہاں دنیا ہو سکتی ہے۔

تکلف سازِ رسوائی ہے غافل شرمِ رعنائی — دلِ خوں گشتہ در دستِ حنا آلودہ عریاں ہے

اے غافل رعنائی کو شرم کرنا چاہیئے کہ اس کا تکلف سامانِ رسوائی پیدا کر رہا ہے تکلف میں تو مہندی لگاتا ہے اور وہ مہندی پھر اظہار کر رہا ہے کہ تو نے دل کا خون بہایا ہے اور دنیا اس کو دیکھ رہی ہے۔ حنا آلودگی حالتِ خوں شدگی دل کو عریاں کر کے تجھے رسوا کر رہی ہے

تکلف برطرف خوابِ زلیخا جمع کر ورنہ — پریشاں خمِ آغوشِ وداعِ یوسفستاں ہے

تکلف کو چھوڑ اور ایک خواب زلیخا کے خواب کی طرح حاصل کر ورنہ اصل بات یہ کہ خواب پریشان یوسف کے وداع کا آغوش ہو جائے گا۔ پریشانی کو کشادگی سے تعبیر کر کے آغوشِ وداع جو کشادہ ہوتی ہے قرار دیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دل جمعی حاصل کر ورنہ یوسفِ مقصود کا پانا محال ہے۔

اسد جمعیتِ دل درکنارِ بیخودی خوشتر — دو عالم آگہی سامانِ یک خوابِ پریشاں ہے

اے اسد تمام جمعیتِ دل بیخودی کی گود میں اچھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ زمانہ بھر کی آگاہی اور ہوشیاری ایک خوابِ پریشان کے واسطے پیدا ہوتی ہے۔

عاشق نقابِ جلوۂ جانانہ چاہیئے — فانوسِ شمع کو پرِ پروانہ چاہیئے

عاشق کو جلوۂ محبوب کا نقاب ہونا چاہیئے اور اپنے معشوق کے جلوہ پر اس طرح چھا جانا چاہیئے جس طرح کہ جہاں شمع ہو وہاں پروانوں کے پر سے فانوس بنانا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

پیدا کریں دماغ تماشائے سرو گل — حسرت کشوں کو ساغر و مینا نہ چاہیے

حسرت کشوں کو ساغر و مینا کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی حسرت نہ کرنا چاہیے بلکہ سرو و گل کے دیکھنے کے لئے جگر پیدا کریں اس واسطے کہ خود سرو بجائے مینا کے اور گل بجائے ساغر کے ہے اور یہی ان کی سرور کا باعث ہو جاوینگے۔

دیوانگاں ہیں حامل راز نہان عشق — اے بے تمیز گنج کو ویرانہ چاہیے

عشق کے راز اور رموز پوشیدہ کے حامل دیوانے ہیں اور کیوں نہ ہوں اس واسطے کہ خزانہ ہمیشہ ویرانوں میں دفن کیا جاتا ہے دیوانے بمنزلہ ویرانے کے ہیں اور راز نہان عشق بمقابلے خزانے کے ہیں۔

ساقی بہار موسم گل ہے سرور بخش — پیماں سے ہم گزر گئے پیمانہ چاہیے

اے ساقی موسم گل کی بہار سرور افزا ہے اگرچہ ہم نے ترک شراب نوشی کا عہد کر لیا تھا مگر اب ہم کو پیمان کی ضرورت نہیں ہم پیمانہ چاہتے ہیں۔

ہاتھ پر گر ہاتھ مارے یار وقت قہقہہ — کرمک شب تاب آسا مہ پر افشانی کرے

اگر میرا دوست قہقہہ مار کر ہاتھ پر ہاتھ مارے جیسا کہ دستور ہے کہ قہقہہ کی ہنسی ہنس کر ہاتھ پر ہاتھ مارا کرتے ہیں تو اس کے اثر سے چاند کرم شب تاب کی طرح پر افشانی کرنے لگے اور تڑپ کی صورت اس میں پیدا ہو جائے۔

وقت اس افتادہ کا خوش جو قناعت سے اسد — نقش پائے مور کو تخت سلیمانی کرے

وقت اس افتادہ کا خوش - قناعت کے محاورے کا ترجمہ ہے جیسے عرفی ایک شعر میں کہتا ہے کہ سہ

وقت عرفی خوش کہ [illegible]
بر در [illegible]

اُر دو مین کہین گے اے اسدؔ وہ شخص بڑا اچھا جو قناعت کر کے ایک جگہ پڑ رہے اور نقش پاے مور کو تخت سلیمان سمجھے نقش پاے مور بوجہ افتادگی زبین سے کہا گیا ہے۔

ہے صریر خامہ ریزشہاے استقبال ناز نامہ خود پیغام کو بال پر پرواز ہے

صریر خامہ (وہ آواز جو لکھنے کے وقت قلم سے نکلتی ہے) صریر خامہ نہین ہے بلکہ استقبال ناز کی ایک ریزش اور بارش ہے یعنی ناز خود پیغام کا استقبال کرتا ہے اس طرح سے گویا نامہ خود پیغام کے لئے پر پرواز بن جاتا ہے۔ نامہ کی تشبیہ بوجہ اُس بسط اور کشادگی کے پر پرواز سے دی گئی جو اس مین موجود ہے۔

سر نوشت اضطراب انجامی الفت نپوچھ نال خامہ خار دپیراہن آغاز ہے

نہ پوچھ کہ محبت والفت کی سر نوشت مین آخر آخر مین کس قدر اضطراب بیقراری لکھی ہوئی ہے گویا کہ نال خامہ وہ سوت جو قلم کے جوف سے قلم بناتے وقت نکلتا ہے وہی نال خامہ یا خود نے خامہ پیراہن آغاز محبت کے لئے کانٹے کا کام دیتا ہے یعنی تقدیر محبت لکھتے ہوے قلم کا سوت یا خود قلم آغاز محبت کے لئے کانٹے ہین جو سینے قرار کرتے ہین۔

شوخی اظہار کو جز وحشت مجنون اسدؔ بسکہ لیلاے سخن محمل نشین راز ہے

مجنون کی وحشت کے سوا کوئی اس کی شوخی کا اظہار نہین کر سکتا کیونکہ لیلاے سخن راز کے محمل مین پوشیدہ ہے لہذا پہلے مجنون کی سی وحشت پیدا کی جاے تب اس شوخی کا اظہار ہو سکتا ہے۔

خواب جمعیت مخمل ہے پریشان مجھ سے رگ بستر کو ملی شوخی مژگان مجھ سے

خواب مخمل سے مراد ہے مخمل کا یکسان اور ہموار ہونا یہ بھی بالکل خواب سبزہ کی طرح ہے کہ سبزہ کے گرنے ہموار ہونے اور کو سبزہ خوابیدہ کہتے ہین۔ کہتے ہین کہ بستر مخمل میری وجہ سے پریشان ہے اور رگ بستر کو مین نے شوخی مژگان عنایت کر دی ہے گویا کہ ہر ایک ریشہ مخمل

ایک نشتر مژگان ہوگیا ہے جو بے خوابی کی وجہ سے باز ہے چونکہ برابر شب ہجر میں نے کروٹیں بدلی ہیں اور پریشان رہا ہوں لہذا مخمل کی بھی بنیند آڑ گئی ۔ اور رگ بستر مژگان وا ماندہ ہوگئی ۔ ایسا ہی شعر ہے جو مرزا معز فطرت نے کہا ہے ؎

زبس دادم بکف سر رشتۂ آشفتہ حالی را
رگ خواب پریشان کردہ ام خوابِ نہالی را

کنج تاریک و کمین گیریٔ اختر شمری ۔ عینکِ چشم بنا روزنِ زندان مجھ سے

میں قید ہوں اور زندان کے ایک تاریک گوشہ میں روزن دیوار زندان سے شب فراق کے تارے گن رہا ہوں گویا کہ روزن زندان کو میں نے عینک چشم بنا دیا ہے ۔

اے تسلی ہوس وعدہ فریب افسون ہے ۔ ورنہ کیا ہو نہ سکے نالہ بہ ساماں مجھ سے

اے میری تسلی دل چونکہ مجھے اپنے محبوب سے ابھی وعدہ کی ہوس ہے بس وہی فریب وعدہ میرے واسطے افسون بنا ہوا ہے اور میں خاموش ہوں ورنہ کیا مجھ سے ایک ایسا نالہ نہیں ہو سکتا جو تمام ترسامان میرے واسطے مہیا کر دے ۔

بستن عہد محبت ہمہ نادانی تھا ۔ چشم نکشودہ رہا عقدۂ پیمان مجھ سے

عہد محبت کا باندھنا سراسر میری نادانی پر مبنی تھا اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا بلکہ وہ گرہ جو پیمان محبت کے وقت باندھی گئی تھی وہ ایک چشم ناکشودہ ہو کر رہی یعنی یار مجھے آنکھ کھول کر بھی نہ دیکھا اور پیمان ثابت ہوئی ۔

اے اسد وحشت بیدل تھا ۔ جلوہ [illegible] ۔ [illegible] دامان مجھ سے

اے اسد مجھ [illegible] کی [illegible] کہ [illegible] ایسا ہوگیا بے تعلقی کی قدرت پیدا ہو جا [illegible] اپنے مقصد کو پہونچنگی نہیں جانتا ہوں کہ [illegible] قدرت پیدا ہو [illegible] ہو جائے ۔

نگہ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد — ہے چراغان خس و خاشاک گلستان مجھ سے

اے اسد میری نگاہ گرم سے آگ برس رہی ہے اور میری وجہ سے تمام خس و خاشاک
پر جنگل میں چراغان معلوم ہوتا ہے یعنی جدھر نگاہ گرم سے دیکھتا ہوں آگ لگ جاتی ہے

زلف سے شب درمیاں دادن نہیں ممکن دریغ — ورنہ صد محشر بہ رہن صافی رخسار ہے

زلف کو ایک رات فرض کیا اور رخسار کو صبح محشر کہا اسی بنا پر شعر کے یہ معنی ہیں
کہ زلف کی رات گزارنا اور اس رات کو چھوڑ جانا ممکن نہیں ہے ورنہ اس کے رخسار
کی صفائی میں سیکڑوں محشر رہن اور پوشیدہ ہیں۔

دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ رات گزرنے کے بعد دن آتا ہے اور دن گزرنے کے بعد
رات آتی ہے لہذا کہتے ہیں کہ افسوس ہے تو اتنا ہے کہ ہم اپنے محبوب کی زلف کی رات
کو ہر محشر کے دن کے درمیان میں نہیں ڈال سکتے کہ دن گزرے اور فوراً یہ رات
آجائے ورنہ اس کی صفائی رخسار سے سیکڑوں قیامتیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ ایک
حشر گزرا اور یہ شب زلف درمیان میں آ گئی پھر روز حشر صفائی رخسار گزرا پھر شب
زلف درمیان میں آ گئی ۔ اسی طرح صد محشر پیدا ہو سکتے ہیں۔

در خیال آباد سودائے سر مژگان دوست — صد رگ جاں جادہ آسا وقف نشتر زار ہے

گویا مژگان دوست کا سودا اور خیال ایک شہر ہے جس کا نام خیال آباد ہے
اس میں راستے اور سڑکیں رگ جان کی بنی ہیں جہاں نشتر زار ہی نشتر زار ہیں
مطلب یہ ہے کہ خیال مژگان دوست میں رگ جان میں سیکڑوں نشتر زار چھپے
ہوئے ہیں۔

بسکہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر — گرد صحرائے حرم تا کوچہ زنار ہے

چونکہ ویرانی کی وجہ سے کفر اور دین سب کے سب زیر و زبر ہو گئے ہیں
تو آج یہ حالت ہے کہ صحرائے حرم کی گرد زنار کے کوچہ تک پائی جاتی ہے مطلب

یہ ہی کہ زمانہ کے انقلاب نے اس قدر ابتری پھیلائی کہ آج کفر و اسلام یکسان ہو کر رہ گئے ہین۔

اے سر شوریدہ ناز عشق و پاس آبرو　　یک طرف سودا و یک سو منت دستار ہی

اے سر شوریدہ ادہر تو عشق کا ناز ہی اور ادہر حفظ آبرو کا خیال ہی یہ تو بالکل ہی بات ہوئی کیا ایک طرف تو پگڑی بچانے کی فکر ہے اور ایک طرف سر مین سودا بھی رکھنا ہی۔

غالب　　سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا

وصل مین دل انتظار طرفہ رکھتا ہی مگر　　فتنہ تاراج تمنا کے لئے درکار ہے

دل کو وصل محبوب مین بھی ایک انتظار ہی اور یہ انتظار کچھ عجیب انتظار ہی ظاہرا اسوقت تو کسی انتظار کی ضرورت ہی نہین بس ہو تو یہی ہو کہ تاراج تمنا کے لئے کسی فتنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

خانمان ہا پائمال شوخی دعوی اسد　　سایۂ دیوار سیلاب در و دیوار ہے

اے اسد بہت سے گھر ہین جنھین شوخی دعوی نے پامال کر دیا ہی یہ سمجھ لے کہ سایۂ دیوار اس بارہ مین در و دیوار کے لئے سیلاب کے مانند ہی جو اُس کو تباہ و برباد کر دیتا ہی

محبت طرز پیوند نہال دوستی جانے　　دویدن ریشہ سان مفت رگ خواب زلیخا ہی

محبت نہال دوستی کا طریق پیوند جانتی ہی یعنی محبت ایک ایسی چیز ہی جو نہال دوستی کی پیوند کا طریقہ جانتی ہی۔ خواب زلیخا کے لئے دوڑنا اور ریشہ دوانی کرنا بالکل آسان ہی یعنی رگ خواب زلیخا کا اثر یوسف تک پہونچتا ہے۔

نشاط دیدہ بینا ہی کو خواب چہ بیداری　　بہم آوردہ مژگان بوسہ روے تماشا ہی

یعنی خواب ہو یا بیداری ہو چشم بینا کے لئے دونون ایک ہین اور وہ دونون سے نشاط حاصل کرتی ہو گویا اگر چشم حقیقت بین بند ہوتی ہے تو اس بند ہونے مین اسکی پلکون کا ملنا روے تماشہ کا بوسہ لینا ہے مژگان کے ملنے کو بوسۂ روے تماشہ اسلئے کہا گیا کہ اس مین بھی منہ اور رخسار ملتے ہین۔

نگہ معمار حسرت ہا چہ آبادی چہ ویرانی — کہ مژگان جس طرف وا ہو بکف داماں صحرا ہے

میری نگہ شوق حسرتون کی معمار ہے یعنی برابر حسرتون کی عمارتین بناتی چلی جاتی ہے خواہ وہ آبادی ہو خواہ ویرانی ہو۔ کچھ بھی ہو اور حالت یہ ہے کہ جس طرف ہم نظر اٹھا کر دیکھتے ہین داماں صحرا ہی نظر آتا ہے جسے بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہے۔

نہ سوئے آبلون مین گر سرشک دیدۂ نم سے — بہ جولانگاہ نومیدی نگاہ عاجزان پا ہے

مصیبت یہ ہے کہ دیدۂ نم کے آنسو آبلے ہین جنکی وجہ سے نگاہ سو گئی ہے یعنی یہی آنسوؤن کا پانی نگاہ کو ساتھ لیکر آبلون مین آرام کر رہا ہے اگر ایسا نہو تو میدان نا امیدی مین عاجزون کی نگاہ پاؤن کا کام دیتی ہے۔ اور وہ اس میدان کی اسی پاؤن سے تک و دو کرتے رہتے ہین۔

بہ سختی ہاے قید زندگی معلوم آزادی — شرر بھی صید دام رشتۂ رگ ہاے خارا ہے

زندگی کی قید کی سختیون سے جیتے جی آزادی محال اور ناممکن ہے شرر کو دیکھئے کہ وہ رگ سنگ (وہ لکیرین جو پتھر مین ہوتی ہین) کے تاگون کے جال مین جکڑا ہوا ہے اور آزاد نہین ہو سکتا۔ اسی طرح کوئی شخص جیتے جی سختی کی قید سے آزادی نہین پا سکتا۔ ایک جگہ فلسفیانہ طریق سے کہتے ہین ؎

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پاے کیون

اسد یاس تمنا سے نہ رکھ امید آزادی — گداز آرزوہا آبیار آرزوہا ہے

اے اسد یہ نہ سمجھنا کہ تمناؤں سے مایوس ہونے کے بعد آزادی حاصل ہو جائیگی اور اب کوئی تمنا پیدا نہ ہو گی یہ سمجھ لے کہ یہ آرزوئیں جو گذار پا کر باقی ہوتی ہیں یہ آرزوئیں کی آبیاری کر رہی اور ان کو سینچ رہی ہیں لہذا جتنی مایوسی ہو گی اور زیادہ آرزوئیں پیدا ہوں گی۔

بہ ذوقِ شوخیِ اعضا تکلف بار بستر ہے معاف پیچ و تاب کشمکش ہر تار بستر ہے

شوخیِ اعضا کے ہوتے تکلف بستر کے لئے بار معلوم ہوتا ہے میرے بستر کے ہر تار سے لئے کشمکش اور پیچ و تاب معاف ہے یعنی میری تڑپ نے میرے ہر تار بستر کو کشمکش اور پیچ و تاب کے لئے مجاز کر دیا ہے۔

مژہ فرش رہ و دل ناتوان و آرزو مضطر بہ پائے خفتہ سیر وادی پرخار بستر ہے

حالت یہ ہے کہ پلکیں فرش راہ بنی ہوتی ہیں۔ دل ناتوان ہے اور پڑا ہوا ہے آرزو بیقرار ہے تو اس صورت میں میرا بستر میرے پائے خفتہ کے واسطے وادی پرخار ہے جس کی پائے خفتہ سے سیر کر رہا ہوں۔

ہو سکے کیا خاک دست و بازوئے فرہاد سے بیستون خواب گران خسرو پرویز ہے

بھلا اس صورت میں فرہاد کے دست و بازو سے کیا کام ہو سکتا ہے کہ خسرو پرویز شیرین کے ساتھ اپنی خواب گران میں مشغول ہے گویا کہ یہ بیستون پرویز کی نیند ہے جو پہاڑ کی صورت میں فرہاد کے سامنے ہے ایسی حالت میں اس کے ہاتھ پاؤں کیا کام کر سکتے ہیں۔

ان ستم کشتوں کے کیا ہیں پیش بس تیر نگاہ پردہ بادام یک غربال حسرت خیز ہے

چونکہ ہم لاکھ معشوقوں کے پیکروں نیز ہزاروں تیر نگاہ کھائے ہیں تو اسی سے آج یہ کیفیت ہے کہ بادام کا پردہ یعنی چھلکا ایک حسرت خیز چھلنی بن کر رہ گیا ہے گویا بادام کے چھلکے کے سوراخ آنکھ ہیں جو تمنا ہوں کے تیر سے پیدا ہوئے ہیں۔

خونچکاں ہے جادہ مانندِ رگِ سودائیاں   سبزۂ صحرائے الفت نشترِ خونریز ہے

محبت کا جادۂ راہ سودائیوں کی رگ کی طرح خونچکاں ہو رہا ہے گویا صحرائے الفت کا سبزہ ایک خونریز نشتر ہے جو برابر خونچکانی کر رہا ہے یہاں محبت کی سختی راہ کا بیان مقصود ہے جو ایک تشبیہی صورت میں بیان ہوا ہے۔

عارضِ گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسد   جوششِ فصلِ بہاری اشتیاق انگیز ہے

فصلِ بہار کے رخسار یعنی اس کی رونق اور تر و تازگی دیکھ کر دوست کا پُر رونق چہرہ یاد آیا اصل یہ ہے کہ فصلِ بہار نہایت ہی جوش انگیز اور ولولہ خیز چیز ہے۔

ہے بہار تیز رو گلگونِ نکہت پہ سوار   یک شکستِ رنگِ گل صد جنبشِ مہمیز ہے

بہار نہایت تیزی کے ساتھ خوشبو کے گھوڑے پر سوار ہو کر چلی جا رہی ہے اور ایک شکستِ رنگِ گل سے سیکڑوں جنبشِ مہمیز کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ مہمیز کرنا گھوڑے پر ایڑ لگانے کو کہتے ہیں۔

شبنم آسا کو مجال سبحہ گردانی مجھے   ہے شعاعِ مہر زنارِ سلیمانی مجھے

سبحہ گردانی اور تسبیح پڑھنے کا شوق شبنم ہی کو مبارک رہے مجھے اس کی مجال نہیں ہے بلکہ شعاعِ آفتاب میرے لیے زنارِ سلیمانی ہے۔ زنارِ سلیمانی اُن خطوں کو کہتے ہیں جو مہروں پر باریک باریک لکیریں ہوا کرتی ہیں یعنی زنارِ سلیمانی ہی میرے واسطے شعاعِ آفتاب کا کام دے رہا ہے۔

بلبلِ تصویر ہوں بیتابِ اظہارِ تپش   جنبشِ نالِ قلم جوشِ پریشانی مجھے

میں بلبلِ تصویر ہوں کہ اپنے سوز و تپش کے ظاہر کرنے کے واسطے بیتاب ہوں قلم کی وہ جنبش جو میرے کھینچنے اور بنانے میں ہوتی ہے میرے لیے ایک

جوشِ پریشانی ہے یعنی اُسی سے میری پریشانی کا اظہار ہوتا ہے۔

وا کیا ہرگز نہ میرا عقدۂ تارِ نفس ۔ ناخنِ بُرّیدہ ہے تیغِ صفاہانی مجھے

میرے تارِ نفس کی گرہ اس سے کھل نہین سکی یعنی یہ میری زندگی کی گتھیان کو نہین سلجھا سکی اس لیے مین تیغ اصفہانی کو ایک ناخن بریدہ کی مانند سمجھتا ہون جو سراسر بیکار ہے

جو غزل ذیل مین لکھی جاتی ہے یہ غالب کی ایک ایسی غزل ہے جو بعض بعض پرچون مین خود انھین کے نام سے چھپ چکی ہے اور بعض بیاضون مین بھی انہین کے نام سے پائی جاتی ہے چنانچہ میرے پاس جو دو بیاضین قلمی قدیم موجود ہین اُن مین یہ غزل غالب ہی کے نام سے ہے مگر نہ مطبوعہ مروجہ دیوان مین اس کا کہین نام ونشان ہے اور نہ حمیدیہ نسخے مین اس کا کوئی پتہ چلتا ہے اور جہان تک میرا اندازہ ہے اسلیے یہ بھی مین نہین کہہ سکتا کہ یہ غزل غالب کے تخیل سے کوئی نسبت رکھتی ہے مگر مین کچھ بھی بغیر کسی قسم کی صحیح راے کے اظہار کے اور غزلون کے ساتھ اس کی بھی شرح کرنا مناسب سمجھتا ہون۔ اگرچہ بادی النظر مین اس کی شرح کی کوئی خاص ضرورت اور احتیاج نہین دیکھتا۔ مگر چونکہ میرا اصول شرح یہ رہا ہے کہ کسی شعر کو یہ کہکر نہ چھوڑا جاے کہ بالکل صاف شعر ہے اس واسطے اس کا لکھنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

بتائین ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے ۔ اسے ہم سانپ سمجھے اور اُسے من سانپ کا سمجھے

تم ہم سے پوچھتے ہو کہ تم ہمارے رخسار اور زلفون کو کیا سمجھتے ہو تو خیر لو بتاتے ہین۔ اسے یعنی زلف کو ہم سانپ سمجھے ہین اور اسکو یعنی عارض کو سانپ کا من سمجھے ہین اس شعر مین غیر مرتب لف و نشر کی ایک صورت پائی جاتی ہے۔

یہ کیا تشبیہ بیہودہ ہے کیون موذی سے نسبت دین ۔ ہما عارض کو اور کاکل کو ہم ظلِ ہما سمجھے

یہ چونکہ پہلے شعر مین عارض کو سانپ کے من سے اور کاکل کو سانپ سے تشبیہ

دے چکے ہیں لہٰذا ابا کر کے کہتے ہیں کہ استغفر اللہ یہ ہم نے کیا تشبیہ دی موذی سے تشبیہ دینا بری بات ہے۔ لہٰذا عارض ہما ہے اور کاکل ہما کا سایہ ہے ہما ایک مشہور مبارک فال جانور ہے جس کے سر پر اس کا سایہ پڑے اس کے لئے حکم لگایا جاتا ہے کہ وہ بہت نصیبہ ور رہے گا۔

غلط ہی گو کری تشبیہ تو ایک طائر ہما اسے برگِ سمن اور اسکو سنبل کی جٹا سمجھے

جیسا کہ پہلی تشبیہ کو معیوب قرار دیکر اس سے ابا کیا تھا اسی طرح اس تشبیہ سے بھی گریز کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ تو بد تمیزی ہوئی وہ ہما کیا کچھ بھی کیوں نہ ہو ایک جانور سے تشبیہ دینا معیوب ہے بلکہ اس کا رخسار برگِ سمن ہے اور اس کی زلف سنبل کی جٹا ہے۔

نباتاتِ زمین انکو کیا نسبت معاذ اللہ اسے برق اور اُسے ہم کالے ساون کی گھٹا سمجھے

جی نہ مانا اور یہ تشبیہ کہ رخسار چنبیلی کے پھول کی پتی اور زلف سنبل کی جٹا ہے بھی مرغوبِ طبع نہ ٹھہری تو مجبوراً یہ کہا کہ نہیں گھاس پھونس سے ایسی عمدہ چیزوں کو کیا نسبت دی جائے بلکہ اس کے رخسار اپنی درخشانی اور صفائی کی وجہ سے برق ہیں اور اس کی زلفیں ساون کی کالی گھٹا ہیں۔

گھٹا اور برق سے کیونکر گھٹا کر انکو نسبت دوں اسے ظلمات اُسے ہم چشمۂ آبِ بقا سمجھے

مگر گھٹا اور برق رتبہ میں ایسے کہاں ہیں ان سے نسبت دینا تو ان کے رتبہ کو کم کر دینا ہے بلکہ ہمارے نزدیک اس کی زلفیں ظلمات ہیں اور رخسار چشمۂ آبِ بقا ہیں۔

جو کہئے یہ فقط مقصود تھا خضر و سکندر سے یدِ بیضا اسے اور اسکو موسیٰ کا عصا سمجھے

یہ ظلمات اور آبحیات چونکہ خضر و سکندر سے متعلق ہیں لہٰذا یہ کہنا بھی فضول ہے ہم رخسار کو یدِ بیضا سمجھتے ہیں اور زلف کو بوجہ لمبائی کے موسیٰ کا عصا جانتے ہیں۔

جو اس تشبیہ سے بھی داغ ان دونوں کو آتا ہو   اسے وقت نماز صبح اور اسکو عشا سمجھے

پھر کہتے ہین کہ یہ بھی ٹھیک نہین بلکہ ہم رخسار کو صبح کی نماز کا وقت جانتے ہین کیونکہ وہ روشنی مین ان سے مشابہ ہین اور زلف کو نماز عشا کا وقت جانتے ہین کیونکہ وہ تاریکی مین اسی سے مشابہ ہے۔

جو یہ نسبت پسند خاطر والا نہو تو پھر   اسے قندیل کعبہ اسکو کعبہ کی ردا سمجھے

اور اگر یہ نسبت بھی آپ کو پسند نہو تو ہم رخسار کو قندیل کعبہ اور زلف کو کعبہ کی ردا یعنی چادر کعبہ کہین گے۔ ردا سے کعبہ بوجہ سیاہی کے کہا گیا۔

اسد ان ساری تشبیہوں کو رد کر کے یہ کہتا ہے   سویدا اس کو سمجھے اسکو ہم نور خدا سمجھے

یہ ساری تشبیہین بیکار سی ہین ہم ان تشبیہون کو مسترد کر کے کہتے ہین کہ اس کی زلف کی سیاہی سویدا ے دل ہے اور اس کے رخسار کا نور نور خدا ہے۔ اگرچہ اس غزل مین مرزا کا رنگ طبعی بالکل نہین پایا جاتا۔ مگر چیلنی ڈی کی مدح دیکھتے ہوئے اور ان تشبیہون پر نظر رکھتے ہوئے اس تشبیہین غزل کو بھی ان سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اصل مین اردو مین وہ جو کچھ کہتے تھے یا بادشاہ کے حکم سے یا خاطر احباب سے کہتے تھے اور جب یہ مسلم ہے تو پھر اسے بھی مرزا سے منسوب کرنا ہی پڑے گا۔

نسیم صبح جب کنعان مین بوئے پیرہن لائی   پئے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی

یہ تلمیح ہے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف۔ کہتے ہین کہ نسیم صبح جب مصر کی طرف سے خوشبوے پیراہن یوسف لیکر کنعان مین آئی تو گویا پدر مفارقت زدہ یوسف کے لئے جان و تن کے زندہ کرنے کی خوشخبری لیکر آئی۔

وقار ماتم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا   سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی

عاشق جو شبِ فراق میں رات بھر جاگتا رہا گویا اس کا وقار تا دم قائم رکھنے کے لئے صبحِ تیم کی سفیدی اپنا کاندھے پر اُس کو دفن کرنے کے لئے کفن لیکر آئی یہ ایک نازک تخئیل ہے۔

ز آفت گاہِ صحرائے ازل تا عرصۂ امکان مگر روحِ رواں فتراک میں رنج و محن لائی

صحرائے ازل ایک آفت گاہ تھا جہاں آفتوں اور بلاؤں کا ہجوم تھا تو اُس آفت گاہِ ازل سے ہماری روحِ رواں رنج و محن اپنے فتراک ڈنگا نہ میں باندھ کر لائی اور میدانِ دنیا تک وہی ساتھ لئے ہوئے چلی آئی۔

شہیدِ شیوۂ منصور ہے اندازِ رسوائی مصیبت پیشگی کی مدعا دار و رسن لائی

چونکہ اندازِ رسوائی منصور کے شیوہ کا شہیدا اور دلدادہ ہے یعنی اندازِ رسوائی منصور کا عاشق اور قدردان ہے اسی لئے مدعا کی مصیبت پیشگی اس کے واسطے دار و رسن لیکر آئی مصیبت پیشگی مدعا یہ کہ مدعا ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پیدا کرتا ہے۔

وفا دامن کشِ پیرایۂ ہستی ہے اے غالب کہ پھر نزہت گہِ غربت سے تا حدِ وطن لائی

وفا لباس ہستی کا دامن کھینچ رہی ہے یہی وہ ظالم ہے کہ ہم کو غربت کی نزہت گاہ سے کھینچکر پھر وطن میں لے آئی۔

وفا جفا کی طلبگار ہوتی آئی ہے ازل کے دن سے یہ اے یار ہوتی آئی ہے

وفا ہمیشہ سے خود ظلم و ستم کی طلبگار رہتی ہے گویا کہ ازل کے دن سے یہ ظلم جاری ہے اور برابر یہی بات ہوتی چلی آئی ہے یعنی جب کسی پر جفا ہوئی وہ اُس کی وفا کے سبب سے ہوئی۔

جوابِ جستۂ بزمِ نشاطِ جاناں ہے مری نگاہ جو خونبار ہوتی آئی ہے

مین بزم نشاط دوست سے روتا ہوا آیا ہون - اور میری یہ نگاہ خونبار اسکی بزم نشاط کا جواب ہے یعنی اس کی بزم نشاط کا جو جنت کی مانند ہے میری نگاہ جو خونفشانی سے سراپا بہار معلوم ہوتی ہے جواب بن گئی ہے -

نوید جوش جنون وحشیو مبارکباد — بہار ہدیۂ انتظار ہوتی آئی ہے

اے وحشیو جوش جنونکا نوید تم کو مبارک ہو - وحشت کے بڑھنے کا تمھارے واسطے سامان پیدا ہو گیا کیونکہ بہار نظرون کو تفریح بخشتی ہوئی آپہونچی -

دل و دماغ وفا پیشگان کی خیر نہین — جگر سے آہ شرربار ہوتی آئی ہے

اب وفا پیشہ لوگون کے دل اور دماغ کا خدا ہی حافظ ہے وہ بغیر جلے نہین رہ سکتے اس لئے کہ ان کی آہ جگر سے شرربار ہوتی چلی آرہی ہے -

یونہی افزایش وحشت کے جو سامان ہونگے — دل کے سب زخم بھی ہمشکل گریبان ہونگے

اگر وحشت کے بڑھنے کے یہی سامان ہوتے رہے جیسے کہ اب ہین تو مجھے امید ہے کہ میرے دل کے تمام تر زخم بھی ایسے ہی چاک ہو جاوینگے جس طرح کہ گریبان چاک ہو رہا ہے -

وجہ مایوسی عاشق ہے تغافل اُن کا — نہ کبھی قتل کرینگے نہ پشیمان ہونگے

اگر وہ تغافل نہ کرتے اور بالکل امتحان نہ بن جاتے تو ایک قسم کی امید بھی تھی مگر اُن کے اس تغافل نے بالکل مایوس کر دیا اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی قتل ہی نہ کرین گے اور جب قتل ہی نہ کرین گے تو پھر پشیمانی کیسی

دل سلامت ہے تو صدمونکی کمی کیا ہمکو — اُنسے اُنسے تو بہت جانکے خواہان ہونگے

اگر دل سلامت رہا تو صدمون کی ہم کو کیا کمی ہے یہ کم بخت روز ایک نیا قاتل پیدا کرے گا اور اُن کے ایسے بہت سے جان کے خواہان پیدا ہو جاینگے

منتشر ہو کے بھی دل جمع رکھینگے یعنی ہم بھی اب پیرو گیسوے پریشان ہونگے

باوجود پریشان ہونے کے بھی اب دل جمعی کی صورت کو ہاتھ سے نہ دین گے اور ہم بھی اب انھین کے گیسوے پریشان کا اتباع کرینگے جیسے کہ وہ باوجود پریشانی دائمی کے جمع رہتے ہین۔

گردش بخت نے مایوس کیا ہے لیکن اب بھی ہر گوشۂ دل مین کئی ارمان ہونگے

نصیبے کی گردش نے ہم کو بالکل پریشان کر دیا ہے اور اب اس قابل نہین رکھا ہے کہ ہم کو کوئی ارمان ہو۔ پھر بھی ہمارے یہان ارمانون اور حسرتون کی اس قدر افزونی ہے کہ آج بھی دل کے گوشون مین اگر تلاش کی جاے تو ہر گوشہ مین کچھ نہ کچھ ارمان نکل ہی آئین گے۔

ہے ابھی خون سے فقط گرمیٔ ہنگامۂ اشک پر یہ حالت ہے تو نالے شرر افشان ہون گے

ابھی تو یہ ہے کہ ہنگامۂ اشک کی گرمیٔ بزم صرف خون ہی کی وجہ سے ہے یعنی ابھی تو یہ ہے کہ آنکھون سے خون آتا ہے مگر یہی حالت رہی تو نالے شرر افشان سینے سے نکلین گے اور وہ گرمی ہنگامہ پیدا کرینگے۔

باندھ کر عہد وفا اتنا تنفر ہے ہے تجھ سے بے مہر کم اے عمر گریزان ہونگے

اے عمر فانی تو نے ہم سے عہد وفا باندھا تھا یا اب اس قدر نفرت ہے کہ ہم سے نفرت کرتی ہوئی جدا ہو رہی ہے اور چلی جا رہی ہے ہاے اے عمر فانی تو بڑی بے مروت بڑی بے وفا ہے۔ دنیا مین تجھ سے بے مہر کم ہون گے۔

اسقدر بھی دل سوزان کو نہ جان افسردہ ابھی کچھ داغ تو اے شمع فروزان ہونگے

اے شمع فروزان تجھے اپنے نور اپنی روشنی پر بڑا غرور ہے اور بڑھ بڑھ کر باتین بنا رہی ہے کیونکہ تو نے سمجھ لیا ہے کہ غالب کا دل تو افسردہ ہو ہی چکا ہے اب کون ہے

جو میرا مقابلہ کرے گا مگر ہم تجھے سمجھائے دیتے ہیں۔ ہمارے دل کو اتنا افسردہ نہ جان وہ افسردہ تو ہوا ہے مگر اتنا افسردہ نہیں ہے کہ تجھ سے مقابلہ نہ کر سکے ابھی تو اس میں کچھ داغ باقی ہوں گے جو تیرے مقابلہ کے لئے کافی ہیں اور تجھے شرما سکتے ہیں۔

عہد میں تیرے کہاں گرمیٔ ہنگامہ عیش گل مری قسمت از وصلہ خنداں ہونگے

یہ تیرا گمان غلط ہے کہ تیرے زمانہ میں کہیں عیش و عشرت کا نام ہے۔ نہیں ہرگز نہیں گرمی ہنگامہ عیش کا وجود تیرے زمانہ میں کہیں ممکن ہی نہیں گل تجھے میں دیکھ کر گرمی ہنگامہ عیش کا خیال کیا ہے میرے اُلٹے مقدر پہ ہنس رہے ہیں اُن سے خوشی اور عیش کا گمان نہ رکھ۔

خوگر عیش نہیں ہیں ترے برگشتہ نصیب انکو دشوار ہیں وہ کام جو آسان ہونگے

وہ لوگ جو تجھپر عاشق ہو چکے ہیں اُن کے نصیب پلٹ چکے ہیں اب اُن سے عیش کے خوگر ہونے کی امید نہ رکھو وہ کام جو زمانے بھر کے واسطے سہل اور آسان ہیں اُن کے لئے دشوار سے دشوار ہیں۔

موت پھر زیست نہو جائے یہ ڈر ہے غالب وہ مری نعش پہ انگشت بدندان ہونگے

خیال ہے کہ میں مروں گا تو انھیں افسوس ہوگا اور وہ دانتوں میں انگلی دبا کر نعش پہ کھڑے ہوں گے شعر اس کا اثر اور تو جو کچھ ہو گا سو ہو گا دیکھا جائے گا مگر مجھے ڈر یہ لگا ہوا ہے کہ کہیں میری موت پھر زندگی سے نہ بدل جائے یعنی اُن کے اس افسوس سے مجھے جینا نہ پڑے۔ نہایت عجیب و غریب شعر کہا ہے اور ملا میاں اللہ مومن خان کی غزل کے بہترین شعروں کا یہی ایک شعر جواب ہے۔ یہ شعر غالب کے خاص انداز کا ہے فارسی میں ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

زاں نمی ترسم کہ گردد قعر دوزخ جائے من
وائے گر باشد ہمین امروز من فردائے من

نمائش پردہ دار طرز بیداد تغافل ہے — تسلی جان بلبل کیلئے خندیدن گل ہے

بلبل کے حال سے گل سراسر تغافل برت رہا ہے اور بالکل بےخبر ہے مگر نمائش نے اس تغافل پر پردہ ڈال رکھا ہے گل جو دکھانے کے لئے ہنس رہا ہے بلبل کی جان اس سے تسلی پا رہی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ گل کا یہ ہنسنا میرے حال پر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ میرے حال سے غافل نہیں ہے اور یہ غنیمت ہے۔

نمود عالم اسباب کیا ہے لفظ بے معنی — کہ ہستی کی طرح مجھکو عدم میں بھی تامل ہے

لوگ کہتے ہیں کہ عالم اسباب موجود ہے مگر ہمارا خیال ہے کہ عالم اسباب کی نمود ایک لفظ بے معنی ہے اور سراپا بے بود ہے اور جب عالم اسباب ہی سرے سے نہیں ہے تو پھر یقینی لفظ عدم بھی محل تامل ہے کیونکہ معدوم تو وہی شے سمجھی جائے گی جو موجود بھی ہو۔ نہایت عمدہ شعر کہا ہے۔

نہ رکھ پابند استغنا کو قید رسم عالم کا — ترا دست دعا بھی رخنہ انداز توکل ہے

دعا مانگنا دنیا کی ایک رسم ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ استغنا یعنی بے پروائی کو رسم عالم کا کیوں پابند اور مقید کیا جائے۔ ہمارے نزدیک بربنائے رسم زمانہ دعا مانگنا بھی شان توکل میں رخنہ اندازی کرتا ہے اس کو بھی ترک کر دینا چاہیے اقبال کا ایک شعر ہے ؎

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا کو چھوڑتا ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

نہ چھوڑا قید میں بھی وحشیوں کو یاد گلشن نے — یہ چاک پیرہن گویا جواب خندۂ گل ہے

وحشیوں کو یاد چمن نے قید میں بھی نہ چھوڑا اور یاد چمن سے پیرہن کا چاک کرنا بھی گویا خندۂ گل کا ایک جواب ہے۔

ابھی دیوانگی کا راز کہہ سکتے ہیں ناصح کو — ابھی کچھ وقت ہے غالب ابھی فصل گل و مل ہے

اے غالب ناصح ہم سے اکثر پوچھا کرتا ہے کہ ہم دیوانے کیوں ہو گئے لہذا اگر وہ پوچھنا چاہے تو اس زمانے مین پوچھ لے۔ کیونکہ ابھی بہار کا زمانہ ہے ابھی تو ہم ہوش مین ہین خزان کے موسم مین ہم اپنے قابو سے باہر ہو جائین گے اور پھر یہ بات ہمارے اختیار کی نہ ہوگی۔

بھولے ہوئے جو غم ہین اُنھین یاد کیجیے　　تب جا کے اُنسے شکوۂ بیداد کیجیے

مجھے ہزارون غم ہین اور غمون کی کثرت کی وجہ سے بہت سے غمون کو مین بھول گیا ہون اب اُن سے ایسے عالم مین شکوہ کیا کرون جب کہین اطمینان سے بیٹھ کر اُن بھولے ہوئے تمام غمون کو یاد کر دون تب کہین جا کر اُن سے رنج و غم کا شکوہ کرنے کے قابل ہون۔

حال آنکہ اب زبان مین نہین طاقتِ فغان　　پر دل یہ چاہتا ہے کہ فریاد کیجیے

وقت وہ آگیا ہے کہ فریاد کرتے کرتے زبان مین فریاد کرنے کی طاقت باقی نہین رہ گئی ہے مگر جوشِ غم اب بھی اتنا ہے کہ دل کا برابر یہی تقاضہ ہے کہ جہان تک ہوسکے فریاد کئے جاؤ۔

خود جان دیکے روح کو آزاد کیجیے　　تاکے خیالِ خاطرِ جلاد کیجیے

اب تک یہ انتظار رہا کہ جلاد ظالم کبھی نہ کبھی ہماری گردن پر تلوار رکھدیگا اور ہم اس بہانے قیدِ ہستی سے رہا ہو جائین گے۔ مگر عمر گزری جاتی ہے وقت نکلا جاتا ہے اور جلاد کو یہ خیال نہین آتا کہ ہماری گردن کے بوجھ کو ہلکا کر دے۔ لہذا اب بہتر یہ ہے کہ جان دیکر روح کو آزاد کر دیا جاے۔ اور اس انتظار کو الوداع کہا جائے۔

بس ہو دون کیواسطے اک جنبشِ نگاہ　　اُجڑے ہوئے گھرون کو پھر آباد کیجیے

وہ دل جو تمھاری عدمِ توجہی کی وجہ سے ویران اور برباد ہو گئے ہین اُنکے

آباد کرنے کی اگر کوئی صورت ہے تو یہی ہے کہ آپ ایک نگاہ ان کو دیکھیں اور چاہیے بھی یہی کہ جو گھر ویران ہیں ان کو پھر آباد کر دیجیے۔ کوئی کہتا ہے ؎

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلا دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

کچھ دردمند منتظرِ انقلاب ہیں — جو شاد ہو چکے انھیں ناشاد کیجیے

کچھ لوگ ایسے ہیں جو دل کے درد سے بےچین ہیں تباہ و برباد ہو چکے ہیں کوئی سہارا باقی نہیں رہا اب وہ غریب انقلابِ عالم کا انتظار دیکھ رہے ہیں۔ اور پریشان ہیں لہٰذا آپ کو چاہیے کہ آپ انقلاب برپا کیجیے اور ہوائے عالم کا رخ بدل دیجیے۔ جو لوگ کہ اب تک آپ کے لطف و کرم سے خوش شاد و شاش بشاش ہوتے چلے آئے ہیں اُن کو ذرا ستائیے اور جو اس وقت تک برابر ستائے جاتے رہے ہیں اُن کو شاد کیجیے۔

شاید کہ یاس باعثِ افشائے راز ہو — لطف و کرم بھی شاملِ بیداد کیجیے

معشوق کو ترکیب بتاتے ہیں اور بدنامی سے بچاتے ہیں کہتے ہیں کہ کیا تم نے نادانی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اتنا کسی کو مایوس نہ کرو کہ اس کی مایوسی کا اس پر ایسا اثر پڑے اور سب لوگ سمجھ جائیں اُبھر آنا پھر ہیں تمھارے ظلم و ستم کا راز افشا ہو جائے لہٰذا اس کی مناسب اور بہتر ترکیب یہ ہے کہ ظلم و ستم میں تھوڑا سا لطف و کرم بھی شامل کر لیجیے ایک جگہ کہا ہے کہ ؎

جان کر کیجیے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو

بیگانۂ رسومِ جہاں ہے مذاقِ عشق — طرزِ جدیدِ ظلم کچھ ایجاد کیجیے

عشق راہ و رسم کی پابندی نہیں چاہتا وہ اس سے بیزار ہے لہٰذا وہی فرسودہ اور پامال ظلم جو ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں کہاں تک سمجھے جائیں گے۔ آپ

انھیں چھوڑ دے میرا عشق جدت پسند ان رسوم کی پابندی نہیں کرنا چاہتا بلکہ نئے نئے طریقے ظلم و ستم کے نکالنے کو بھی کہتا ہے

وصل سے انکار ہے یہ تو پرانی بات ہے
اب نئے انداز سے گھر کی جلانے کے لئے

ہے خوبان جہان پہلوتہی کرتے رہے ہم ہمیشہ مشق از خود رفتگی کرتے رہے

خوبان جہان برابر ہم سے پہلوتہی کرتے رہتے ہیں اسی واسطے ہم ہمیشہ از خود رفتگی کی مشق میں محو اور مشغول رہتے ہیں اور کبھی اپنے ہوش و حواس میں نہیں آتے۔

کثرت آرائی خیال ماسوا کی وہم تھی مرگ پر غافل گمان زندگی کرتے رہے

ماسوا کا خیال اور وحدت کے علاوہ کثرت کا ذکر یہ فکر بھی تو تھا صرف ایک وہم تھا ورنہ اصل کثرت کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ تھی وحدت ہی وحدت تھی کثرت کا خیال اپنے دل میں مضبوط کرنے کی مثال ایسی ہی ہے کہ ان جاہلوں اور غافلوں نے موت کے اوپر زندگی کا گمان کیا۔

داغہائے دل چراغ خانۂ تاریک تھے تاشب قبر پیدا روشنی کرتے رہے

میرے دل کے جلتے ہوئے داغ اندھیرے گھر کا چراغ تھے اور انھوں نے آخر تک اپنا کام کیا یعنی قبر کے تاریک گھر میں بھی برابر روشنی دیتے رہے۔

شور نیرنگ بہار گلشن ہستی نہ پوچھ ہم خوشی اکثر رہین ناخوشی کرتے رہے

باغ ہستی کی بہار کی نیرنگی کی حقیقت کیا پوچھتا ہے یہ کہنے والی بات نہیں ہے بڑا دل دکھانے والا قصہ ہے عالم یہ ہے کہ اکثر ایسی باتیں جو اول اول بادی النظر میں ہم کو اپنی خوشی کی معین اور مددگار نظر آتی تھیں آخر آخر میں انھیں کو رنج اور غم کا باعث بنانا پڑا یعنی دنیا کی اکثر باتیں جو ظاہر اسامان طرب تھیں وہ باعث غم ثابت ہوئیں۔

رخصت اے تسکین آزار فراق ہمرہان　　ہو سکا جبتک غم واماندگی کرتے رہے

اے دوستوں کے فراق کے رنج اور اے اس رنج کی تمکنت خدا کے لئے اب ہمارا پیچھا چھوڑ اور ہمارے دل سے رخصت ہو جا جب تک کہ ہم سے ممکن ہوا اور جب تک کہ ہم سے ہو سکا ہم اپنے ساتھیوں کے بچھڑنے کا رنج کرتے رہے مگر آخر تابکے اور کہاں تک کب تک اس دکھ کو سینے سے لگائے رکھیں اور کہاں تک بیٹھے ہوئے یہ سوچا کریں کہ ہم اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے۔

درد ہو دل میں تو دوا کیجے　　دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجے

علاج ہوا کرتا ہے دوا کا اگر دل میں کوئی درد ہو تو ہم اس کا علاج کریں لیکن مشکل یہ آ پڑی ہے کہ درد درد نہیں رہا ہے بلکہ وہ دل بن گیا ہے اور اس نے پریشان کر رکھا ہے اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے میرا ایک شعر ہے۔

اگر اس درد ہو تو کریں درد کا علاج
لیکن یہاں تو درد کی یہ بات ہی نہیں

ہم کو فریاد کرنی آتی ہے　　آپ سنتے نہیں تو کیا کیجے

معشوق نے پوچھا کہ کیا ہجر و فراق یا قسمت عاشق خاموش ہو کر بیٹھ گیا ہے اس کے اس بیٹھے رہنے اور اس خاموشی پر گمان ہوتا ہے کہ اس کو فریاد کرنی نہیں آتی آخر معشوق اس سے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے تب وہ جواب دیتا ہے کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ مجھ کو فریاد کرنی نہیں آتی یہ بات نہیں ہے مجھے فریاد کرنی تو آتی ہے مگر جب تو اسے سنتا ہی نہیں تو فائدہ کیا ہے میرے خیال میں یہ شعر اسی قبیل کا ہے۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

بلکہ وہاں تو مدعا کا ذکر بھی ہے یہاں تو مدعا کا ذکر ہی اڑا دیا ہے صرف فریاد ہی رہ گئی ہے

اِن بتون کو خدا سے کیا مطلب   توبہ توبہ خدا خدا کیجیے

ان ظالم سنگدل بتون کو خدا سے کیا مطلب ہے کون خدا کیسا خدا توبہ کرو توبہ کرو - یہ ظالم ان باتون کو کیا جانین - اس شعر مین لطف زبان ایسا ہے کہ بیساختہ داد دینا پڑتی ہے - یہ سہل ممتنع انھین شعرون کا نام ہے حالانکہ اس مین رعایت لفظی بھی موجود ہے - دونون شعر نہایت عمدہ ہین -

رنج اٹھانے سے بھی خوشی ہو گی   پہلے دل دردآشنا کیجیے

اُن لوگون سے خطاب ہے جو دنیا کے رنج وغم اور ہجر کے صدمون سے گھبراتے اور رنج کے نام سے دور بھاگتے ہین - فرماتے ہین کہ بیخبرو - اگر تم اپنے دلکو دردآشنا بنالو تو پھر رنج اٹھانے سے بھی تم کو خوشی ہو -

عرض شوخی نشاط عالم ہے   حسن کو اور خودنما کیجیے

ہرچند کہ خودنمائی بُری اور بدترین چیز ہے مگر کیا کیا جاے دنیا کی خوشی اور نشاط تفرح اور انبساط کا اسی پر انحصار ہے لہذا جہان تک ہوسکے خودنما بنئے اور حسن کو اور خودنما کیجیے یہی شوخی دنیا کی جان ہے -

دشمنی ہوچکی بقدر وفا   اب حق دوستی ادا کیجیے

حقیقت یہ ہے کہ یہ شعر وہ ہے جو شرح وبیان کے بار کا تحمل نہین کرسکتا اور بیساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

خامشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

ہاے کہتا ہے کہ جتنی ہم نے وفا کی تھی اتنی تم نے دشمنی تو کرلی اُس کا حق ادا کرچکے اب دوستی کا حق ادا کیجیے - اس فقرہ کی شرح صرف ذوق سلیم پر منحصر ہے -

موت آتی نہین کہین غالب   کبتک افسوس زیست کا کیجیے

اے غالب زندگی کا افسوس اور رنج کرنے سے اگر موت آجائے تو ایک بات بھی ہے مگر موت ان باتوں سے نہیں آسکتی لہذا یہ رنج و غم کہ زندہ کیوں ہیں فضول اور لایعنی ہے چھوڑو اس قصہ کو اس کا کچھ حاصل نہیں ہے۔

سکوت و خامشی اظہار حال بے زبانی ہے — کمین درد میں پوشیدہ راز شادمانی ہے غیر مطبوعہ

کہتے ہیں کہ سکوت اور خاموشی کیا ہیں یہ بے زبانی کے حال کا اظہار ہیں یعنی خاموش رہنے ہی سے دنیا پر بے زبانی کے درد کا اظہار ہوتا ہے یوں سمجھ لیجئے کہ درد کی آڑ میں یہاں شادمانی پوشیدہ ہے۔ اور اس رنج میں خوشی پنہاں ہے۔

عیاں ہیں حال و قال شیخ سے انداز دلچسپی — مگر رند قدح کش کا ابھی دور جوانی ہے

یہ معلوم ہے کہ شیخ کے حال اور قال۔ وضع و لباس۔ طور و طریق سے دلچسپی ٹپکتی ہے اس کی گفتگو میں دلکشی ہے اس کے حال سے ہر شخص نصیحت پکڑ سکتا ہے مگر رند پر ان سب باتوں کا اثر پڑنا اک ذرا دشوار معلوم ہوتا ہے اس کا ابھی جوانی کا عالم ہے اور جوانی دیوانی ہوتی ہے وہ ان سب باتوں کی پروا نہیں کرتی اور کبھی ان سے لطف اندوز نہیں ہوتی۔

ثبات چند روزہ کار فرمائے غم و حسرت — اجل سرمایہ دار دور عیش و کامرانی ہے

اس شعر میں موت و حیات کا تقابل کیا گیا ہے اسی بنا پر کہتے ہیں کہ زندگی غم و حسرت پیدا کرتی اور اُن کی کارفرمائی کرتی ہے۔ اور موت عیش اور کامرانی کی سرمایہ دار ہے یعنی اس کے بعد پھر کوئی حسرت اور غم نہیں رہتا۔

گداز داغ دل شمع بساط خانہ ویرانی — تپش گاہ محبت میں فروغ جاودانی ہے

داغ دل کا گھلنا خانہ ویرانی کی بساط اور فرش کے لئے ایک شمع ہے گویا کہ اس کے ذریعہ سے تپش گاہ محبت میں ہمیشہ اُجالا رہے گا۔ اس واسطے کہ داغ دل کو اپنی سوختگی اور اپنی گرمی سے ہمیشہ گداز ہوگا اور وہ شمع کا کام دے گا۔

وفور خودنمائی ہین ذوق جلوہ آرائی ۔ بوہم کامرانی جذب دل کو شادمانی ہے

میرے معشوق کو خودنمائی کا ذوق حد سے زیادہ ہے اور یہ ذوق منتج ہو کر جلوہ آرائی تک آپہونچا ہے یعنی وہ خودنمائی کے شوق مین دنیا کو اپنا حسن عالم سوز دکھارہا ہے ادہر تو یہ عالم ہے ادہر حضرت دل پھولے نہین سماتے وہ سمجھتے ہین کہ ہمارے جذب عشق نے اثر کیا ہے اور یہ کامرانی اسی جذب کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

دل حرمان لقب کی داد دے اے چرخ بے پروا ۔ بغارت دادہ رخت و متاع کامرانی ہے

اے چرخ بے پروا اے ظالم آسمان داد دے میرے اس دل کی جس کا کثرت بدنصیبی کی وجہ سے لقب ہی حرمان نصیب ہوگیا ہے اُسے دیکھ کہ اس کا تمام سرمایہ عیش و مسرت لٹ گیا ہے اور اب سوائے حسرت و افسوس کے اس کے پاس کچھ نہین۔

کسکی برق شوخئ رفتار کا دل دادہ ہے ۔ ذرہ ذرہ اس جہان کا اضطراب آمادہ ہے

اے خدا دنیا کے ہر ذرہ مین کس کی شوخی کی بجلی اثر کرگئی ہے۔ اور کس کا اس کو عشق ہے کیونکہ مین دنیا کے جس ذرہ پر نظر ڈالتا ہون وہ اضطراب آمادہ ہے اور برابر تڑپ رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی برق رفتاری نے اُن کے اندر اثر کیا ہے اور وہ اُسپر فریفتہ ہین۔

ہے غرور سرکشی صورت نمائے عجز بھی ۔ منقلب ہو کر بسان نقش پا اُفتادہ ہے

یہی سرکشی کا غرور عاجزی کی صورت بھی دکھاتا ہے اور یہی پست بھی کرتا ہے اس کی مثال بالکل نقش قدم کی طرح ہوتی ہے کہ جب وہ منقلب ہوتا ہے تو فوراً اس مین افتادگی اور پستی کی صورت پیدا ہوجاتی ہے ایسے ہی یہ سرکشی کا غرور بھی عاجزی کی طرف کھینچتا جاتا ہے۔

تہہ وویران سازی عشق جفا پیشہ نہ پوچھ ۔ نامرادون کا خط تقدیر تک بھی سادہ ہے

عشق کے ظلم و ستم کی روداد کیا پوچھتا ہے کچھ نہ پوچھ اس نے عاشقوں کے گھر کو تو لوٹ کر تباہ و برباد کیا ہی تھا مگر یہاں تک تو کوئی نئی بات نہین ہے مگر ستم تو یہ ہے کہ نامرادوں کے خط تقدیر کو بھی لوٹ لیا وہ بھی سادہ پڑا ہے یعنی اس مین بھی کچھ نہین اور یہ ظاہر ہے کہ نامرادوں کی قسمت مین کچھ بھی نہین ہوتا۔

خو نشاط و سرخوشی ہے آمد فصل بہار　　آج ہر سیل رواں عالم مین موج بادہ ہے

فصل بہار کی آمد ہی بذات خود نشاط اور سرخوشی ہے کوئی ضرورت نہین کہ میکشی کی طرف رغبت کی جائے بہار کے زمانہ مین ہر بہتی ہوئی سیل بھی موج بادہ معلوم ہوتی ہے۔

زندگانی رہ سپر راہ فنا ہے اے اسد　　ہر نفس ہستی سے تا ملک عدم اک جادہ ہے

اے اسد زندگی ایک مسافر ہے جو فنا کی راہ کو طے کر رہا ہے گویا کہ زندگی کا ہر نفس ایک جادہ ہے جو ملک ہستی سے شروع ہو کر سر حد نیستی تک جا پہونچتا ہے۔ زندگی کا مسافر اسی پر اپنے سفر کو طے کر رہا ہے۔ یہ شعر بھی نہایت ہی عمدہ شعر ہے۔

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے　　تمھاری طرز روش جانتے ہین ہم کیا ہے

اگر تم رقیب پر مہربان ہو تو کون سی بڑے تعجب کی بات ہے اور کیا حیرانی کی جگہ ہے ہم کو معلوم ہے کہ تمھاری طرز روش کیا ہے۔ اور تمھاری مہربانی مین کیا کیا ستم پنہان ہوتے ہین دوسرا مصرع نہایت ہی کثیر المعنی ہے مثلاً یہ کہ ہم کو معلوم ہے کہ دو دن بھی تم کسی سے برابر نہین ملتے اور دو دن بھی نہین نباہتے ادھر دوستی کی اور ادھر دشمنی ہی تمھارا طریقہ ہے۔ یا یہ کہ تمھارا طریقہ ملنے کا جو کچھ ہے وہ ہم کو معلوم ہے در اصل تم ملتے کسی سے بھی نہین ہو۔ ایک نمائش ہوتی ہے۔ یا یہ کہ تمھاری طرز روش ہم کو معلوم ہی ہے آج اس سے ملے ہو کل کسی اور سے ملو گے۔ غرضکہ اس مین بہت سے لطیف پہلو نکلتے ہین۔

کٹے تو شب کہین کاٹے تو سانپ کہلاوے　　کوئی بتائے کہ وہ زلف خم بہ خم کیا ہے

اگر وہ کٹ جائے تو اس کو بات کا کٹنا کہیں گے - اور اگر وہ کاٹ لے تو اسکو سانپ کا کاٹنا کہیں گے - خدا کے لئے کوئی ہم کو بتاؤ کہ وہ زلف خم بخم آخر کیا ہے اور اس کو کیا کہیں یہ شعر صرف الفاظ کی مناسبتون کی بنا پر کہا گیا ہے معنویت کچھ اچھی نہیں ہے -

لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود   کسے خبر ہے کہ وہان جنبش قلم کیا ہے

بڑے لوگون اور بعض قومون میں دستور ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا زائچہ بنایا جاتا ہے اور اس کے احکام لکھے جاتے اور اس کی آیندہ زندگی کا حال بیان کیا جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہین کہ طالع مولود کے احکام دینا لکھا کرے اس سے کیا حاصل ہوا اور اس سے ہوتا کیا ہے کس کو معلوم ہے کہ ہونے والا کیا ہے اور کلک قدرت نے اس کی قسمت مین کیا لکھا ہے -

جو حشر و نشر کا قائل نہیں کبھی حضور   خدا کیواسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے

اس کی قسم کا اعتبار کرنا چاہئے جو حشر کو مانتا ہو حشر کے دن کی جزا و سزا کو برحق جانتا ہو مگر جو حشر و نشر کا قائل ہی نہین پھر ایسے کی قسم سے کیا فائدہ اور ایسے اعتبار کون کرے وہ تو سراسر بیکار اور بے فائدہ ہے -

وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم   وگرنہ مہر سلیمان و جام جم کیا ہے

بات تو جب ہے کہ ویسا ہی انصاف ہو ویسی ہی روش اور طرز ہو ورنہ اس مہر سلیمان اور جام جم سے کیا نتیجہ بیکار ہے -

سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی   یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اسمین دم کیا ہے

ہم کو بھی معلوم ہے کہ غالب جیسا لکھنے والا ہے اور جیسا اس کا خامہ آتش افشانی کرتا ہے مگر اب اس شعر سے یہ نہ پوچھو کیا ہے اور وہ ہے کس قابل -

اس جور و جفا پر بھی بدظن نہیں ہم تجھ سے   کیا طرفہ تمنا ہے امید کرم تجھ سے

یا اینکہ تو ہم پر اس قدر ظلم کرتا ہے اور اس درجہ ہم کو ستاتا ہے مگر ہم تجھ سے بدظن نہیں ہوے اور تجھ سے بدگمانیان ہمارے دل مین نہیں پیدا ہوئین اور اس وقت تک تجھ سے کرم کی امید چلی جاتی ہے۔ حقیقتاً یہ تمنا عجیب تمنا ہے اور یہ امید عجیب امید ہے

امید نوازش مین کیون جیتے ہین ہم آخر — سہتے ہی نہین کوئی جب درد و الم تجھ سے

خود ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ہم امید نوازش مین کیون زندہ ہین اور کس سبب سے یہ توقع رکھتے ہین کہ تو ہم پر لطف و کرم کرے گا درانحالیکہ ہم کوئی درد و الم تیری طرف سے نہین سہتے تو پھر ہمین امید کس بات کی ہے اگر ہم ظلم سہتے تو لطف کی امید ہوتی۔

وارفتگی دل ہے یا دست تصرف ہے — ہین اپنی تخیل مین دن رات بہم تجھ سے

یہ ہمارے دل کی ازخود رفتگی ہے۔ دیوانہ پن ہے یا کوئی دست تصرف ہے کہ اس عالم وارفتگی مین ہم دن رات تجھ سے ملے ہوے ہین گویا ازخود رفتگی دست تصرف بن گئی ہے اور تجھکو ہمارے پاس کھینچ لائی ہے۔

یہ جور و جفا سہنا پھر ترک وفا کرنا — اے ہرزہ پژوہی بس عاجز ہوے ہم تجھ سے

مدتون ایک شخص ظلم و ستم اٹھاتا رہا ہے مدتون تک جفائین سہتا رہا ہے آخر عاجز ہو کر ترک وفا کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اب ہم بھی وفا کو ترک کر دینگے اسی پر شاعر کہتا ہے اتنے دنون تک تو یہ سب کچھ کیا یہ ظلم اٹھاے یہ رنج سہے اب آپ یہ خیال ظاہر فرما رہے ہین اے ہرزہ پژوہی یعنی فکر بیہودہ بس کہ ہم تجھ سے عاجز ہو گئے۔ تو ہمارا پیچھا چھوڑ آخر پہلے تو نے ظلم کیون سہے تھے اور اب کیون عاجز ہے جب کیا تھا اور اب کیا ہے۔

غالب کی وفاکیشی اور تیری ستم رانی — مشہور زمانہ ہے اب کیا کہین ہم تجھ سے

تو نے غالب پر جیسے جیسے ظلم کئے ہین اور اس پر بھی وہ وفا کرتا رہا ہے اسے بیان کرنے کی اور تجھے جتانے کی کیا ضرورت ہے زمانہ جانتا ہے اور تجھے خود معلوم ہے

یہ محاورہ نہایت عمدہ صرف ہوا ہے کہ اب کیا کہیں - الخ

**صبح ناپید ہی کلفت خانۂ ادبار میں	توڑتا ہوں ہمیشہ رنگ یک نفس شب مجھے**

یہ بھی ایک خیالی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ ادبار اور نحوست کے کلفت خانہ میں صبح کہاں رکھی ہے بجائے صبح میں روزانہ ایک نفس کا رنگ منتشر کرتا ہوں جس سے صبح معلوم ہوتی ہے چونکہ تنفس صبح کے روشن ہونے اور سانس لینے کو کہتے ہیں یہیں سے شاعر کے ذہن میں مضمون پیدا ہوا - اور واقعات کے بجائے شعر کی بنا صرف خیال پر رہ گئی -

**شومی طالع سے ہوں ذوق معاصی میں اسیر	نامۂ اعمال ہے تاریکی کوکب مجھے**

میرا ذوق معاصی میں اسیر ہونا صرف میری شومی طالع کی وجہ سے ہے اور بدنصیبی نے مجھکو اس جال میں پھنسا رکھا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ میرے تارے کی سیاہی ہی میرا سیاہ اعمال نامہ ہے یعنی میری نارکی نصیب ہی سے میرا اعمال نامہ سیاہ ہوا ہے -

**درد ناپیدا و بیجا تہمت وارستگی	پردہ دار یاوگی ہے دست مشرب مجھے**

نہیں درد کا دل میں نشان ہے اور نہ آزادی ہی ہے یہ بھی ایک تہمت ہے وہ بھی کچھ بھی نہیں میں ایک یاوہ اور بیہودہ ہوں اور اس بیہودگی کا پردہ ہوتا رہ گیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو ایک وسیع المشرب مشہور کر رکھا ہے جس کی وجہ سے کوئی پابندی اور کسی قسم کی ذمہ داری میرے اوپر عاید نہیں ہوتی -

**اسد بہار تماشائے گلستان حیات	وصال لالہ عذاران سرو قامت ہے**

اے اسد باغ زندگی کی بہار تماشا بس یہی ہے کہ لالہ عذارن اور سرو قامتوں کا وصال میسر ہو -

**شوخی مضراب جولان آبیار نغمہ ہے	برگ ریز ناخن مطرب بہار نغمہ ہے**

مضراب اس چھلّے کو کہتے ہیں جس سے ستار وغیرہ بجاتے ہیں اور برگ ریز دوڑ دھوپ کو کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مضراب کی جولانی نغمہ کی آبیاری ہے اور مضراب کے ناخن کی جو تار پر دوڑ دھوپ ہوتی ہے وہ نغمہ کی بہار ہے گویا نغمہ ایک چمن ہے جس کی پرورش اس طرح ہوتی ہے۔

کس لئے غفلت تجھے تعبیر آگاہی ملے — گوش ہا سیمابی و دل بیقرار نغمہ ہے

غفلت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے غفلت آخر کونسی ایسی شے ہے جس سے تجھے درس آگاہی حاصل ہو اس کے دو ہی ذریعہ ہیں۔ یا کان سے کچھ اس قسم کی باتیں سنے یا دل خود کوئی عبرت حاصل کرے یہاں یہ دونوں بیکار ہیں کان ہیں تو ان میں پارہ بھرا ہوا ہے جس سے وہ بہرے ہو گئے ہیں اور دل ہے تو اس کو نغمہ کی تاثیر یا اشتیاق نے بیتاب و بیخود بنا رکھا ہے۔

ساز عیش بیدلی ہے خانہ ویرانی مجھے — سیل یاں کوک صدائے آبشار نغمہ ہے

میری بیدلی بنائے فراغت ہے اور اس عیش بیدلی کا ساز میرے لئے میری خانہ ویرانی ہے اور وہ سیلاب خانہ ساز آبشار نغمہ کی صدا کے کوک ہے۔ جو باعث عیش ہے۔

سنبلی خواں ہے بہ ذوق تار گیسوئے دراز — نالۂ زنجیر مجنوں رشتہ دار نغمہ ہے

سنبلی اور عمل گیسو۔ موسیقی میں دو آوازوں یا دو دھنوں کا نام ہے اور سنبل کو گیسو سے تشبیہ بھی دیتے ہیں اسی لفظی رعایت پر شعر کے خیال کی بنیاد ہے کہتے ہیں کہ زنجیر مجنوں کی آواز گویا نغمہ کی رشتہ دار ہے یعنی نغمہ سے ملتی جلتی اور اسی کے قریب ہے کیونکہ یہ بھی محبوب کے گیسوئے دراز کی یاد میں سنبلی خواں ہے سنبل۔ گیسو۔ سنبلی زنجیر ایک طرف رشتہ۔ تار نغمہ سنبلی ایک طرف سب مراعات لفظی ہیں اور بس۔

خود فروشی ہائے ہستی بسکہ جائے خندہ ہے — ہر شکست قیمت دلہا صدائے خندہ ہے

چونکہ ہستی کی خود نمائیاں اور خود فروشیاں قابلِ تضحیک ہیں اس لئے وہ
صدا جو شکستِ قیمت اسے دل سے آتی ہے اس سے بھی خندہ حقارت کی صورت
مترشح ہوتی ہے اور وہ دلوں کی شکستِ قیمت کی آواز بھی فرمائشی قہقہہ معلوم ہوتی ہے

نقشِ عبرت در نظر یا نقدِ عشرت در بساط ۔۔۔ دو جہان وسعت بقدرِ یک فضائے خندہ ہے

حالت یہ ہے کہ نقوشِ عبرت نظر میں ہیں اور نقدِ عشرت بساط میں ہے گویا کہ
دو جہان کی فراخی بقدر ایک فضائے خندہ کے ہے۔

جائے استہزا ہے عشرت کوشیِ ہستی اسد ۔۔۔ صبح و شبنم فرصتِ نشو و نمائے خندہ ہے

اے اسد دنیا یا ہستی کی کوششِ عشرت ہنسنے اور مذاق اڑانے کے قابل ہے
تجھے معلوم ہے کہ یہ صبح اور شبنم کیا ہیں۔ صبح بھی ایک خندہ کی فرصت ہے اور شبنم
بھی یعنی صبح بھی روزانہ ایک مرتبہ بطریق استہزا دنیا کی عشرت کوشی پر ہنس لیا کرتی
ہے اور شبنم بھی خندہ صبح شعرا میں مسلم ہے شبنم کا خندہ اس وجہ سے کہا کہ قطرات کو
صاف دانتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اسی وجہ سے شبنم کو شبنم کا ہنسنا کہا گیا ہے۔

حسنِ خوباں بسکہ بے قدرِ تماشا ہو گیا ۔۔۔ آئینہ اک دستِ ردِ امتناعِ جلوہ ہے

حسینوں کے تماشائے حسن کی چونکہ اس زمانہ میں بالکل قدر جاتی رہی ہے اسلئے
اس زمانہ میں آئینہ بھی ایک ہاتھ سا معلوم ہوتا ہے جو اشارہ سے جلوہ کو اپنی طرف آنے
سے منع کرتا ہے۔

تمثالِ جلوہ عرض کر اے حسن کب تلک ۔۔۔ آئینۂ خیال کو دیکھا کرے کوئی

اے حسن تو دستِ جلوہ کی کب تک تصویر پیش کرے گا کہاں تک کوئی بیٹھا ہوا خیال کے
آئینہ کو دیکھا کرے مطلب یہ ہے کہ خیال کرتے کرتے عاجز آگئے اب ضرورت اس کی
ہے کہ جلوہ دکھائے۔

وحشت کہاں کہ بیخودی انشا کرے کوئی ۔۔۔ ہستی کو لفظِ معنیٔ عنقا کرے کوئی

ایسی وحشت کہان سے آئے کہ کوئی بیخودی پیدا کرے اور ہستی کو معدوم ثابت کرے

عرض سرشک پر ہے فضائے زمانہ تنگ　　صحرا کہان کہ دعوت دریا کرے کوئی

اگر مین رونے پر آؤن تو میرے آنسو اس قدر ہین کہ زمانے مین سما نہین سکتے اسی لئے مین رونے کا ارادہ ہی نہین کرتا۔ اگر صحرا ہو تو دریا کی دعوت کرون جب صحرا ہی نہین تو دریا کی دعوت بیکار ہے۔

وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہے اسد　　دکھلا کے اسکو آئینہ توڑا کرے کوئی

آئینہ دکھا کر توڑنا اس لئے ہے کہ وہ اپنے جواب کو اپنی آنکھ سے دیکھ لے اور اُس کا غرور یکتائی قائم نہ رہے اور آئینہ کے ہر ٹکڑے مین اس کا ایک جواب نظر آئے کسی کا شعر ہے ؎

نظر آتے کبھی کاہے کو اتنے خوبرو اک جا
یہ حسن اتفاق آئینہ اُن کے روبرو ٹوٹا

باغ تجھ بن گل نرگس سے ڈراتا ہے مجھے　　چاہون گر سیر چمن آنکھ دکھاتا ہے مجھے

مین ہجر کے عالم مین تیرے بغیر اگر سیر گلشن کے واسطے جاتا ہون تو باغ مجھکو ڈراتا ہے اور یہ ڈرانا اس طرح ہے کہ مجھے نرگس کے پھول دکھاتا ہے مین گل نرگس کو دیکھ کر سمجھتا ہون کہ مجھے چشم نمائی کی جا رہی ہے۔ آنکھ دکھانا محاورہ نہین ہے بلکہ آنکھین دکھانا محاورہ ہے اور غالباً اسی نقص پر نظر رکھ کر مرزا نے اس مطلع کو یون بدل دیا ہے ؎

باغ پاکر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

شور تمثال ہے کس رشک چمن کا یارب　　آئینہ بیضۂ بلبل نظر آتا ہے مجھے

اے خدا یہ کس رشک چمن کے عکس نے اس کو سودائی بنایا ہے کہ آئینہ بیضۂ

بلبل معلوم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ بلبل گل کی عاشق ہے اور بیضۂ بلبل سبب خلقت بلبل ہے جس سے عشق پیدا ہوگا یعنی آئینہ ہیولائے عشق بن کر رہ گیا ہے۔

میں ہوں وہ حیرت جاوید مگر ذوق خیال　　بہ فسون نگہ ناز ستاتا ہے مجھے

میری حالت تو یہ ہے کہ ہمیشہ کے واسطے سراپا حیرت بن کر رہ گیا ہوں مگر میرا ذوق بہ ابر نگاہ ناز کے افسون میرے اوپر دم کر رہا ہے اور مجھے ستا رہا ہے یعنی خیال برابر امید وصال دلا رہا ہے اور مجھے عاجز کر رہا ہے۔

حیرت فکر سخن ساز سلامت ہے اسد　　دل پس زانوئے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

فکر سخن میں جو مجھے حیرانی ہوتی ہے یہ میرے واسطے ساز سلامتی ہے میرا دل گویا اس حالت میں مجھے ایک آئینہ کی آڑ میں چھپا کر اور محفوظ کر کے بٹھا دیتا ہے اور میں دنیا کے دوسرے افکار سے نجات پاتا رہتا ہوں۔

یاد رکھئے التفات ناز ہائے اولیں　　آشیان طائر رنگ حنا ہو جائیے

معشوق کے گزشتہ التفات ناز کو یاد کئے جائیے وہ التفات ناز گویا کہ ایک طائر رنگ تھا جو اب اڑ گیا ہے مگر اس صورت میں کہ اس التفات ناز کو خیال میں رکھئے تو گویا رنگ حنا کا آشیانہ ہو جاتا ہے خیال کے الجھاوے میں سررشتہ معانی میں گتھلیاں پڑ گئی ہیں

لطف عشق ہر یک انداز دگر دکھلائے گا　　بے تکلف اک نگاہ آشنا ہو جائیے

ہر ایک کے عشق کا لطف ایک دوسرا انداز دکھائے گا اور طرح طرح کے تجربے ہوں گے لہذا اچھا سیدھا یہ ہے کہ سراپا ایک نگاہ آشنا ہو جائیے۔ اس کے ذریعے ہر ایک سے عشق پیدا ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ سے متنوع تجربات کا فائدہ ہوگا۔

داد از دست جفائے صدمۂ ضرب المثل　　گر بہ افتادگی چون نقش پا ہو جائیے

دنیا کے آلام و مصائب سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہی نہین ہے اور اس سے کسی طرح نجات ہو ہی نہین سکتی اگر سراپا عجز بن کر اور سراسر افتادگی کی صورت اختیار کر کے نقش قدم بن جائیے تب بھی انہین آفتون اور مصیبتون کا سامنا ہوتا رہے گا۔ نقش قدم پر بھی برابر دوسرے نقش قدم پڑتے ہین اور یہ گویا صدمات ضرب المثل ہین یا یہ کہ اگر ہمہ تن افتادگی ہو جائیے تب بھی نقش قدم سے مثال دیجائے گی اور یہ بھی باعث جفا و صدمہ ہو گی۔ ضرب المثل مین خود لفظ ضرب موجود ہے جس کے معنی تکلیف اور رنج پہونچنے کے ہین۔ غرض دنیا مین کسی صورت سے آسودگی ممکن نہین۔ اس شعر مین لفظی گورکھ دھندا ہے جس کا سلجھانا اور اُلجھنے کا باعث ہو جاتا ہے۔

غم و عشرت قدمبوس دل تسلیم آئین ہے
دعائے مدعا گم کردگان عشق آمین ہے

غم ہو یا عشرت ہو جو دل کہ خوگر تسلیم ہو چکے ہین یہ دونون ان کی قدمبوسی کرتے ہین اور دونون اُن کے پاؤن چومتے ہین۔ کیونکہ وہ لوگ محو عشق ہو کر تعین مدعا سے بے نیاز ہو گئے ہین نہ غم سے اُن کو کوئی صدمہ پہونچتا ہے اور نہ عشرت سے ان کو کوئی راحت ہوتی ہے۔ اُن کی دعا صرف آمین ہے۔ وہ غم پر بھی آمین کہتے ہین اور عشرت پر بھی لبیک کہتے ہین۔

تماشا ہے کہ ناموس وفا رسوائے آئین ہے
نفس تیری گلی مین خون ہوا بازار رنگین ہے

ہائے کیا قیامت ہے کیا تماشا ہے کہ آئین وقانون دنیا نے میری ناموس وفا کو رسوا کر دیا ہے بھلا اس رسوائی کی کوئی حد ہے اور اس ظلم کا کوئی ٹھکانا ہے کہ مین قتل تیرے کوچہ مین ہوا۔ اور میرا خون تیری گلی مین ہوا اور تمام بازار اس سے رنگین ہو رہا ہے۔ ریاض کا ایک شعر ہے۔

ہمارا خون مقتل کی زمین پر
نہ دامن پر نہ اُنکی آستین پر

ہمارا دیکھنا گر ننگ ہے سیر گلستان کر
شرار آہ سے موج صبا دامان گلچین ہے

معشوق سے خطاب ہے کہ اچھا اگر ہمارا دیکھنا تیرے لئے باعث ننگ ہے
تو یہی سہی ہم کو نہ دیکھ۔ بلکہ یہ سمجھ کر دیکھ کہ ہم گلستان کی سیر کر رہے ہیں کیونکہ ہماری
آہ کے شراروں سے موج صبا دامن گلچیں بنی ہوئی ہے۔ اور فشانی تمام شرار ہی
شرار ہیں یا یہ کہ دونوں صورتیں بہتر ہیں ہمارا حال اور رنگ گلستان ملتا جلتا ہے
ہم کو نہ دیکھ سیر گلستان کر لے اسی سے ہمارا حال آئینہ ہو جائے گا۔

پیام تعزیت پیدا ہے انداز عیادت سے ۔۔۔ شب ماتم ہے داماں دود شمع بالیں کا

شمع بالین بظاہر تو ہماری عیادت کے لئے بالین پر آئی ہوئی ہے مگر اس کا
انداز ایسا ہے کہ اس سے تعزیت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں کیونکہ اس کے داماں دود
میں ایک شب ماتم چھپی ہوئی ہے۔ جو سیاہ ہے اور یہ سیاہی نشان تعزیت ہے دود شمع
کے دامن کے نیچے شب ماتم ہونا یا یہ بلحاظ واقعہ کہا ہے یا اس لیے کہ ماحصل دود شمع سیاہی
ہے جو مشابہ ہے رات سے۔

زبس جز حسن منت ناگوارا ہی طبیعت پر ۔۔۔ کشاد عقدہ محو ناخن دست نگاریں ہے

میری طبیعت کو حسن کے سوا کوئی احسان پسند نہیں ہے اور معشوق سے اور کسی چیز کی
تمنا نہیں ہے اسی وجہ سے میرے عقدۂ مشکل کی کشایش اس کے ناخن دست رنگین میں
محو ہو کر رہ گئی ہے۔ اور سلجھنے کا نام نہیں لیتی۔

نہیں ہے سر نوشت عشق غیر از بے دماغی ہا ۔۔۔ جبیں پر میری تمثال قدرت خط چیں ہے

عشق کی تقدیر میں سوائے دماغی [illegible] کے [illegible]
کھینچے ہیں وہ جبین پیشانی بن کر رہ گئے ہیں جو نشان بے دماغی اور علامت نازک
مزاجی ہیں۔

بہار باغ پامال خرام جلوہ فرمایاں ۔۔۔ حنا سے دست شوخ کشتگان تیغ رنگیں ہے

محبوبان جلوہ فرما کا خرام [illegible] انداز [illegible] کہ بہار باغ اس کے

سامنے پس کر رہ گئی ہے اُن کے ہاتھوں مین مہندی ہے اور کشتون کے خون سے تلوار رنگین ہے اور اس عالم مین رشک بہا رہے ہوے ہین -

بیابان فنا ہے بعد صحرائے طلب غالبؔ — پسینہ توسن ہمت کا سیل خانہ زین ہے

اے غالب صحرائے طلب کے بعد بیابان فنا آتا ہے توسن ہمت کا پسینہ خانہ زین کو بہا لیجاتا ہے یعنی اس عالم کے بعد عالم بے نیازی آتا ہے -

دیکھتا ہون وحشت شوق خروش آمادہ سے — فال رسوائی سرشک سر بصحرا دادہ ہے

وہ شوق جو جوش خروش پر آمادہ ہے اُس کی وحشت کی وجہ سے مین رسوائی کے آثار پا رہا ہون کیونکہ حالت یہ ہے کہ آنسو اس قدر بہے ہین کہ بیکر جنگل تک پہونچ گئے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ اب دنیا پر میرا حال ظاہر ہوگا اسی وجہ سے مجھے فال رسوائی نظر آرہی ہے - سرشک سر بصحرا دادہ ایک جگہ یا دو جگہ اور بھی کہا ہے -

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

بزم ہستی وہ تماشا ہے کہ جس کو ہم اسدؔ — دیکھتے ہین چشم از خواب عدم نکشادہ سے

اے اسد بزم ہستی کی حالت نہ پوچھ یہ ایک تماشا ہے - اس کو ہم دیکھتے تو ہین مگر اس آنکھ سے جو ابھی خواب عدم مین ہے یعنی ہستی کا وجود ابھی حالت عدم ہی مین ہے اور یہ بود سراپا بے بود ہے -

منت کشی مین حوصلہ بے اختیار ہے — دامان صد کفن تہ سنگ مزار ہے

حوصلہ اور ہمت کا اقتضا یہ ہے کہ کسی کا کوئی احسان اپنے سر نہ لیا جائے مگر افسوس کہ منت کشی کے لئے حوصلہ قطعاً بے اختیار ہو جاتا ہے اور مجبوراً منت کشی کرنا پڑتی ہے چنانچہ کفن پانا ایک قسم کی منت کشی ہے - اگر چہ حوصلہ اس سے روگردانی کرے بھی - اور اس احسان سے منہ موڑے بھی تب بھی مجبوراً اس دامان کفن کا احسان اپنے

سر لینا پڑتا ہے۔ جو سنگ مزار کے نیچے ہے۔ سنگ مزار کی سطح زیرین خود داماں صد کفن کی برابر ہے پھر اس صورت میں حوصلہ غریب کیا کرے منت کشی کے لئے مجبور ہے۔

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ منت کشی کی صورت میں حوصلہ بے اختیار ہو جاتا ہے داماں کفن کو دیکھو کہ اسی منت کشی کی بدولت وہ سنگ مزار کے نیچے دبا ہوا ہے پتھر کے نیچے دامن دبنا۔ مجبور ہونے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ گلزار نسیم کا یہ شعر ہے ؎

قسمت سے مفر ہے اب نہ دامن
پتھر کے تلے دبا ہے دامن

عبرت طلب ہے حل معمائے آگہی — شبنم گداز آئینہ اعتبار ہے

کیوں پوچھتا ہے اور کیا پوچھتا ہے آگاہی ایک معما ہے اور اس کا حل ہونا یا حل کرنا عبرت ناک ہے پہلے عبرت پیدا کر پھر معمائے آگاہی کو حل کر۔ واقعہ یہ ہے کہ شبنم آئینہ اعتبار کا ایک گداز ہے۔ اب خیال کر کہ یہ بات کس قدر عبرت ناک ہے کہ ایک ایسی چیز جو بظاہر زینت معلوم ہوتی ہے اصل میں تباہی ہے اور یہ تمام عبرت معمائے آگاہی کے حل ہونے سے حاصل ہوئی ہے۔

خجلت کش وفا کو شکایت نہ چاہئے — اے مدعی طلسم عرق بے غبار ہے

جو لوگ وفا کی خجلت اٹھا رہے ہیں اور شرمندہ ہو رہے ہیں ان کو شکایت نہ کرنا چاہئے۔ اے مدعی وفا کچھ خبر بھی ہے وہ عرق جو خجلت وفا سے آتا ہے اس کی مثال ایک طلسم کی ہے جو شکایت کے گرد و غبار سے بالکل پاک ہے۔ لہذا خجلت وفا کا مدعی ہے تو شکایت نہ کر۔

کیفیت ہجوم تمنا رسا اسد — خمیازہ ساغرئے رنج خمار ہے

اے اسد ہجوم تمنا کی کیفیت کو تو کیا سمجھتا ہے یہ نہایت ہی رسا ہے۔ خمیازہ کو خمیازہ نہ سمجھ بلکہ یہ ایک ساغر ہے جس میں رنج و تکلیف خمار کی شراب بھری ہوئی ہے یہ کیفیت ہجوم تمنا نہایت ہی رسا ہے۔

زنجیر یاد پڑتی ہے جادے کو دیکھ کر — اس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے

جادہ سے مراد نشان زنجیر۔ اور وہ خطوط جو زنجیر کے کھنچنے سے پڑ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں جیسے زنجیر کے نشانات دیکھ کر زنجیر یاد آجایا کرتی ہے۔ اسی طرح مجھے نگاہ کی صورت دیکھنے سے وہ آنکھ یاد آتی ہے

سودائی خیال ہے طوفان رنگ و بو — یاں ہے کہ داغ لالہ دماغ بہار ہے

خیال کا سودائی یعنی وہ سودائی جس کو ہزارہا خیال آرہے ہیں جس کے سامنے خیال کے ذریعے سے باغ کی ایک تصویر کھنچی ہوئی ہے۔ وہ اصل میں رنگ و بو کا ایک طوفان ہے۔ ایک لالہ کے داغ میں سامان بہار نہیں پیدا ہو سکتا۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ سودائی خیال لالہ کا داغ ہے اور اس کا خیال ایک طوفان رنگ و بو ہے جسے دماغ بہار کہا جا سکتا ہے۔

بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے — حیرت شہید جنبش ابروئے یار ہے

حیرت ایک آئینہ تھی اور معشوق کی جنبش نگاہ ایک زلزلہ جس سے کہ ابروئے یار کو جو طاق کی مانند ہے جنبش ہوئی حیرت جاتی رہی اور شہید ہو کر رہ گئی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ زلزلہ میں طاق پر سے ایک آئینہ گر کر ٹوٹ جائے۔

حیراں ہوں شوخی رگ یاقوت دیکھ کر — یاں ہے کہ صحبت خس و آتش برار ہے

میں یاقوت اور یاقوت کے خطوط باریک کو دیکھ رہا ہوں اور حیران ہو رہا ہوں۔ آج تک میں نے آگ اور پھونس کو کہیں ایک جگہ نہیں دیکھا تھا۔ مگر یہاں دیکھ رہا ہوں۔ خطوط یاقوت کی تشبیہ رگ یاقوت سے اور سرخی کو آگ سے استعارہ کیا ہے۔

بہ حلقۂ خم گیسو ہے راستی آموز — دہان مار سے گویا صبا نکلتی ہے

معشوق کی زلف خم بہ خم کے حلقوں سے صبا کا گزرنا ایسا ہے۔ جیسا کہ سانپ کے منہ سے ہوا نکلنا یا ہوا کا سانپ کے منہ سے ہو کر گزرنا۔ خم گیسو کی صفت راستی آموز اس لئے لائی گئی ہے کہ وہ آمادہ راستی ہیں۔ یا یہ کہ راستی سکھاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حلقہ سے جو چیز نکلے گی وہ سیدھی ہو کر گزرے گی۔

برنگ شیشہ ہوں یک گوشۂ دل خالی — کبھی پری مری خلوت میں آنکلتی ہے

جیسے شیشہ ایک دل خالی کی طرح ہے ایسے ہی میں بھی ایک شیشہ کی طرح دل خالی ہوں جیسے شیشہ میں کبھی کبھی پری آجاتی ہے اسی طرح یہاں بھی کوئی خیال معشوق آنکلتا ہے۔

ہو انتظار سے شرر آباد رستخیز — مژگان کوہ کن رگ خارا کہیں جسے

مژگان کوہ کن جو رگ سنگ بن کر رہ گئی ہیں وہ انتظار کی وجہ سے نمونہ قیامت کی طرح معلوم ہوتی ہیں شرر آباد اس لئے کہا گیا کہ وہ رگ سنگ کی طرح ہیں اور رگ سنگ سے ہمیشہ آگ نکلتی ہے رستخیز اس لئے کہ پلکوں میں بھی اٹھنے اور بیٹھنے کا مادہ ہوتا ہے۔

کس فرصت وصال پہ ہے گل کو عندلیب — زخم فراق خندۂ بیجا کہیں جسے

اے بلبل تو نے کچھ سمجھا یہ کیا ماجرا ہے گل نے اپنے محبوب سے آخر ایسا کتنا وصل کا زمانہ پایا تھا۔ اور ایسی کونسی فرصت وصل اور فراغت عیش اسے نصیب ہوئی تھی جواب اسکے فراق میں اس کے دل میں یہ زخم پڑے ہوئے ہیں جنھیں اہل دنیا غلطی سے خندۂ بیجا کہتے ہیں۔ گل کے خندہ کو خندۂ بیجا اسلئے کہا ہے کہ اس کی ہنسی کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

یارب ہمیں تو خواب میں بھی مت دکھائیو — یہ محشر خیال کہ دنیا کہیں جسے

دنیا کو معدوم سمجھ کر ایک محشر خیال سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کے لئے خدا سے

التجا ہے کہ اے خدا اس محشر خیال سے خواب میں بھی ہمارا واسطہ نہ ڈالنا - دنیا کو محشر خیال کہنا بہت لطیف ہے اور خواب میں محشر خیال لطیف تر -

پھونکتا ہے نالہ ہر شب صور اسرافیل کی — ہمکو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ڈھیل کی

اے ہنگامۂ محشر ہم رات کو نالہ کرکے صور اسرافیل پھونکتے ہیں اور صور کا پھونکنا نشان ہے قیامت کے آنے کا مگر اے قیامت تو نے بڑا اندھیر مچایا ہے اور بڑی ڈھیل ڈال رکھی ہے کہ تو آ ہی نہیں چکتی - یہ خیال عرفی نے پہلے اس صورت میں ادا کیا تھا -

صبحم نبود در دم این صور شیون زائے من
آسمان من قیامت گردد از غوغائے من

صور کو ہمیشہ مذکر بولتے ہیں اور اسکو خلاف مونث لکھا ہے -

کی ہیں کس پانی سے یاں یعقوب نے آنکھیں سفید — ہے جو آئی پیرہن ہر موج رود نیل کی

الفاظ کی رعایت پر خیال کی بنا رکھی گئی ہے اور طلسم الفاظ کے سوائے شعر میں اور کچھ نہیں ہے کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دریائے نیل کی ہر موج آبی ہے - آبی ہلکے نیلے رنگ کو کہتے ہیں پھر جب یہ ہے تو آخر یعقوب نے کون سے پانی سے آنکھیں سفید کی ہیں - حالانکہ ہر موج کا پیرہن آبی ہے -

عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغ گرد راہ — آج تنخواہ شکستن ہے کلہ جبریل کی

تیرے قدموں کی برکت سے گرد راہ کا دماغ عرش پر پہونچگیا ہے آج جبریل کی کلاہ افتخار سزاوار شکستن ہے -

مدعا در پردہ یعنی جو کہوں باطل سمجھ — وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسم انجیل کی

وہ فرنگی زادہ محبوب انجیل کی قسم کھاتا ہے اور در پردہ اس کا مدعا یہ ہے کہ میں جو کچھ کہوں اس کو باطل سمجھ کیونکہ انجیل وہ کتاب آسمانی ہے جو منسوخ ہو چکی ہے اور جس کا کوئی حکم قابل عمل نہیں رہا -

خیر خواہ دید ہون از بہر دفع چشم زخم — کھینچتا ہون اپنی آنکھون مین سلائی نیل کی

مین وہ طالب دید ہون کہ جمال یار کا ہر حالت مین خیر خواہ ہون اس لئے ہنگام دید اپنی آنکھون مین دفع نظر بد کے لئے نیل کی سلائی پھیر لیتا ہون۔ نیل کی سلائی پھیرنا اندھا کرنے کو کہتے ہین اور قاعدہ ہے کہ دفع نظر بد کے لئے کالا ٹیکا یا نیل کا ٹیکا بچون کے لگا دیا کرتے ہین۔ یا اپنی دید کا خیر خواہ ہون اور اس کے نظر نہ لگنے کے لئے یہ سب کچھ کرتا ہون۔ اس شعر مین بھی الفاظ کا طوفان ہے جو معانی کے بہانے پر آمادہ ہے۔

نالہ کھینچا ہے سراپا داغ الفت ہون اسد — کیا سزا ہے میرے جرم آرزو تاویل کی

اے اسد مین نے نالہ کیا ہے اور اس جرأت نے مجھے سراپا داغ کر دیا ہے واقعی مین نے یہ جرم کیا ہے اگرچہ اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ آرزو نے ایسا کرنے پر مجھے مجبور کیا پھر بھی یہ جرم ہے اور کیا بتاؤن کہ اس کی کیا سزا ہے۔

کیا ہے ترک دنیا کاہلی سے — ہمین حاصل نہین بے حاصلی سے

ہم نے دنیا کو کاہلی سے ترک کیا ہے از راہ قناعت ترک نہین کیا ہے یہ پیشہ بے حاصلی جو ہم نے اختیار کیا ہے ہم کو اس سے کچھ حاصل نہین ایک جگہ اسی خیال کو یون کہا ہے ؎

شگفتہ ہے نہ فراغت سے یہ ترک جستجو
ہمین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہے

خراج دہ دہ ویران یک کف خاک — بیابان خوش ہون تیری عاملی سے

دہ ویران کا محصول کچھ نہین ہوتا جیسا کہ سعدی علیہ الرحمہ کہتے ہین ؎

کہ سلطان نخواہد خراج از خراب

اسی لئے بیابانون کو خوشی کا مژدہ ہے کہ تو عامل ہے۔ اور کچھ ان کو دینا نہین ہے۔

پراَفشان ہو گئے شعلے ہزاروں   رہے ہم داغ اپنی کاہلی سے

ایک شعلے ہیں کہ پراَفشاں ہو گئے اور اڑ رہے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ اپنی کاہلی کی بدولت وہی داغ کے داغ رہے اور کوئی ترقی نہ کر سکے۔

عرش گیا وہی سے   ایک ہم ہیں کہ کبھی ضعف نے اٹھنے نہ دیا
ایک ذرہ ہیں ہوا پر جو سنبھل جاتے ہیں

اسدؔ قربان لطف جور بیدل   خبر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

اس شعر میں بھی معنی کی بجائے زیادہ تر مراعات الفاظ سے کام لیا ہے مطلب شعر صاف ہے۔

نگاہ اس چشم کی افزوں کرے ہے ناتوانائی   پر بالش ہر وقت دید مژگان تماشائی

اس آنکھ کی نگاہ دیکھنے والے کے ضعف میں اضافہ کر دیتی ہے تو کہ جس کو مژگان تماشائی کہتے ہیں دراصل وہ تماشائی کی نگاہ یا خود تماشائی کے تکیہ بالین بیماری کے پر ہیں۔

شرار سنگ سے پا در حنا گلگون شیریں ہے   ہنوز اے تیشہ فرہاد عرض آتشیں پائی

اے تیشۂ فرہاد تیری شرر فشانی سے شیریں کے سمند تیز رفتار کی کیفیت یہ ہے کہ برابر شرار سنگ کو روندتا جا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں میں حنا لگی ہے مگر ہنوز تیری وہ بیقراریاں اور آتش افشانیاں کم نہیں ہوئی ہیں یعنی اب تیری بیقراری سے محبوب بھی بے قرار ہے مگر تو باز نہیں آتا۔

غرور دست رد نے شانہ توڑا فرق ہدہد پر   سلیمانی ہے ننگ بیدماغان خود آرائی

دست رد کسی چیز کو رد کرنے والا ہاتھ۔ واپس دینے والا ہاتھ۔ شانہ شکستن خائف کر دینا۔ خائف ہو جانا۔ شانہ سر۔ ہدہد۔ ہدہد ایک معروف پرندہ۔ سلیمانی حکمرانی۔ بیدماغ

نازک مزاج۔ خود آرائی زینت۔ مطلب یہ ہو کہ نازک مزاجون اور بے دماغون کے لئے سلیمانی تنگ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو خود آرائی کی وجہ سے بے دماغ ہو گئے ہین اُن کے واسطے سلیمانی اور بادشاہی یا ملک گیری باعث شرم ہے انھون نے اپنے دست رد سے سلیمانی کو واپس دیکر ہدہد کو خائف کر دیا۔ خائف کرنا اس وجہ سے ہے کہ سلیمانی ہدہد کے لئے ایک بہت بڑی چیز ہے وہ بھی ان کے استغنا کو دیکھ کر خائف ہوا۔ مناسبات لفظی کی اس شعر مین بھی بھرمار ہے۔ اور تخیل کا زیادہ حصہ اسی مناسبت کے کام آیا ہے۔ شانہ۔ شانہ سر فرق۔ ہدہد سلیمانی۔ خود آرائی۔ یہ سب الفاظ شطرنج کے مہرون کی طرح ایک دوسرے کے زور پر اپنا اپنا کام کر رہے ہین مگر کوئی چال نہین نکلتی۔

جنون افسردہ و جان ناتوان اے جلوہ شوخی
گئی یک عمر خودداری بہ استقبال رعنائی

میری خودداری کی پوری زندگی رعنائی کا استقبال کرتے کرتے گزر گئی اور اب یہ عالم ہے کہ جنون افسردہ ہو گیا ہے۔ اور جان ناتوان ہو کر رہ گئی ہے اسلئے جلوہ حسن یار اب تو خدا کے لئے اپنی شوخی دکھا کہ جنون کی افسردگی اور جان کی ناتوانی جائے۔

نگاہ عبرت افسون گاہ برق و گاہ مشعل ہے
بہ ہر خلوت و جلوت حاصل ذوق تنہائی

ہماری نگاہ جو ہر وقت ہمارے اوپر عبرت کا افسون دم کرتی ہے یا ہماری وہ نگاہ جسے افسون عبرت یاد ہے اپنی تاثیر افسون گری سے ہمین برابر نیرنگیان دکھا رہی ہے کبھی برق کی صورت بن کر جلوت مین تمام عالم دکائنات عالم کو جلا دیتی اور نظرون سے پنہان کر دیتی ہے اور کبھی شمع کنج خلوت بن جاتی ہے۔ غرضکہ ہر جگہ ہم تنہا رہتے ہین۔ اسی مضمون کو بالکل برعکس فرماتے ہین ؎

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہ ہو

خدایا غیرت ہونگ امتیاز و نالہ موزون ہے
جنون کو سخت بیتابی ہے تکلیف شکیبائی

اگرچہ ضبط نالہ و زاری سے مجھ مین ایک صورت امتیازی ضرور ہے مگر اے میرے خدا

یعنی اس سے باز آیا رنگ امتیاز کو خون کرکے میرے نالے کو موزون بنا دے میرے جنون کے لئے یہ شکیبائی کی تکلیف بیتابی کا کام دے رہی ہے۔

خرابات جنون مین ہے اسد وقت قدح نوشی ‌ بعشق ساقی کوثر بہار بادہ پیمائی

اے اسد میخانہ جنون مین قدح نوشی کے وقت ساقی کوثر کے عشق مین بہار بادہ پیمائی کا لطف آتا ہے۔

بسکہ زیر خاک با آب طراوت راہ ہے ‌ ریشہ ہر تخم کا دلو اندرون چاہ ہے

چونکہ خاک کے نیچے آب طراوت مخفی ہے اور اسی کے نیچے سے ریشہ ہو کر جاتا ہے اس لحاظ سے ہر تخم مین جو ایک ریشہ نکلتا ہے وہ گویا ہر ایک تخم کا ڈول ہے جو چاہ زیر زمین سے اب طراوت اس کے ذریعہ سے کھینچ رہا ہے۔ نباتات کے نشو نما کی حقیقت بیان کی ہے گویا خاک مین ملنا طراوت کی طرف راستہ پیدا کر لینا ہے۔

خاک مین ملتا ہے دانہ سبز ہونے کے لئے

عکس گلہائے سمن سے چشمہائے باغ مین ‌ فلس ماہی آئینہ پرداز داغ ماہ ہے

چنبیلی کے پھولون کا عکس جو باغ کے چشمون مین پڑ رہا ہے اس سے ماہیان چشمہ کے فلس ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے چاند کے اندر داغ یعنی پانی چاند کی طرح جھلکا رہا ہے اور اس مین مچھلیون کے فلس داغ ماہ ہین۔

وان سے ہی تکلیف عرض بیدماغی ہائے دل ‌ یان صریر خامہ مجکو نالہ جانکاہ ہے

ان کی بے پروائی یا استغنا کی وجہ سے ضرورت ہے اس بات کی کہ مین اپنی بے دماغیون اور دل کی نازک مزاجیون کا حال لکھون یا ان کی خواہش ہے کہ مین اپنے دل کی یہ کیفیات قلم بند کر دون اور میری حالت یہ ہے کہ قلم کی آواز تحریر مجکو ایک نالہ جانکاہ معلوم ہوتی ہے۔

حسن و رعنائی مین ہم صد سر و گردن فرق ‌ سرو کی قامت پہ گل اک دامن کوتاہ ہے

حسن اور رعنائی میں سوسن اور گردنوں کا فرق معلوم ہوتا ہے سرو کے قد پر گل کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ وہ ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ ایک تنگ پیراہن پہنے ہوئے ہے۔ یعنی وہم ہوتا ہے کہ حسن اور رعنائی میں کافی فرق ہے۔ اس شعر میں تخیل ناتمام رہ گئی ہے۔ ایک جگہ ایک ایسا ہی مضمون مکمل صورت میں یوں کہا ہے۔

سمجھ اس فصل میں کوتاہی نشوونما غالبؔ
اگر گل سرو کے قامت پہ پیراہن نہ ہو جائے

رشک ہے آسائشِ اربابِ غفلت پر اسدؔ — پیچ و تابِ دل نصیبِ خاطرِ آگاہ ہے

اے اسد مجھے ان لوگوں پر بڑا رشک آتا ہے جو غافل ہیں اور جنھیں کوئی غم اور فکر نہیں ہے۔ پیچ و تاب ان لوگوں کے لئے ہے جو آگاہ ہیں اور ہر مصیبت اور اندیشہ انھیں کے واسطے ہے۔ میرا شعر ہے۔

دشمنِ راحت ہے ہستی میرا احساسِ خرد
مجکو دورِ بے حسی میں ہر جگہ آرام تھا

لی ہوش میں آنے کی جو ساقی سے اجازت
فرمایا خبردار کہ نازک ہے زمانا (حالیؔ)

بسکہ چشم از انتظارِ خوش خطاں بے نور ہے — یاں قلم شاخِ گلِ نرگس عصائے کور ہے

چونکہ خوش خطوں کا انتظار دیکھتے دیکھتے آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں اس وجہ سے [illegible] نرگس کے پھول کی شاخ اندھے کے ہاتھ کی ایک لاٹھی معلوم ہوتی ہے۔

بزمِ خوباں بسکہ جوشِ جلوہ سے پرنور ہے — پشتِ دستِ عجز یاں ہر برگِ گل کو طور ہے

معشوقوں کی محفل چونکہ جلووں سے بھری ہوئی ہے اور نور سے [illegible] سامنے تجلی طور [illegible] وادی ایمن میں جلوہ چمکا تھا۔ عاجز معلوم ہوتا ہے اور [illegible] ایک پشتِ دستِ عجز معلوم ہوتا ہے۔

ہوں تصور ہائے ہمدوشی سے پیوستہ طرز — سینۂ آغوشِ خوباں سا [illegible] ہے

یعنی ہمہ وقت ساقی کا تصور کر رہا ہوں اور اس میں ایسا مست و مدہوش ہوں کہ معلوم ہوتا ہے میں نے شراب پی لی ہے معشوقوں کے آغوش کا خیال میری بادہ کشی کیلئے ساغر بلوریں کیا ہے۔

ہے تعجب مردوں کو غفلتہائے اہل دہر سے سبزہ جوں انگشت حیرت در دہان گور ہے

مردوں کو اہل دنیا کی غفلتوں سے تعجب آتا ہے اور وہ سخت حیران ہیں اُن کا سبزۂ تربت گویا کہ ایک انگشت حیرت سا ہے یعنی گور انگشت حیرت در دہان ہے۔

حسرت آباد جہاں میں ہے الم غم آفریں نوحہ گویا خانہ زاد نالۂ رنجور ہے

دنیا ایک حسرت آباد ہے یہاں الم سے غم پیدا ہوتا ہے کیونکہ نالۂ رنجور کا نوحہ ایک غلام خانہ زاد ہے یعنی نالہ کے بعد ہی نوحہ کی نوبت آتی ہے۔

کیا کروں غمہائے پنہاں لے گئے صبر و قرار دزد گر ہو خانگی تو پاسباں مجبور ہے

صبر و قرار بھی دل میں رہتے ہیں اور غم بھی دل ہی میں رہتے ہیں میرے غموں نے میرے صبر و قرار کو تاراج کر دیا جب چور خانگی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے والا مضمون ہے۔

ہو گیا ناتوانی ہی نقشہ حیرت مجھے بے سخن تبخالۂ لب دانۂ انگور ہے

میرا ناتواں ہو جانا میرے لئے نقش حیرت کا کام دیتا ہے بغیر سخن کہے ہوئے میرے لب پر جو تبخالہ ابھرا ہوا ہے وہ گویا انگور کا دانہ ہے۔ گویا عشق ایجاد شراب حیرت ہے

[illegible] اس جگہ انگشت سلیمان نقش پائے مور ہے

پیغمبروں کا شرف [illegible] کہتے ہیں کہ جانشین رسول حضرت علی کرم اللہ وجہہ [illegible] سلیمان [illegible] [illegible] ہے۔

ہے وہاں تکلیف عرضِ بیدماغی اور آہ   یاں صریرِ خامہ مجکو نالۂ رنجور ہے

ایک شعر جو ابھی لکھا ہے یہ بھی وہی ہے صرف اس کی ردیف بدل دی گئی ہے لہذا اس کی شرح اسی کے تحت میں ملاحظہ کیجئے شعر یہ ہے۔

واں ہے تکلیف عرضِ بیدماغیہائے دل
یاں صریرِ خامہ مجکو نالۂ جانکاہ ہے

اے خیالِ وصل نادر ہے مے آشامی تری   پختگی ہائے کبابِ دل ہوئی خامی تری

اے خیالِ وصل تیری شراب نوشی بھی عجیب قسم کی شراب نوشی ہے اور تجھ میں بہت عجیب باتیں ہیں چونکہ تو خام ہے اس سے دل عشاق کباب ہوئے جاتے ہیں خامی سے پختگی پیدا ہونا ایک عجیب بات ہے یا خیالِ وصل کی خود شراب نوشی یا خیالِ وصل سے شراب نوشی دونوں صورتیں ممکن ہیں۔

پیچ گیا جوشِ صفائے زلف کا اعضا میں عکس   ہے نزاکت جلوہ اے ظالم سیہ فامی تری

زلف کے جوشِ صفا کا اعضا کے اندر عکس پیچ گیا ہے اے ظالم تیری سیاہ فامی بھی کسقدر نزاکت سے بھری ہوئی ہے عجیب شعر کہا ہے کہ زلف کے سیاہ ہونے کے بجائے معشوق کو سیاہ فام کہا ہے۔

برگ ریزی ہائے گل ہے جوشِ زرافشاندنی   باج لیتی ہے گلستان سے گل اندامی تری

پھولوں کی پتیاں جھڑنا ایک قسم کی سونے کی نچھاور ہے جو تیرے اوپر کی جارہی ہے اے ظالم تیری گل اندامی اور نزاکت باغ سے خراج وصول کرتی ہے۔

بسکہ ہے عبرت ادیبِ یادگی ہائے ہوس   میرے کام آئی دلِ مایوس ناکامی تری

عبرت ایک ادیب ہے جو ہوس کی بیہودگیوں کو روکتی ہے۔ اے دل تو جو مایوس ہوا

اور اس سے مجھے عبرت حاصل ہوئی اس وجہ سے تیری ناکامی میرے کام آگئی کہ ہوس وخیرہ سری اور بیہودگی جاتی رہی۔

ہم نشینی رقیبان گرچہ ہے سامان رشک ۔۔۔ لیکن اس سے ناگوار تر ہے بدنامی تری

اگرچہ تیرے پاس رقیبوں کا بیٹھنا میرے واسطے رشک کا سامان ہے اور اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے مگر اس قسم کے رشک اور تکلیف کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے اس سے بھی زیادہ مجھے تیری بدنامی ناگوار ہے اور اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

سر بزانوئے کرم رکھتی ہے شرم ناکسی ۔۔۔ اے اسد بیجا نہیں ہے غفلت آرامی تری

اے اسد غفلت سے تیرا آرام کرنا اور سست آرام رہنا کچھ بیجا نہیں ہے تیری ناکسی کی شرم اس سے اپنا سر زانوئے کرم پر رکھے ہوئے ہے اور حقیقتاً یہ تیرے کام آرہی ہے۔

یہ سرنوشت میں میری ہے اشک افشانی ۔۔۔ کہ موج آب ہے ہر ایک چین پیشانی

مجھ بدنصیب کی قسمت میں ہمیشہ کے لئے آنسو بہانا ہے اور اس سے کسی حالت میں نجات نہیں ہے یہ حالت ہے کہ ہر چین پیشانی جو میری پیشانی میں ہے وہ ایک موج آب معلوم ہوتی ہے۔

نظر بغفلت اہل جہان ہوا ظاہر ۔۔۔ کہ عید خلق پہ حیران ہے چشم قربانی

اہل جہان کی غفلت کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ دنیا کو محو عید قربان دیکھ کر ذبیحہ کی آنکھیں محو حیرانی ہو گئی ہیں اور سوچتی ہیں کہ اے خداے برتر انسان کس قدر فریب خوردہ ہستی ہے کہ اس اسباب ظاہر سے شاد اور ہشاش وبشاش نظر آتا ہے۔

کہوں وہ مصرع برجستہ وصف قامت میں ۔۔۔ کہ سرو ہو نہ سکے اسکا مصرع ثانی

میرا ارادہ ہے کہ تعریف قد معشوق مین ایسا مصرع برجستہ کہون کہ سرو بھی اُسکا مصرع ثانی نہ بن سکے یعنی سرو باوجود برجستگی اور راستی و موزونی اس کا مقابل نہ ہوسکے۔

اسد نے کثرت دلہائے یار سے جانا　　کہ زلف یار ہے مجموعہ پریشانی

اسد نے یہ دیکھکر کہ دنیا کے ہزارون دل اس مین اُلجھے ہوئے ہین اور وہ سب پریشان ہین اُس کی زلف کو یہ سمجھا کہ یہ ایک مجموعہ پریشانی ہے۔

دیوانگی ہے تجکو درس خرام دینا　　موج بہار یکسر زنجیر نقش پا ہے

تجکو خرام ناز کی تعلیم دینا جنون اور دیوانگی سے کم نہین ہے تیرے نقش پا ہم شبیہ موج بہار ہین یعنی زمین پر جو تیرے قدم سے نقش پڑتے ہین وہ ایک زنجیر معلوم ہوتے ہین اور وہ زنجیر موج بہار کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

دریائے مے ہے ساقی لیکن خمار باقی　　تا کوچہ دادن موج خمیازہ آشنا ہے

اس مین شک نہین کہ ساقی ایک دریائے مے ہے لیکن اس کا دریا ہونا خمار کو نہین مٹا سکتا۔ کیونکہ اس دریا کی موج مین بھی صورت خمیازہ معلوم ہوتی ہے کوچہ دادن کے معنی راستہ چھوڑ دینے کے ہین۔

اے غنچہ تمنا یعنی کف نگارین　　دل دے تو ہم بتا دین مٹھی مین تیری کیا ہے

شاعر کف نگارین کو غنچہ تمنا کہکر خطاب کرتا اور کہتا ہے کہ اے کف نگارین اگر تو ہمارا دل ہم کو دے تو ہم بتائین کہ تیری مٹھی مین کیا ہے۔

آشیان تیغ بہار عشق ہون ہنگام قتل　　یان پر پرواز رنگ رفتہ بال تیر ہے

مین قتل کے وقت مین بہار عشق کا آشیانہ بنا رہا ہون اور تیر کے پر میرے واسطے پر پرواز بنے ہوئے ہین۔

وقتِ حسن افروزیٔ زینت طرازاں جائے گل — از نہالِ شمع پیدا غنچۂ گلگیر ہے

زینت اور بناؤ سنگار کرنے کے وقت گل کی جگہ نہالِ شمع سے غنچۂ گلگیر پیدا ہو رہا ہے اور یہ سب ان کی زینت طرازی کا اثر ہے

ریزشِ خونِ وفا ہے جرعہ نوشیہائے یار — یاں گلوئے شیشۂ مے قبضۂ شمشیر ہے

دوستاں کی شراب نوشی گویا خونِ وفا کی خونریزی ہے شیشہ کا گلا گویا تلوار کا قبضہ جو خونریزی کر رہا ہے۔

جو بہ شامِ غم چراغِ خلوتِ دل تھا اسد — وصل میں وہ سوزِ شمعِ مجلسِ تقریر ہے

اے اسد وہ سوزِ غم جو شامِ تنہائی خلوتِ دل میں شمع بنا ہوا تھا شبِ وصل وہی سوزِ شمعِ مجلسِ تقریر بن گیا ہے۔

ذوقِ بے پروا خرابِ وحشتِ تسخیر ہے — آئینہ خانہ مری تمثال کو زنجیر ہے

میرا ذوقِ بے پروا وحشتِ تسخیر کی وجہ سے خراب اور برباد ہو رہا ہے خانۂ آئینہ جس نے کہ میری تصویر کو چاروں طرف سے مسخر کر رکھا ہے۔ وہی اس کے لئے زنجیر بن گیا ہے۔

بیخودی بسکہ خاطرِ بیتاب بن گئی — مژگانِ باز ماندہ رگِ خواب ہو گئی

میرا دل چونکہ بے انتہا بیتاب ہے اور نہایت بے قرار ہے اسی وجہ سے میری رگِ خواب بھی مژگانِ باز ماندہ بن گئی ہے یعنی میری حالتِ خواب بھی بیداری ہو گئی ہے رگِ خواب ایک اصطلاح ہے جس سے سلسلۂ خواب یا عالمِ خواب مراد ہے۔

موجِ تبسمِ لبِ آلودہ مسی — میرے لئے تو تیغِ سیہ تاب ہو گئی

وہ ہونٹ جس پر مسی لگی ہے انکی موجِ تبسم میرے واسطے تیغِ سیہ تاب بن گئی ہے۔

رخسار یار کی جو ہوئی جلوہ گستری — زلف سیاہ بھی شب مہتاب ہوگئی

یار کے رخساروں کی جو جلوہ گستری ہوئی یعنی اس کے رخساروں کا جو نور پھیلا تو اس کی زلف سیاہ بھی چاندنی رات معلوم ہونے لگی۔

بیدل تو انتظار کی طاقت نہ لاسکی — اے جان بر لب آمدہ بیتاب ہوگئی

انتظار کے ظلم نہ اٹھا سکی۔ واہ اے جان بر لب آمدہ واہ بس دیکھ لیا کیا تو بیتاب ہوگئی۔ آخر میں استفہام ہے۔

غالب بسکہ سوکھ گئے چشم میں سرشک — آنسو کی بوند گوہر نایاب ہوگئی

اے غالب چونکہ آنکھوں میں آنسو سوکھ گئے لہذا حالت یہ ہوئی ہے کہ اب ایک آنسو کی بوند بھی گوہر نایاب کا درجہ اور قیمت رکھتی ہے

ہر رنگ سوز پردۂ یک ساز ہے مجھے — بال سمندر آئینۂ ناز ہے مجھے

سوز خواہ وہ کسی قسم کا ہو کہیں ہو میرے واسطے ساز کا ایک پردہ ہے یعنی میرے لئے موجب انبساط ہے۔ چنانچہ دیکھئے بازوے سمندر کو کہ اس کے بازو اور بھی میرے لئے موجب ناز و افتخار رہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں بھی سوز موجود ہے۔

طاؤس خاک حسن نظر باز ہے مجھے — ہر ذرہ چشمک نگہ ناز ہے مجھے

خاک ایک طاؤس ہے (طاؤس بوجہ خاک کے ذروں کی درخشانی کے کہا گیا) جو مجھکو ایک ایسا حسن معلوم ہوتا ہے جو نظر بازی کر رہا ہے اس لئے خاک کا ہر ایک ذرہ نگاہ ناز کی چشمک اور اشارہ بازی معلوم ہوتا ہے۔

آغوش گل ہے آئینۂ ذرہ ذرہ خاک — عرض بہار جوہر پرواز ہے مجھے

ایک ایک ذرہ خاک نے اپنے میرے واسطے آغوش گل ہے اور بہار کی آمد میرے لئے بجا پر پرواز ہے غرض سے مراد آمد بہار۔

ہے بوئے گل غریب تسلی گہ وطن ہر جزو آشیان پر پرواز ہے مجھے

پھولون کی خوشبو ایک مسافر ہے جو تسلی گاہ وطن کو جا رہی ہے گویا کہ آشیانے کا ہر ایک جزو پر پرواز بنا ہوا ہے جو وطن کو لا رہا ہے۔

وحشت بہار نشہ و گل ساغر شراب چشم پری شفق کدہ راز ہے مجھے

مجھے وحشت نشہ کی بہار معلوم ہوتی ہے اور پھول ساغر شراب معلوم ہوتا ہے اور چشم پری ایک راز کا گھر شفق کدہ بوجہ سرخی چشم کے کہا گیا۔

فکر سخن بہانہ پرواز خامشی دود چراغ سرمہ آواز ہے مجھے

میری فکر سخن میرے واسطے خاموشی کا ایک بہانہ بن گئی ہے اور دود چراغ سرمہ آواز بن گیا ہے جو کوئی پوچھتا ہے کہ آخر چپ کیون ہو تو مین اُس سے کہتا ہون کہ فکر سخن مین مصروف ہون اور جو کوئی کہتا ہے کہ کیون نہین بولتے تو کہہ دیتا ہون کہ سرمہ چراغ نے آواز گرفتہ کر دی ہے اس لئے بول نہین سکتا۔

ہے خامہ فیض بیعت بیدل بکف اسد یک نیستان قلمرو اعجاز ہے مجھے

اے اسد قلم میرے ہاتھ مین بیعت بیدل کے فیض سے ایک نیستان ولایت اعجاز بن گیا ہے۔

نگاہ یار نے جب عرض تکلیف شرارت کی دیا ابرو کو چھیڑا اور اس نے فتنے کو اشارت کی

جب نگاہ یار نے چاہا کہ کوئی شرارت برپا ہو جائے تو ابرو کو چھیڑ دیا اور ابرو نے اشارہ کر کے فتنے کو آمادہ شرارت کر دیا۔ اسد تیغے اچھا تیا صدا یک فتنہ برپا ہو گیا

شرمگل تیغ ... بیاد گلشن آرائی عصائے خضر نے نرگس کو دی خود ادارت کی

گل رنگ نے شاہ ہے جب اس نے گلشن آرائی کا انتظام کیا تو نرگس کو ناظر مقرر کیا اور اس کو ایک سبز عصا مرحمت کر دیا - نرگس کا ناظر ہونا یہ سبب اس کے ہے کہ نرگس کو چشم سے مشابہ کرتے ہیں اور سبز عصا سے مراد اس کی شاخ کو کہا ہے -

شبنم بہ فرش عرق کی ہے ذوبان اعضا ۔ تپ خجلت سے کیا بعض گل سے جدا ہوا

طب کا مسئلہ ہے کہ حرارت کے لازم ہونے سے اعضا کا ذوبان یعنی پگھلنا اور گھلنا شروع ہو جاتا ہے اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ آتش تپ خجلت نے رنگ گل کی شبنم میں آتشی حرارت پیدا کی ہے کہ اس کو ذوبان اعضا شروع ہو گیا - کیونکہ یہ شبنم عرق نہیں ہے بلکہ اعضا کا ذوبان ہے جو خجالت سے پیدا ہوا -

زبس نکلا غبار دل بوقت گریہ آنکھوں سے ۔ اسد کھائے ہے میرے سرمے نے آنکھوں سے صفائی

غبار دل جو رونے کے وقت آنکھوں سے نکلا تو گویا اس سرمے نے جو لگایا گیا تھا (جس سے مراد خاموشی ہے) آنکھوں میں روشنی پیدا کی - کیونکہ وہ آنکھوں کی راہ سے ہو کر نکلا - غبار کو بوجہ باریکی سرمے سے تشبیہ دی اور تشبیہ اور اس میں ملاحمت جائز ہے غبار دل کا نکلنا - یعنی اس کا نکلنا -

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ورقِ جادۂ نفس غم کو فرطِ اشتیاق سے — ہر تار یک نفس جادۂ وسعتِ دشت کاٹے

یہ افسوس ہے اس مریضِ غم کی حالتِ زار پر جو اتنا کمزور و ناتواں ہو گیا ہو کہ سانس بھی دشوار ہو نفس کے ساتھ سے یعنی ایک جادۂ نفس بھی طے نہیں کر سکتے ہیں -

اقلیمِ یکتائی کو دیکھ کر فقیر بنا سہل ہو — ہم توکل سے اگر ہاتھ سے اسباب کاٹے

اس شعر میں اہلِ یقین کا حال ہے کہ آدمی کا ہاتھ تنگ ہو جائے اگر وہ توکل کی تلوار سے سب کے ہاتھ کاٹ ڈالے یعنی توکل کرے اور اسباب سے قطع نظر کرے۔ گردن کا ... ہو گا اور ... ہو گا اسباب کو چھوڑ دے اور توکل کر کے بیٹھ جائے -

اسدؔ جیسے ہی کس کے پا کی کہاں جرأت — کہ جس دست و پا ہم شمشیرِ ادب کاٹے

اے اسد تجھ میں اس کے پاؤں چومنے کی کہاں جرأت ہے جس نے ادب کی تلوار سے اپنے ہاتھ پاؤں دونوں کاٹ ڈالے ہوں۔ یعنی میں اس قدر باادب ہو گیا ہوں کہ اس قسم کی جرأت میرے ہاتھ پاؤں سے ممکن ہی نہیں ہے۔ ایک جگہ کہا ہے -

لے تو لوں سوتے میں اس کے پاؤں کا بوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

ہوا جب کم ظرف پر شعلہ سا دو آتشہ — کہ ... ساغر ... بادہ آتش

جب کسی کم ظرف پر ... ہوتی ہے اور ...
قاعدہ مقررہ ہے کہ ... شراب کے ... آتی ہے ...

[illegible]

[illegible]

نہیں ہے مزرعِ الفت میں حاصل غیر پامالی نظر دانہ اشک بر زمین افتادہ آتا ہے

زرعِ الفت کا حاصل سوائے اسکے کہ وہ پامال ہو اور کچھ بھی نہیں ہے گویا کہ آنسو ایک دانہ ہے جو بوجہ پامالی کے خوشے سے جدا ہو کر زمین پر گر گیا ہے یا ایک دانہ ہے جو زمین پر پڑا ہے اور روندا جا رہا ہے۔

محیطِ دہر میں بالیدن از ہستی گزشتن ہے کہ یاں ہر اک حباب آسا شکست آمادہ آتا ہے

دنیا ایک دریائے بے پایان ہے یہاں بڑھنے اور نشو و نما پانے کے معنی یہ ہیں کہ ہستی گزر جائے اور ترک ہستی کرے۔ حباب کو دیکھو کہ اسکا بڑھنا اسکے واسطے شکست کا سامان اور ٹوٹنے کا دیباچہ اور اسکی نشو و نما سامان فنا ہے۔

دیارِ عشق میں جاتا ہے جو سوداگری ساماں متاعِ زندگانی کا بغارت دادہ آتا ہے

عشق کا استعارہ کیا ہے دیار سے اس سے استعارہ کرکے کہتا ہے کہ اس ولایت میں جو کوئی سوداگری کرنے کے لئے جاتا ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگانی کا مال و متاع لٹوا کر آتا ہے۔ زندگانی سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بہت سی زندگانیوں پر پانی پھیر آتا ہے۔

اسد وارستگاں باوصف ساماں بے تعلق ہیں صنوبر گلستاں میں با دلِ آزادہ آتا ہے

اے اسد وارستہ مزاج باوجود سامان کے بے تعلق ہیں صنوبر باغ میں باوجودیکہ اس میں سب برگ و بار موجود ہوتے ہیں مگر پھر بھی بالکل آزاد آتا ہے۔

بہ فکرِ حیرت رم آئینہ پرواز زانو ہے کہ مشکِ نافہ تمثالِ سوادِ چشم آہو ہے

شک رمیدگی کی حیرت میں مستغرق ہو کر گویا آئینہ بن گیا ہے کیونکہ مشک نافہ سراسر چشم آہو کی تمثال نظر آتا ہے جس سے اس کی حیرانی اور رمیدگی کا پتہ چلتا ہے
اس مضمون کو تغیر الفاظ کے ساتھ مرزا نے اکثر جگہ کہا ہے جیسا کہ یہ شعر ؎

ہی عدم میں غنچہ محو عبرت انجام گل
یک جہان زانو تامل در قفائے خندہ ہے

ترحم میں ستم کوشان کے ہی سامان خونریزی سرشک چشم یار آب دم شمشیر ابرو ہے

ستم کوشون کے رحم میں بھی ظلم اور خونریزی کی شان ہے اور اس میں بھی ستم کے سامان موجود ہیں دوست کی آنکھ کے آنسو جو وہ میرے حال پر از راہ ترحم بہاتا ہے شمشیر ابرو کی آبداری معلوم ہوتے ہیں جو خونریز اور سفاک ہے۔

ہوا چرخ خمیدہ ناتوان بار علایق سے کہ ظاہر پنجہ خورشید دست زیر پہلو ہے

چرخ کوژہ پشت کی کمر تعلقات کے بوجھ کی وجہ سے جھک گئی ہے ظاہرا پنجہ خورشید ایک ہاتھ ہے جو بوجھ کو سنبھالنے یا تکان کو دور کرنے کے واسطے اسنے کمر کے نیچے لگا لیا ہے اور یہ قاعدہ عام ہے کہ تھک جانے یا بوجھ سنبھالنے کے لئے مزدور کمر کے پیچھے ہاتھ لگا لیتے ہیں۔

اسد تاکے طبیعت طاقت ضبط الم لائے فغان دل بہ پہلو نالۂ بیمار بدخو ہے

اے اسد طبیعت غریب کہان تک ضبط غم کیا کرے اور کہان تک اس میں تاب ضبط باقی رہے حالت یہ ہے کہ دل جو پہلو میں شور و فغان کرتا ہے وہ ایک بیمار بدمزاج کا نالہ معلوم ہوتا ہے۔

نہ جانے نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے وہ جلوہ کر کہ نہ میں جانون اور نہ تو جانے

خبر نگاہ کو اور نگاہ آنکھ کو اپنا دشمن سمجھے اور ایک کی دوسرے کو کانون کان خبر نہ ہو میں اسی جلوہ کا متمنی ہون کہ نہ تجھے خبر ہو اور نہ مجھے معلوم ہو نہایت ہی نازک اور لطیف شعر کہا ہے جس کا وجدان ذوق سلیم پر منحصر ہے۔

نفس نہ نالہ رقیب نگہ بہ اشک عدو زیادہ اس سے گرفتار ہون کہ تو جانے

نفس نالہ کا رقیب ہے اور نگہ آنسوؤں کی دشمن ہے۔ اور یہ رقابتیں باہم چل رہی ہیں۔ ہر چیز بلاشرکت غیرے تیری خواستگار ہے۔ تجھے ان حالات کی کیا خبر ہے میری گرفتاری تیری معلومات سے بہت زیادہ ہے۔

بہ کسوت عرق شرم قطرہ زن ہے خیال	مباد حوصلہ معذور جستجو جانے

میرا خیال عرق شرم کے لباس میں قطرہ زنی کر رہا ہے اور برابر اپنی مسافت طے کرتا جاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ حوصلہ یہ سمجھ لے کہ وہ معذور جستجو ہو گیا ہے۔

جنوں فسردۂ تمکیں ہے کاش عہد وفا	گداز حوصلۂ پا کو آبرو جانے

میرے جنون کو معشوق کی تمکنت حسن نے افسردہ کر دیا ہے کاش کہ عہد وفا میرے حوصلۂ پا کے گداز کو اپنی آبرو سمجھے۔ گداز حوصلۂ پا کو آبرو سمجھنا نہایت عجیب چیز ہے یعنی عہد وفا کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ پاؤں درماندہ جستجو ہو گیا۔ بلکہ اس کو اس کے گداز سے کام لینا چاہئے۔

نہ ہوئے کیونکر اُسے فرض قتل اہل وفا	لہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے

جو ظالم ہاتھ میں لہو لگ جانے کو وضو سمجھے پھر بھلا وہ اہل وفا کے قتل کو فرض کیوں نہ جانے اُس کے لئے تو یقینی فرض ہے۔

زباں سے عرض تمنائے خامشی معلوم	مگر وہ خانہ برانداز گفتگو جانے

یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کبھی میری خامشی زبان سے تمنا کرے گی یہ تو محالات سے ہے بس اب تو اسی طرح کام چل سکتا ہے کہ وہ خانہ برانداز میری خامشی کو بھی گفتگو سمجھے۔

مسیح کشتۂ الفت ببر علی خان ہے	کہ جو اسد تپش نبض آرزو جانے

اے اسد ببر علی خان کشتۂ الفت کا مسیحا ہے کہ وہ اچھی طرح نبض آرزو کی تپش کو سمجھتا ہے۔

دیکھ تری خوے گرم دل بہ تپش رام ہے
طائر سیماب کو شعلہ رگ دام ہے

تیری خوے گرم کو دیکھ کر میرا دل مطیع تپش ہو گیا ہے گویا طائر سیماب اشعلہ کے جال مین پھنسا ہوا ہے۔ طائر سیماب دل ہے اور دام شعلہ اس کی خوے گرم۔

شوخی چشم حبیب فتنۂ ایام ہے
قسمت بخت رقیب گردش صد جام ہے

گویا معشوق کی آنکھ کی شوخی فتنۂ ایام اور گردش دوران ہے جس سے بخت رقیب کی قسمت مین سیکڑون جام کی گردش آگئی ہے جو اس کے لئے وجہ آسایش و عیش ہے۔

کو نفس و چہ غبار جرأت عجز آشکار
در تپش آباد شوق سرمہ صدا نام ہے

یہان نفس اور غبار کہان ہے عجز مین جسقدر جرأت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے حالت عجز مین کیا نفس اور کیا غبار۔ یہان ان چیزون کا وجود ہی نہین بلکہ حالت یہ ہے کہ شوق کی تپش آباد مین سرمہ در گلو ہونے یا خاموش رہنے کا نام صدا ہے۔ بالکل ایسا ہی شعر ہے جیسا کہ اس سے پہلی غزل مین لکھا گیا ہے
مگر وہ خانہ بر انداز گفتگو جانے

غفلت افسردگی تہمت تمکین ہو
اے ہمہ خواب گران حوصلہ بدنام ہے

افسردگی نے دل مین اپنا اثر پھیلا کر ایک غفلت کی صورت پیدا کر دی ہے۔ شاعر اس سے ڈر رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ غفلت کہین میرے اوپر تمکنت اور غرور کی تہمت قائم نہ کرا دے۔ اسکے بعد اسی غفلت کو خواب گران کہہ کے کہتا ہے کہ اے خواب گران یہ کیا اندھیر اور کیا غضب ہے دیکھ حوصلہ بدنام ہو رہا ہے اور دنیا اس کو مشکوک نگاہون سے دیکھ کر میرے اوپر نہ معلوم کیا کیا تہمتین تراش رہی ہے۔

بزم وداع نظر یاس طرب نامہ بر
فرصت رقص شرر بوسہ بہ پیغام ہے

شاعر اپنی ایک حالت بربادی کا بیان کرتا ہوا کہتا ہے کہ میری بزم اب صرف وداع نظر ہے اور میرے لئے یاس طرب کی نامہ بر ہے۔ میری فرصت ہستی ایک رقص شرر کے برابر ہے اور پیغام میرے لئے بوسہ شرر ہے۔

گریہ طوفان رکاب نالہ محشر عنان   بے سروساماں اسدؔ فتنہ سرانجام ہے

اس کے گریہ کی رکاب میں طوفان ہے اور اس کا نالہ محشر عنان ہے۔ تم اسدؔ کو بے سروساماں سمجھتے ہو مگر در اصل وہ فتنہ سرانجام ہے۔ یعنی اس سے بڑے بڑے فتنوں کا سرانجام ہوگا۔

ریشۂ شہرت دوانیدن ہے رفتن زیر خاک   خنجر جلاد برگ بید مجنوں ہے مجھے

میری ترقی اور میری شہرت رفتن زیر خاک پر منحصر ہے گویا کہ خنجر جلاد میرے حق میں برگ بید مجنوں کا کام دے گا جو نیچے ہی نیچے پھیلتا اور ترقی کرتا رہتا ہے۔ یعنی خنجر جلاد سبب ہوگا میرے خاک میں جانے کا۔ اور خاک میں جانا سبب ہوتا ہے ریشۂ شہرت دوانیدن کا۔ تو خنجر جلاد میرے لئے برگ بید مجنوں خود ہی بن جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ہر دانہ ریشہ جبھی پیدا کرتا ہے جب وہ خاک میں ملتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے ؎

خاک میں ملتا ہے دانہ بہتر ہونے کے لئے

جیسے تخم ریشہ سرسبزی خاک میں مل کر بناتا ہے۔ اسی طرح عاشق خاک میں مل کر مشہور ہوتا ہے۔

ساقیا دے ایک ہی ساغر میں سب کو مے کہ آج   آرزوئے بوسۂ لب ہائے میگون ہے مجھے

اے ساقی میری خواہش اور تمنا یہ ہے کہ آج تو ایک ہی ساغر میں سب پینے والوں کو شراب پلا دے تاکہ اس بہانے سے میں ان ہونٹوں کے بوسے لے سکوں یعنی اس کا ہونٹ جو پیالے کو لگے گا اور اس کے بعد وہی ساغر میرے لب تک پہونچے گا تو گویا میں ان ہونٹوں کے بوسے لوں گا۔ یا یہ کہ پہلے اگر میں پیوں تب بھی وہی اثر ہوگا۔ اس مضمون کو مختلف طریقے سے لوگوں نے کہا ہے کسی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

پس از مردن بنائے جائیں گے ساغر مری گل کے
لب جان بخش کے بوسے ملین گے خاک مین مل کے

ہوگئی باہم گر جوش پریشانی سے جمع　　گردش جام تمنا دور گردون ہے مجھے

اس قدر جوش پریشانی ہوا کہ دونون باہم جمع ہوگئے میرے لئے گردش جام تمنا دور گردون ہے۔ غرضکہ دور گردون بھی پریشان کن ہے اور گردش جام تمنا بھی۔

دیکھ لے جوش جوانی کی ترقی بھی کہ اب　　بدر کے مانند کاہش روز افزون ہے مجھے

چاند جب پورا ہوجاتا ہے تو اس کی کاہش شروع ہوتی ہے اور وہ کاہش ہر روز زیادہ ہوتی جاتی ہے لہذا میرے جوش جوانی کی ترقی کو دیکھ کہ مین جوان ہوکر برابر گھٹ رہا ہون۔

غنچگی ہے بر نفس پیچیدن فکر اے اسد　　در شگفتن ہائے دل دررہن مضمون ہے مجھے

فکر شعر کی حالت میرے لئے حالت غنچگی کی ہے کہ جب میرے دل پر یا میرے دماغ پر فکر شعر غالب ہوتی ہے تو بستگی اور گرفتگی سے مجھ مین صورت غنچگی پیدا ہوتی ہے گویا میرے دل کی شگفتگی مضمون یابی کی مرہون ہے۔ جب مین مضمون کی فکر کرتا ہون تو میرا دل صورت غنچہ تنگ اور بستہ ہوتا ہے اور جب مضمون پالیتا ہون تو پھول کی طرح کھل جاتا ہے۔

دلا عبث ہے تمنائے خاطر افروزی　　کہ بوسہ لب شیرین ہے اور گلو سوزی

اے دل اس سے تمنائے دل افروزی و آرزوئے دو شندی فضول ہے بوسہ لب شیرین صرف گلو سوزی ہی کرسکتا ہے۔ اور کچھ اس سے نہین ہوسکتا۔ گلو سوزی سے یہان مراد رگ جان کا جلانا ہے اور بہر معمول سے زیادہ شیرین چیز گلو سوزی کرتی ہے۔

ہوئی ہے سوزش دل بسکہ داغ بے اثری　　اٹھی ہے دود جگر سے شب سیہ روزی

میری سوزش دل چونکہ بے اثر ہے اور اس بے اثری سے داغ پڑا ہوا ہے اسی لئے میرے دود جگر سے شب سیہ زردوزی پیدا ہوتی ہے ۵

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست
ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

بہ پریشانیٔ پروانۂ چراغ مزار
کہ بعد مرگ بھی ہے لذت جگر سوزی

چراغ مزار کے پروانے کی پریشانی کی قسم ہے کہ مرنے کے بعد بھی جگر سوزی کی لذت باقی رہتی ہے۔

تپش تو کیا نہ ہوئی مشق پریشانی بھی
رہا میں ضعف سے شرمندہ نوآموزی

تپش کیسی پریشانی کی مشق بھی نہ ہو سکی اور میں پر بھی نہ ہلا سکا۔ اس کا باعث ضعف تھا جس کی وجہ سے میں نوآموزی کا شرمندۂ احسان رہا۔ اور اس حد سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اسد ہمیشہ پئے کفش پائے سیم تنان
شعاع مہر سے کرتا ہے چرخ زردوزی

اے اسد آسمان ہمیشہ سورج کی زرتار شعاعوں سے سیم تنوں کے کفش میں زردوزی کا کام کیا کرتا ہے۔

آرزوئے خانہ آبادی نے ویران تر کیا
کیا کروں گر سایۂ دیوار سیلابی کرے

مجھے خانہ آبادی کی آرزو نے اور بھی زیادہ ویران کیا اور سایہ دیوار سیلاب کا کام کرتا رہا۔ اب اسے کیا کروں اور اس کا کیا علاج ہے۔

نغمہ ہا وابستۂ یک عقدۂ تار نفس
ناخن تیغ بتان شاید کہ مضرابی کرے

تمام نغمے تار نفس کے ایک عقدے سے وابستہ ہیں ممکن ہے کہ معشوقوں کے ناخن کی تیغ مضراب کا کام دے کر اس تار سے کوئی صدا پیدا کر دے۔

صبحدم وہ جلوہ ریز بے نقابی ہو اگر   رنگِ رخسارِ گل خورشید مہتابی کرے

صبح کے وقت اگر وہ بے نقاب ہو کر جلوہ آرائے چمن ہو تو گل خورشید کا رنگ رخسار مہتابی کا کام دے یعنی سورج مکھی کا پھول باینکہ زرد ہوتا ہے لیکن اس سے چاندنی پھیل جائے یا رخسار گل خورشید پر چاندنی پھیل جائے۔

زخمہائے کہنۂ دل رکھتے ہیں جی میں مردگی   اے خوشا گر آب تیغ تیز تیزابی کرے

میرے دل کے پرانے زخموں میں ایک حالت مردگی پیدا ہو گئی ہے کیا اچھا ہو اگر میرے محبوب کی تیز تلوار کا پانی انپر چھڑک کر تیزاب کا کام دے اور وہ صاف ہو جائیں۔

بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو غالب تو پھر   کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیز نوابی کرے

اے غالب دلی کی بادشاہی ایسی ہی ہے جیسے ایک چھوٹے موٹے نواب کی۔ پھر جب بادشاہی یہاں کی یہ ہوئی تو ظاہر ہے کہ ہر ایک ناچیز اور ادنی آدمی بھی نوابی کا دعویٰ کر سکتا ہے یا یہ کہ جب دلی کی شاہی اس قدر کمزور ہو گئی ہے تو پھر کیوں نہ ہر ایک، ادنی اعلی آدمی کو نوابی کا دعویٰ ہو۔

صبح سے معلوم آثار ظہور شام ہے   غافلان آغاز کار آئینہ انجام ہے

صبح کا نمودار ہونا علامت شام کے ہونے کی تو اے غافلو تم کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر ایک چیز کا آغاز انجام کا آئینہ ہے۔

بسکہ ہیں صیاد راہ عشق میں مصروف کین   جادۂ رہ سر بسر مژگان چشم دام ہے

چونکہ جابجا راہ عشق میں صیاد گھاتوں میں لگے ہوئے ہیں تو جادۂ راہ کو سراسر رشتہ دام سمجھنا چاہیئے یا جادے تمام چشم دام کے مژگان ہیں۔

بسکہ تیرے جلوۂ دیدار کا ہے اشتیاق   ہر بنا خورشید طلعت آفتاب بام ہے

چونکہ تیرے جلوۂ دیدار کا سب کو اشتیاق ہے اس واسطے ہر حسین خورشید طلعت آفتاب لب بام بنا ہوا ہے یعنی تیری آمد کے اشتیاق مین بام پر جلوہ افروز ہے آفتاب لب بام مین ایہام ہے یعنی ہر حسین خورشید طلعت روبہ زوال اور قریب بہ اختتام ہے۔

کیا کمال عشق نقص آباد گیتی مین ملے ۔۔۔ پختگی ہاے تصور یان خیال خام ہے

دنیا ایک نقص آباد یعنی نقص کی جگہ ہے یہان کمال کا ملنا ناممکن اور محال ہے اس قسم کے خیال پکانا محض خام خیالی ہے اور کچھ بھی نہین۔

ہو جہان وہ ساقی خورشید رو مجلس فروز ۔۔۔ وان اسد تار شعاع مہر خط جام ہے

اے اسد جس جگہ وہ ساقی خورشید رو مجلس افروز ہو یعنی مجلس مین بیٹھے وہان آفتاب کے تار شعاع خط جام کا کام کرنے لگے یعنی اہل مجلس کو سرشار ذوق کر دینگے یعنی چونکہ وہ ساقی خورشید رو ہے لہذا شعاع مہر خط جام ہو جاے گی۔

مستعد قتل یک عالم ہے جلاد فلک ۔۔۔ کہکشان موج شفق مین تیغ خون آشام ہے

جلاد فلک یعنی خود فلک ایک عالم کے قتل پر مستعد اور آمادہ ہے موج شفق مین چھپی ہوئی کہکشان کو تلوار خون آشام سمجھنا چاہئے۔ جو دنیا کے خون بہانے کیلئے نکالی گئی ہے۔ جلاد فلک ستارہ مریخ کو بھی کہتے ہین۔ مگر یہان مریخ مراد نہین ہے۔

اے خوشا وقتے کہ ساقی یک خمستان وا کرے ۔۔۔ تار و پود فرش محفل پنبۂ مینا کرے

وہ وقت اور وہ موسم بھی کیا اچھا ہوگا جب کہ ساقی ایک خمستان کھول دے اور پنبۂ مینا سے فرش محفل کی تار و پود کرے یعنی محفل بھر مین پنبہ مینا بچھا ہوا نظر آئے خمستان سے مراد بہت سے ظروف شراب یا مٹکے یا شیشہ شراب ہین۔

جو عزادار شہیدان نفس دزدیدہ ہو ۔۔۔ نوحہ ماتم بہ آواز پر عنقا کرے

جو شخص کہ اُن لوگون کا عزادار اور ماتم کرنے والا ہو جو دم چرائے ہوئے

اور زبان تالو سے لگائے ہوئے خاموش بیٹھے ہین اس کو اس طرح ماتم کرنا چاہئے کہ عنقا کی آواز سے ماتم کرے۔ ظاہر ہے کہ عنقا خود ایک معدوم چیز کو کہتے ہین اور جب وہ معدوم ہے تو اس کے پر کی آواز بھی معدوم ہوگی اور اس کے پر کی آواز معدوم ہوگی تو ماتم بھی معدوم ہوگا یعنی اس کو چاہئے کہ وہ ماتم بھی اس طرح کرے کہ ماتم نہ معلوم ہو۔

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا　　آسمان سے بادۂ گلفام گو برسا کرے

جام و سبو توڑنے والے اور مے کشی کو چھوڑنے والے آدمی کو اس سے کیا خوشی ہو سکتی ہو کہ آسمان سے شراب برس رہی ہے۔ آسمان سے شراب برستی ہے تو برسا کرے اس کے لئے سب بیکار اور فضول ہے۔

ناتوانی سے نہین سر در گریبانی اسد　　ہون سراپا یک قلم تسلیم جو مولا کرے

اے اسد مین جو گریبان مین سر ڈالے خاموش بیٹھا ہون اس کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مین ناتوان ہون بلکہ میرا شیوہ اور میرا طریقہ تسلیم و توکل ہے مین راضی برضا ہون جو کچھ خدا کرے مجھے سب منظور ہے۔

بہار تعزیت آباد عشق ماتم ہے　　کہ تیغ یار ہلال مہ محرم ہے

عشق ایک تعزیت آباد ہے جہان کی بہار یہی ہے کہ ہمیشہ وہان نوحہ و ماتم ہوتا رہے کیونکہ وہان کا ہلال تیغ یار ہے اور وہ ماہ محرم سے مشابہ ہے اور ماہ محرم مین ہمیشہ نوحہ و ماتم کی کثرت ہوتی ہے۔

یہ ہین ضبط ہی آئینہ بندی گوہر　　وگرنہ بحر مین ہر قطرہ چشم پرنم ہے

یون کہئے کہ موتی کی آئینہ بندی مرہون ضبط ہے اور ضبط نے اس کی آئینہ بندی کو قائم رکھا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دریا کا ہر قطرہ ایک چشم پرنم ہے۔ اسی طرح موتی بھی دریا کا ایک قطرہ ہے اگر اس کی آئینہ بندی کو ضبط روکے ہوئے نہو تو کام خراب ہو جائے۔

چمن مین کون ہی طرز آفرین شیوۂ عشق　　کہ گل ہی بلبل رنگین و بیضہ شبنم ہے

سمجھ مین نہین آتا کہ چمن مین کون طرز آفرین عشق ہے یعنی چمن کو کون آئین عشق سکھا رہا ہے ہم دیکھتے ہین کہ گل ایک بلبل رنگین ہے اور شبنم بیضۂ بلبل ہے جو پیدائش عاشق کا سبب ہے۔ بلبل خود عاشق بیضہ سبب پیدائش عاشق تو لازم آیا کہ چمن مین ضرور کوئی طرز آفرین عشق موجود ہے۔

اگر نہووے رگ خواب صرف شیرازہ تمام دفتر ربط مزاج برہم ہے

اگر رگ خواب شیرازہ بندی اجزاے مزاج نہ کرتی رہے تو مزاج کا تمام دفتر برہم اور ابتر ہوکر تباہ ہو جائے یعنی مزاج تباہ ہو جائے۔ طبیب کے مقولے کے موافق نیند اجزاے ماتحلل کا بدل ہو جاتی ہے یہ صحیح ہے مگر مین یہ نہین سمجھا کہ یہ شعر ہے یا مسئلہ طب۔

اسد بہ نازکی طبع آرزو انصاف کہ ایک وہم ضعیف و غم دو عالم ہے

اے اسد ذرا طبع آرزو کی نزاکت کی داد دینا اور انصاف کرنا کہ ایک ضعیف وہم پر دونون جہان کا بار پڑا ہوا ہے یا یہ کہ اے طبیع آرزو انصاف کی نزاکت کی قسم ہے کہ مین ایک وہم ضعیف ہون جسپر دونون جہان کا بوجھ ہے۔

زبان بہ کام خموشان ز فرط تلخی ضبط بہ رنگ پستہ بہ زہر آب دادہ پیکان ہے

تلخی ضبط کی کثرت کی وجہ سے چپ رہنے والے لوگون کے تالو مین زبان پستہ کی طرح سبز ہو گئی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہر آب مین بجھا ہوا پیکان ہے۔

لب گزیدہ معشوق ہے دل افگار نشان برش شمشیر زخم دندان ہے

میرا زخمی دل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی معشوق کا کاٹا ہوا ہونٹ اس کے اوپر تلوار کے نشانات معلوم ہوتے ہین کہ دانت کے نشانات ہین۔

کشود غنچہ دلہا عجب نہ رکھ غافل صبا خرامی خوبان بہار سامان ہے

اے غافل تو اس بات سے کیون تعجب کرتا ہے اور کیون اس بات کا منکر ہے کہ

غنچہ ہائے دل کھل ہی نہین سکتے تجھے کچھ معلوم بھی ہے معشوقون کا ہوا کی طرح خرام ناز کرنا۔
بہار کے سامان پیدا کر دینے والا ہے لہذا دل کے غنچے کا کھلنا کونسی بڑی بات ہے۔

فغان کہ بہر شفا و حصول ناشدنی ۔۔۔ دماغ ناز کش منت طبیبان ہے

فریاد ہے فریاد ہے کہ ایک ایسی چیز کے حاصل کرنے کے واسطے جو حاصل نہین ہو سکتی دماغ زبردستی اطبا کا زیر بار احسان ہو رہا ہے یعنی شفا مجھے کبھی حاصل نہوگی بے کار مین ان لوگون کے احسانات اٹھا رہا ہون۔

اسد جہان کہ علی پر سر نوازش ہو ۔۔۔ کشاد عقدۂ دشوار کار آسان ہے

اے اسد جس جگہ حضرت علی کی مہربانیان ہون وہان کوئی دشواری دشواری نہین بلکہ عقدہ دشوار کا حل ہوجانا وہان ایک آسان کام ہے۔

شفق بہ دعوی عاشق گواہ رنگین ہے ۔۔۔ کہ ماہ دزد حنائے کف نگارین ہے

ماہ شفق آلود کو دیکھ کر عاشق کا دعوی ہے کہ چاند نے میرے محبوب کے کف نگارین سے مہندی چرائی ہے اور اس کے دعوے پر گواہ رنگین شفق ہے جو یہ حال بتا رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ ماہ دزد حنا ہے اور یہ وہ چور ہے جو میرے محبوب کے کف نگارین مین رہ گیا ہے۔ دزد حنا اس سفیدی کو کہتے ہین جو مہندی لگاتے وقت سہواً ہاتھ مین رہ جاتی ہے یا نقش و نگار کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہین۔ اُسی نقش یا اُسی خالی جگہ کو چاند کہکر شفق کو اپنے دعوے کا گواہ بنایا ہے۔ دزد حنا کے واسطے شفق کا گواہ ہونا نہایت موزون اور مناسب ہے یہی دوسرے معنی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہین۔

جوہر آئینہ سان مژگان بہ دل آسودہ ہے ۔۔۔ قطرہ جو آنکھون سے ٹپکا سو نگاہ آلودہ ہے

جیسے جوہر آئینہ آئینہ کے دل مین مقیم ہے بالکل ایسے ہی مژگان دوست کا مقام میرے دل مین ہے اور وہ یہان آسودہ ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جو قطرۂ اشک میری آنکھون سے ٹپکتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی نگاہ سے ملتا اور مس کرتا ہوا آیا ہے۔

دام گاہ عجز میں سامان آسایش کہاں   پر فشانی بھی فریب خاطر آسودہ ہے

عاجزی کی دام گاہ میں آسایش کا سامان کہاں رکھا ہوا ہے یہ سمجھ لیجئے کہ پر فشانی در اصل پر فشانی نہیں ہے بلکہ دل آسودہ کا فریب ہے۔

ہے سواد خط پریشان موئی اہل عزا   خامہ میرا شمع قبر کشتگان کا دودہ ہے

میرے خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل عزا کے ماتم میں بکھرے ہوئے بال ہیں اور میرا قلم گور غریبان کے چراغ کا جما ہوا دھواں ہے۔

جس طرف سے آئے ہیں آخر ادھر ہی جائینگے   مرگ سے وحشت نکر راہ عدم پیمودہ ہے

ہم جہان سے آئے ہین اسی جگہ ہم کو پھر جانا ہے مرنے سے گھبرانا کیا ہے عدم کی راہ ہماری دیکھی ہوئی ہے۔ خوف کس بات کا ظاہر ہے کہ انسان کا وجود بین العدمین ہے پہلے عدم تھا پھر وجود ہوا پھر عدم ہوگا۔ منہا خلقنٰکم و فیہا نعیدکم الخ۔

پنبۂ مینائی ہی رکھ لو تم اپنے کان میں   ہے پریشان ناصح بیصرفہ گو بیہودہ ہے

اے رند و ناصح بڑا بیہودہ ہے فضول اپنی زق زق بق بق لگائے ہوئے ہے اس کی اس فضول جھک کے سننے سے بچنے کی ترکیب بس یہی ہے کہ پنبۂ مینا یعنی وہ روئی جو کاگ کی بجائے یا کاگ کے ساتھ بوتل مین لگاتے ہین تم اپنے کان مین رکھ لو تو اس کی اس خرافات کے سننے سے نجات حاصل ہوگی۔

کثرت انشائے مضمون تحیر سے اسد   ہر سر انگشت نوک خامہ فرسودہ ہے

اے اسد مین نے حیرت کے مضمون اس کثرت سے لکھے اور انشا کئے ہین کہ ہر انگلی کا سر گھسے ہوئے قلم کی نوک معلوم ہوتا ہے یعنی لکھتے لکھتے انگلیان گھس گئی ہین۔

بہر پرورد ن ہر سر اسر لطف گستر سایہ ہے   پنجۂ مژگان طفل اشک دست دایہ ہے

کسی کا سایہ سر پر ہونا لطف گستری کی علامت اور دلیل ہے گویا سایہ پرورش ہے جب یہ مسلم ہے تو معلوم ہوا کہ پنجہ مژگان طفل اشک کے واسطے دست دایہ ہے۔ یعنی پنجۂ مژگان ہی طفل اشک کو پرورش دیتا اور پالتا ہے۔ کچھ لطیف مضمون نہیں ہے۔

فصل گل میں دیدۂ خونیں نگاہان جنون — دولت نظارۂ گل سے شفق سرمایہ ہے

بہار کے زمانہ میں مجنونان خونیں نگاہ کی آنکھیں پھولوں کے دیکھنے کی وجہ سے سرمایہ اندوز مسرت و رنگینی ہیں اور ایسی سرخ ہیں کہ انپر دھوکا ہوتا ہے کہ ان میں شفق بھری ہوئی ہے شفق سرمایہ سے مراد سرخی ہے۔

شورش باطن سے یاں تک مجکو غفلت ہے کہ آہ — شیون دل یک سرود خانہ ہمسایہ ہے

شورش دل کے سبب سے میری غفلت اتنی بڑھ گئی ہے اور اتنی بیخبری مجھ میں پیدا ہوگئی ہے کہ اب میں خود اپنے دل کے شیون کو بھی نہیں پہچانتا اور دل کا شیون بھی ہمسایہ کے گھر کا گانا معلوم ہوتا ہے یعنی غفلت کا یہ عالم ہے کہ دل کو مجھ سے اور مجھے دل سے بالکل بیگانگی ہے۔

کیوں نہ تیغ یار کو مشاطۂ الفت کہوں — زخم مثل گل سراپا کے مرے پیرایہ ہے

مشاطہ کنگھی کرنے والی عورت کو کہتے ہیں اور مجازاً اس کو جو عورتوں کا یا دلہن کا بناؤ سنگھار کرتی ہو اسی بنا پر شاعر کہتا ہے کہ میرے لئے تیغ یار مشاطۂ الفت ہو کہ اس نے میری محبت کو زینت دی میرے تن پر زخم ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے سراپا پھولوں سے لدا ہوں یا پھولوں کا لباس پہنے ہوئے ہوں۔

اے اسد آباد ہے مجھ سے جہان شاعری — خامہ میرا تخت سلطان سخن کا پایہ ہے

اے اسد جہان شاعری میرے ہی دم سے آباد ہے اور اس کی تمام زیب زینت مجھی سے ہے گویا سخن ایک بادشاہ تخت نشین ہے۔ اور میرا قلم اس کے اورنگ سلطنت کا پایہ ہے

چشم گریاں بسمل شوق بہار دید ہے — اشکباری عرض بال افشانی امید ہے

میری چشمِ گریاں شوقِ بہارِ دید کی بسمل ہے اور اشک ریزی کشایشِ بازوئے امید کا ظاہر کرتا ہے۔

دامنِ گردون میں رہ جاتا ہے ہنگامِ وداع — گوہرِ شب تاب اشکِ دیدۂ خورشید ہے

اکثر روتے وقت غمِ جدائی سے مل کر روتے اور آنسو بہاتے ہیں اسی کو پیشِ نظر رکھکر شاعر کہتا ہے کہ سورج روز غروب کے وقت آسمان سے رخصت ہو کر جاتا ہے اور آنسو بہاتا ہے چلتے وقت جو آنسو اس کی آنکھ سے گر کر دامنِ گردون میں رہ جاتے ہیں وہی رات کو گوہرِ شب تاب بن کر چمکتے ہیں اب خواہ گوہرِ شب تاب سے مراد چاند لیجئے یا کوئی تارا۔

رتبۂ تسلیم علتِ مشربانِ عالی سمجھ — چشمِ قربانی گلِ شاخِ ہلالِ عید ہے

وہ لوگ جن کا مذہب اور مشرب ہی دوستی ہے اُن کا رتبہ تسلیم بہت ہی بلند ہے۔ دیکھ قربانی ہونے والے جانور کی آنکھ شاخِ ہلالِ عیدِ اضحیٰ کا ایک پھول ہے یہ ایک خیالی مضمون ہے زیادہ سے زیادہ تخیلی ہے اور بس۔

کچھ نہیں حاصل تعلق میں بغیر از کشمکش — اے خوشا رندے کہ مرغِ گلشنِ تجرید ہے

تعلق میں سوائے کشمکش کے کچھ حاصل نہیں ہوتا وہ رند بہت اچھا جو مجرد ہے۔ اور تعلقاتِ دنیوی سے علیحدہ رہ کر باغِ تجرید کی بہار لوٹ رہا ہے۔

فرصتِ آئینۂ صد رنگِ خود آرائی ہے — روز و شب یک کفِ افسوسِ تماشائی ہے

فرصت یعنی مہلتِ زندگی ایک آئینہ ہے جس میں سیکڑوں قسم کی خود آرائیوں کے جلوے نظر آتے ہیں مگر افسوس کہ دیکھنے کا وقت نہیں۔ اسی افسوس میں رات اور دن ایک کفِ افسوس بنے ہوئے ہیں یعنی شب و روز اصل میں شب و روز نہیں بلکہ تماشائی کا کفِ افسوس ہیں۔ شب و روز کی تشبیہ کفِ افسوس سے اس لئے دی ہے کہ افسوس میں بھی دونوں ہاتھ ملا کر ملتے ہیں تو ان شب و روز میں سے گویا ایک ہاتھ دن ہے اور دوسرا ہاتھ رات ہے۔

وحشتِ زخمِ وفا دیکھ کہ سرتا سرِ دل
بخیہ جوں جوہرِ تیغ آفت گیرائی ہے

وہ زخم جو وفا کی بدولت میرے دل میں پڑا ہے اس کی وحشت نہ پوچھیے یہ حالت ہے کہ دل میں اس سرے سے اس سرے تک اس زخم کی بخیہ ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے تلوار کا جوہر اور وہ آفت خیز گیرائی ہو گئی ہے یعنی اس کی گیرائی نے ایک آفت برپا کر دی ہے۔

شمع آسا چہ سرِ دعویٰ و کو پائے ثبات
گُل شعلہ بہ یک جیب تماشائی ہے

ہم سوختہ بخت شمع کی مانند ہیں نہ ہم کو دعویٰ کا خیال ہے اور نہ ہم میں قیام و ثبات کی طاقت ہے ہم وہ ہیں کہ ہمارے دیکھنے والوں کے دامن میں ہم کو دیکھ کر سیکڑوں شعلے بھر جاتے ہیں یعنی بے قرار ہو جاتے ہیں۔

نوائے خفتۂ الفت اگر بیتاب ہو جاوے
پرِ پروانہ تارِ شمع پر مضراب ہو جاوے

وہ نغمہ کیفیات جو محبت میں فی نفسہ موجود ہے اسباب غم و ضبط کی وجہ سے دبا ہوا ہے اسی لیے اس کو نوائے خفتۂ الفت کہا ہے یعنی محبت کی وہ آواز جو سو رہی ہے اگر اس کی خوابیدگی دفع ہو کر اس میں کیفیت اضطراب و بے قراری پیدا ہو جائے تو اس کے اثر سے پروانہ سوختہ کے پر مضراب شمع پر مضراب کا کام کرنے لگیں یعنی اس کی تاثیر شمع پر بھی ہو گیا یہ ممکن نہیں ہے کہ عاشق کے جذب کا معشوق پر اثر نہ پڑے۔

ز بس طوفانِ آب و گل ہے غافل کیا تعجب ہے
کہ ہر اک گرد بادِ گلستاں گرداب ہو جاوے

چونکہ دنیا میں ہر طرف آب و گل کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے اسی لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی تعجب نہیں ہے کہ باغ میں جو بگولے نظر آتے ہیں وہ گرداب کی صورت اختیار کر لیں

اثر میں یاں تلک اے دستِ دعا عجز پیدا کر
کہ سجدہ قبضۂ تیغِ خمِ محراب ہو جاوے

ﺷﮧ بخیہ مذکر بھی بولا جاتا ہو مگر میری زبان پر مونث ہے۔

اے دستِ دعا تجکو چاہیئے کہ تو دعا میں اس قدر اعجاز پیدا کرے کہ وہ سجدہ جو تو محراب میں ادا کرتا ہے وہ تیغِ خمِ محراب کے لئے قبضہ بن جاوے یعنی محراب اگرچہ خود ایک تیغ ہے مگر بغیر قبضہ کے بیکار ہے کہ تیرا سجدہ اس کو باکار بنا دے مطلب یہ ہے کہ سجدہ باعثِ نازشِ محراب ہو جائے۔

برنگِ گل اگر شیرازہ بندِ بیخودی رہیے ہزار آشفتگی مجموعۂ یک خواب جا ہے

گل دراصل بیخود ہے اور بیخودی اسکی ایک ایک رگ میں چھپی ہوئی ہے مگر ہوا یہ کہ اس نے اپنی بیخودی کو مجتمع کر لیا ہے اور اس اجتماع سے شیرازہ بندی کی صورت پیدا ہو کر اس میں ایک حسن پیدا ہو گیا ہے اسی طرح آپ بھی اگر پریشانیوں کا ایک مجموعہ بنا لیجئے اور مجتمع رکھیئے تو ہزار آشفتگیاں ایک خوابِ راحت کا مجموعہ بن سکتی ہیں۔

اسد با وصفِ عجز بے تکلف خاک گردیدن غضب ہے گر غبارِ خاطرِ احباب ہو جاوے

اسد باوصف اس کے کہ عجز سے خاک ہو کر رہ گیا ہے اب بھی اگر وہ غبارِ خاطرِ احباب ہو جاوے تو بڑا ہی غضب ہے یعنی باوجود اتنے عجز کے بھی اگر لوگ اس سے کینہ رکھیں تو بڑا ستم ہو۔

تا چند نازِ مسجد و بتخانہ کھینچیے جوں شمع دل بہ خلوتِ جانانہ کھینچیے

کہاں تک مسجد اور بت خانہ کے ناز اٹھائیے اور تا بکے ان دونوں میں قیام و مقام کی حرص کیجئے۔ بہتر یہ ہے کہ شمع کی طرح خلوت خانہ محبوب میں جا کر گوشہ نشین ہو جائیے اور دیر و حرم سے کوئی واسطہ نہ رکھیئے۔

بہزاد نقشِ یکدلِ صد چاک کھینچ کر گر زلفِ یار کھینچ نہ سکے شانہ کھینچیے

اے بہزاد تو اپنے دل کی شبیہ کھینچکر دکھا جو غم و الم سے صد چاک ہو گیا ہے اگر تجھ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ معشوق کی زلف کی تصویر کھینچے تو خیر اچھا نہ سہی یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شانہ یعنی دلِ صد چاک کی تصویر کھینچ دے یعنی اگر معشوق کا رازِ حسن نہ کھول سکے تو اپنے

رموز عشق کا اظہار کر۔

عجز و نیاز سے تو نہ آیا وہ راہ پر   دامن کو اسکے آج حریفانہ کھینچیے

اس سے ہزار کچھ عجز و نیاز کیا ہزار خوشامد و درآمد کی مگر وہ ظالم کسی طرح سے راہ پر نہ آیا اب آرزو یہ ہے کہ زبردستی آج اس کا دامن کھینچ لیا جائے۔ یہ شعر ایسا ہی ہے۔

ہم سے کھلجاؤ بوقت مے پرستی ایکدن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

ہے ذوق گریہ عزم سفر کیجیے اسد   رخت جنون سیل بہ ویرانہ کھینچیے

گریہ کا ذوق ہے تو اے اسد سفر کا ارادہ کرو آبادی کو چھوڑو اور اس سیل خانمان خراب کو ویرانہ کی طرف لے جاؤ۔

حیرت حجاب جلوہ و وحشت غبار راہ   پائے نظر بہ دامن صحرا نہ کھینچیے

حیرت جلوہ کا حجاب ہے یعنی حیرت جلوہ کو روکتی اور اس راہ میں سد راہ ہوتی ہے اور وحشت راستہ کا غبار بنی ہوئی ہے لہذا کبھی نظر کا پاؤں دامن صحرا کی طرف نہ اٹھائیے یہ بیکار اور فضول ہے اور سفر صحرا سے کوئی حاصل نہیں۔

خود نامہ بن کے جائیے اس آشنا کے پاس   کیا فائدہ کہ منت بیگانہ کھینچیے

وہ ایک آشنا اور دوست ہے پھر جب یہ آشنائی اور شناسائی فی مابین موجود ہے تو کیا ضرورت ہے کہ توسل ڈھونڈھئے۔ اور وسیلے تلاش کیجیے اگر اسکو خط بھیجنا ہے تو نہ نامہ بر کی ضرورت ہے اور نہ بیجا منت کی نہ نامہ کی بلکہ خود نامہ بن کر اسکے پاس پہونچ جائیے واسطے اور وسیلے بیکار ہیں۔

گر صفحہ کو نہ دیجیے پرواز سادگی   جز خط عجز نقش تمنا نہ کھینچیے

اول تو مناسب اور بہتر یہی ہے کہ صفحۂ دل کو تمام نقوش علائق سے پاک وصاف رکھئے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو اور آپ اس صفحہ کو سادہ نہ رکھ سکیں تو خبردار خبردار اس پر کوئی نقش تمنا نہ کھینچئے بلکہ اگر نقش کھینچنا ہی ضرور ٹھہرے تو اس پر خط عجز تمنا کھینچئے ۔

دیدار دوستان لباسی ہے ناگوار　　صورت بہ کارخانۂ دیبا نہ کھینچئے

وہ دوست جو صرف لباسی دوست ہیں یعنی دلی یا حقیقی دوست نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف دوستوں کا لباس پہن رکھا ہے ان کی صورت سے نفرت ہے اور ان کا دیدار ناپسندیدہ ہے بہتر یہ ہے کہ دیبا کے اوپر تصویریں نہ بنائی جاویں کیونکہ گو بظاہر یہ انیس وجلیس ہیں مگر دراصل ان کو نہ کوئی ہمدردی ہے نہ دوستی ہے ۔ نقوش دیبا کو دوستان لباسی کہنا حد درجہ لطیف اور پاکیزہ ہے ۔

ہے بے خمار نشۂ خون جگر اسد　　دست ہوس بہ گردن مینا نہ کھینچئے

اے اسد خون جگر کی شراب میں خمار نہیں ہے لہذا اسی کو پی لیجئے ۔ اور میکدہ دست ہوس گردن مینا میں نہ ڈالئے اس شراب کا کوئی شراب مقابلہ نہیں کر سکتی ۔

ہم مشق وفا جانتے ہیں لغزش پا کو　　اے شمع تجھے دعوئ ثابت قدمی ہے

اے شمع ہم کو وفا کی مشق ہے اور مدتوں ہم نے اس وادی کی رہنوردی کی ہے ہمکو اس راہ کے نشیب وفراز سے بخوبی آگاہی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ لغزش پا کس کو کہتے ہیں اور ثابت قدمی کس کا نام ہے تو ہمارے سامنے ثابت قدمی کا دعوی کرتی ہے بس رہنے دے ہم خوب سمجھتے ہیں اور ہم اچھی طرح تیری لغزش پا کو دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں تیرے قدم راہ عشق میں ڈگمگا رہے ہیں ۔ شمع کی لرزش کو لغزش پا کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے ۔

واماندۂ ذوق طرب وصل نہیں ہوں　　اے حسرت بسیار تمنا کی کمی ہے

اے میری حسرت تونے یا یاں کہیں غلطی سے یہ نہ سمجھنا کہ مجھے وصل کی خوشی اور مسرت نے درماندہ کر کے آئندہ کے واسطے بیکار کر دیا ہے اور اب تمنائیں باقی نہیں ہیں میں وہ ہوں

کہ اس افزونی اور کثرت تمنا کو کچھ نہین سمجھتا اور میرے نزدیک ابھی آرزوؤن کی کمی ہے۔

شررہ پہلوے چشم اے جلوہ ادراک باقی ہے ۔۔۔ ہوا وہ شعلہ داغ اور شوخی خاشاک باقی ہے

اس شعر مین آنکھ کو شعلے سے اور شررہ کو خاشاک سے استعارہ کیا ہے جو مصرع ثانی مین ہے کہتے ہین کہ اے جلوہ ادراک تیری تجلی نے میری آنکھ کو جلا دیا۔ مگر ہنوز شررہ باقی ہین گویا کہ شعلہ تو جل کر خاک ہو چکا اور کچھ نہین رہا مگر خار وخس کی شوخی ہنوز باقی ہے اور یہ نہایت ہی تعجب انگیز ہے کہ شعلہ جلکر بجھے اور خس وخاشاک رہ جائے۔

ہوا ترک لباس زعفرانی دلکشا لیکن ۔۔۔ ہنوز آفت نسب اک عقدۂ یعنی چاک باقی ہے

مین نے لباس زعفرانی یعنی رنگین لباس کو چاک کر دیا ہے اور یہ مین وجہ میرے لیے باعث دلکشائی و تفریح ثابت ہوا اگر بذات خود چاک جو ایک چیز ہے وہ باقی ہے اور یہ بھی آفت نسب ہے ظاہر ہے کہ جو آفت آئی ہے وہ اسی کی صورت مین آئی ہے۔

چمن زار تمنا ہو گئی صرف خزان لیکن ۔۔۔ بہار نیم رنگ آہ حسرتناک باقی ہے

میری چمن زار تمنا کی بہار کو خزان نے لوٹ لیا اور وہ سب خزان کے کام آ گئی مگر حسرتناک آہ کی بہار نیم رنگ باقی رہ گئی ہے سراج اورنگ آبادی کا ایک شعر ہے ؎

چلی سمت غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا

مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہین سو ہری رہی

نہ حیرت چشم ساقی کی نہ صحبت دور ساغر کی ۔۔۔ مری محفل مین غالب گردش افلاک باقی ہے

شاعر اپنی حالت انقلاب کو بیان کرتا اور کہتا ہے کہ اے غالب زمانہ بدل گیا انقلاب زیر وزبر چھا گیا۔ اب میری محفل مین نہ چشم ساقی کی حیرت رہی اور نہ دور ساغر کی صحبت رہی اب ان کے بجائے میری بزم مین گردش افلاک کا دور دورہ ہے۔

شکل طاؤس گرفتار بنایا ہے مجھے ۔۔۔ ہون وہ گلدام کہ سبزے مین چھپایا ہے مجھے

طاؤس کے نقش و نگار کو حلقہ ہائے دام تصور کر کے طاؤس کو ایک مرغ گرفتار دام بتایا گیا ہے شاعر اسی سے خود کو تشبیہ دیتا اور کہتا ہے کہ طاؤس ہی مانند مجھے بھی گرفتار بنایا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان مین طاؤس کے سے نقش و نگار کہان ہین تو کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اپنے آپ کو گلدام بتایا ہے اور گلدام کے لغوی معنی اگرچہ چھوٹے جال یا مطلق جال کے ہین مگر اس لحاظ سے کہ اس مین گل کا لفظ موجود ہے کہہ سکتے ہین کہ وہ جال جو پھولون کے واسطے یا پھولون سے بنایا ہوا اور اسی صورت مین طاؤس سے اس کی تشبیہ صحیح ہوگی۔ یعنی مین گل دام ہون کہ سبزہ پر بچھا ہون اور طاؤس کی طرح گرفتار ہون۔

بیدماغ تپش و عرض دو عالم فریاد　　ہون مین وہ خاک کہ ماتم مین اڑایا ہے مجھے

تپش اور تڑپ کا تو مجھے دماغ نہین اور کثرت فریاد کی نہ مجھے ضرورت ہے گویا کہ مین ایک خاک ہون جسے ماتم مین اڑایا گیا ہے جو خاک ماتم مین اڑائی گئی ہو اس کا یہی کام ہے کہ فریاد کا اظہار کرے۔

جام ہر ذرہ ہے سرشار تمنا مجھ سے　　کس کا دل ہون کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے

دنیا کے ہر ایک ذرہ کو ایک جام فرض کر کے کہا ہے کہ ہر ذرہ کے جام مین میری تمنا بھری ہوئی ہے اور میری تمنا آموزی سے سرشار ہے اے خدا آخر مین کس کا دل ہون کہ مجھے دونون عالم سے وابستہ کیا ہے یعنی آخر کس شیفتہ و فریفتہ کا مین دل ہون کہ ہر ایک سے میرا تعلق رکھا گیا ہے۔

جوش فریاد سے لونگا دیت خواب اسد　　شوخی نغمۂ بیدل نے جگایا ہے مجھے

میرے عالم خواب کا جوش فریاد نے خون کر دیا۔ اب مین ابھی جوش فریاد سے اپنے خواب اور اپنی نیند کا خون بہا لون گا۔ گویا کہ مین پڑا سو رہا تھا کہ مجھے مرزا بیدل کے شوخ نغمے نے بیدار کر دیا۔ یعنی مین بے خبر تھا مگر مجھے طرز کلام بیدل نے ہوشیار کیا۔

فکر پرواز جنون ہے سبب ضبط نہ پوچھ　　اشک جون بیضہ مژگان تہ پر پنہان ہے

آنسو کو بیضۂ مژگان کہہ سکتے ہیں کہ مژگان اسے اپنا بیضہ سمجھ کر پرون کے نیچے لئے بیٹھی ہے اور چونکہ نکلتے ہی یہ پرواز کرے گا اسی لئے مژگان نے اس کو ابھی تک روک رکھا ہے۔ کیونکہ انڈے کی فکر پرواز اس کے مٹ جانے کا سبب ہے۔

ہوش اے ہرزہ درا تہمت بیدردی چند
نالہ در گرد تمنائے اثر پنہان ہے

اے بیہودہ گو کہاں تک میرے اوپر بیدردی کی تہمت لگائے گا اس کو چھوڑ میرا نالہ تمنائے اثر میں پوشیدہ ہے اور تمنائے اثر گویا کہ ایک گرد ہے جس نے میرے نالے کو چھپا رکھا ہے۔

وحشت دل ہے اسد عالم نیرنگ نشاط
خندۂ گل بہ لب زخم جگر پنہان ہے

اے اسد میرے دل کی وحشت کو وحشت نہ کہہ بلکہ یہ نیرنگ نشاط کا ایک عالم ہے اور میرے زخم جگر میں خندۂ گل پوشیدہ ہے یعنی میرا زخم جگر خندۂ گل ہے۔

مستی بذوق غفلت ساقی ہلاک ہے
موج شراب یک مژہ خواب ناک ہے

مستی بذات خود ساقی کے غافل کرنے کے ذوق میں ہلاک ہو کر رہ گئی ہے اور موج شراب سراسر ایک مژگان خواب آلود معلوم ہوتی ہے۔

ہر عرض جوہر خط و خال ہزار عکس
لیکن ہنوز دامن آئینہ پاک ہے

آئینہ میں ہزاروں خط و خال کے عکس پڑتے ہیں اور سیکڑوں جوہر خط و خال کو وہ دیکھتا یا دکھاتا ہے لیکن آئینہ کا دامن اس وقت تک پاک ہے کسی کے اثر سے متاثر نہیں ہوا۔

جز زخم تیغ ناز نہیں دل میں آرزو
جیب خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے

میرے دل میں کوئی آرزو اس کے سوا نہیں ہے کہ میں تیغ ناز یار کے زخم کھاؤں اس کے معنی یہ ہیں کہ دامان ظاہر کے علاوہ میرے خیال کا دامن بھی تیرے ہاتھوں سے

چاک چاک ہو رہا ہے۔ خیال کو دامانِ خیال کہا ہے اور اس مین زخم تیغ کے تمنا کو چاک ہونا سمجھا گیا ہے۔

خراب نالۂ بلبل شہید خندۂ گل — ہنوز دعوئ تمکین و بیم رسوائی

اے وہ شخص کہ تجھے نالۂ بلبل نے خراب اور خندۂ گل نے شہید و ہلاک کر دیا۔ کیا تو اس وقت تک رسوائی کا خوف کرتا ہے اور کیا تو اس وقت تک رسوائی کے خوف مین پھنسا ہوا ہے۔

ہزار قافلۂ آرزو بیابان مرگ — ہنوز محمل حسرت بدوش خود رائی

حالانکہ میری ہزاروں آرزوؤں کے قافلے بیابان مایوسی مین ہو چکر جان دے چکے اور تڑپ تڑپ کر مر گئے مگر میری حسرت ہی کہ اب بھی خود رائی کے دوش پر محمل کش ہو رہی ہے اور برابر سفر کر رہی ہے یعنی مین بارہا مایوس ہوا ہون مگر ہنوز میرے دل کی حسرت آفرینی جاری ہی۔ میرے دوست مولانا عبدالعزیز منصورپوری کا ایک شعر ہے

اے دل مایوس بس کر آرزو پیدا نہ کر
تیری کتنی آرزوئین صرف حرمان ہو گئین

وداع حوصلہ توفیق شکوہ عجز وفا — اسد ہنوز گمان غرور دانائی

حالانکہ حوصلہ رخصت ہو چکا شکوہ کی توفیق پیدا ہو گئی یعنی شکوؤں کی ضرورت آ پڑی وفا کرتے کرتے عاجز ہو گئے مگر اسد اب تک گمان وغرور دانائی سے باز نہین آئے اس غفلت اس بے خبری اس اندھیر کا کوئی ٹھکانا ہی

گدائے طاقت تقریر ہے زبان تجھ سے — کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیان تجھ سے

میری زبان ایک فقیر یا ایک بھکاری ہی جو تیرے در پر یہ سوال کر رہی ہے کہ مجھے بیان کی طاقت دیدے اور یہ سوال اس وجہ سے ہے کہ وہ جانتی ہے کہ تو خاموشی کو بھی بیان کی طاقت دیدینا اور دے سکتا ہے اور خاموشی کو لباس گویائی پہنا سکتا ہی۔

فسردگی مین ہو فریاد بیدلان تجھ سے　　　چراغ صبح و گل موسم خزان تجھ سے

حالت افسردگی مین بیدل تجھی سے فریاد کرتے ہین کیونکہ چراغ صبح کی افسردگی اور گل موسم خزان کی پژمردگی کا بانی مبانی تو ہی ہے پھر اور کس سے فریاد کرین۔

پری بشیشہ و عکس رخ اندر آئینہ　　　نگاہ حیرت مشاطہ خون چکان تجھ سے

تو پردے مین ہے اور تیرے جلوے اعیان و مظاہر مین نظر آرہے ہین ان کی حالت ایسی ہو جیسے کہ پری شیشے کے اندر بند ہو اور اس کا عکس آئینہ مین پڑے اس بوالعجبی کو دیکھ کر مشاطہ کی نگاہ حیران ہو کر خونفشان ہو گئی ہے۔ مشاطہ سے مراد جلوۂ نیرنگ قدرت دیکھنے والے حمد مین یہ شعر زبردست پایہ رکھتا ہے۔

چمن چمن گل آئینہ در کنار ہوس　　　امید محو تماشائے گلستان تجھ سے

تیری فیاضی اور تیرے لطف وجود کی کوئی حد و نہایت نہین ہر چیز پر تیرا لطف و کرم عام ہے ادہر ہوس کی آغوش مین تو نے سیکڑون چمن بھر دیے ہین۔ اور ادہر امید کی نظر کے سامنے تو نے ایک باغ لگا دیا ہے اور اس کو اس چمنستان کا تماشائی بنا دیا ہے۔

نیاز پردہ اظہار خود پرستی ہے　　　جبین سجدہ فشان تجھ سے آستان تجھ سے

اصل یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی موجود نہین جو کچھ کہ ہے تو ہی ہے جو کچھ کہ ہے تجھ سے ہے ہم نے جس کا نام نیاز رکھا ہے وہ در اصل ایک پردہ ہے جس کی آڑ مین خود پرستی کی جاتی ہے یعنی کہتے ہین کہ ہمارا نیاز۔ ہم نے نیاز کیا۔ تو یہی ہم کے لفظ کی شرکت ایک قسم کی خود پرستی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سب باتین ہین۔ نہ کوئی چیز عجز ہے نہ نیاز ہے جبین تیری سجدہ فشانی تیری آستان تیرا اسے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

ڈبویا مجکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا

بہانہ جوئی رحمت کمیں گر تقریب   وفائے حوصلہ و رنج امتحان تجھ سے

تیری رحمت سب کے لئے عام ہے مگر در اصل وہ بہانہ ڈھونڈھ رہی ہے اور کسی تقریب کی گھات میں لگی ہوئی ہے کوئی تقریب پیش نظر ہو تو اپنی کارفرمائی کرے تو ہی حوصلہ کو طاقت وفا دیتا ہے اور تو ہی امتحان کا رنج دیتا ہے۔

اسد بہ موسم گل در طلسم کنج قفس   خرام تجھ سے صبا تجھ سے گلستان تجھ سے

اے فریاد رس فریاد ہے یہ گل کا موسم اور یہ بہار ہو اور غریب اسد کنج قفس میں قید اور دل خستہ پڑا ہوا اسے کیا کہا جائے۔ حالانکہ خرام یعنی چلنا پھرنا تو نے پیدا کیا۔ صبا کو تو ہی نے بنایا۔ گلستان کی بنیاد تو نے ڈالی پھر اسد غریب کیوں طلسم کنج قفس میں پڑا ہے۔

حکم بیتابی نہیں اور آرمیدن منع ہے   باوجود مشق وحشت ہا رمیدن منع ہے

عاشق اپنے غم و الم اور اپنی کشمکش کی کیفیت بیان کرتا اور کہتا ہے کہ ہم لوگ عجب آفت و مصیبت میں ہیں کہ بیتاب و بے قرار ہونے کی ہم کو اجازت نہیں اور اسی طرح یہ کہ آرام کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ ہم کو مشق وحشت کا حکم ہے مگر رمیدگی کی اجازت نہیں۔ حافظ کہتا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ‌ٔ
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

شرم آئینہ تراش جبہہ طوفان ہے   آب گردیدن روا لیکن چکیدن منع ہے

شرم نے طوفان کی پیشانی کو آئینہ حیرت بنا دیا ہے اور وہ نہایت ہی شرمندہ ہے کیونکہ قانون عشق یہ ہے کہ آب ہو جائے لیکن چکیدن کی صورت پیدا نہ ہو۔

بیخودی فرماروائے حیرت آباد جنون   زخم دوزی جرم و پیراہن دریدن منع ہے

جنون ایک ولایت ہی جسے حیرت آباد کہا جاتا ہی حیرت آباد اس لئے کہ یہیں حیرانی ہی حیرانی ہی یہان کی حاکم اور حکمران بیخودی اور از خود رفتگی ہے اور یہان کے آئین و قانون یہ ہین کہ زخم کا سینا جرم ہے اور پیراہن کا سینا منع ہے۔

مژدہ دیدار ہی رسوائی اظہار درد آج کی شب شبنم کو کپتاک پریدن منع ہی

آج کسی کے جلوۂ دیدار کی خوشخبری ملی ہے اور آج مین چاہتا ہون کہ رسوائی اظہار پاس نہ پھٹکے یعنی کسیکو اس راز دنیاز عاشق ومعشوق کی کانون کان خبر نہو۔ آج کی رات ستارون کو بھی آنکھین جھپکانا منع ہے اور ہر چیز کے لئے مقام ادب احترام ہی۔

بیم طبع نازک خوبان سے وقت سیر باغ ریشۂ زیر زمین کو بھی دویدن منع ہی

جس وقت یہ ظالم حسینان گلگشت سیر باغ کے واسطے نکلتے ہین اس وقت درختون کے ان ریشون کو بھی جو زمین کے نیچے چھپے ہوے ہین چلنا اور نشو ونما کرنا ممنوع ہی اور یہ ممانعت بوجہ ان کی خوے نازک کے ہی۔

یار معذور تغافل ہی عزیزان شفقتے نالۂ بلبل بگوش گل شنیدن منع ہے

اے عزیزو میرے دوست کو تغافل نے معذور کر دیا ہی یعنی وہ تغافل کرنے پر مجبور و معذور ہی آجکل اس کے اسی تغافل کا سارے زمانہ مین اتباع ہونا چاہئے اور سب کو اسی پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ آج پھول کے کان کو بھی نالۂ بلبل کا سننا روا نہین ہی کیونکہ میرا محبوب مجھ سے تغافل برت رہا ہے لہذا پورے حسن کی قلمرو مین یہی آئین ہونا چاہئے۔

مانع بادہ کشی نادان ہی لیکن اے اسد بے ولائے ساقی کوثر کشیدن منع ہی

اے اسد اس مین شک نہین کہ جو شراب پینے کی ممانعت کرتا ہی وہ نادان ہے۔ شراب پینی چاہئے اور ضرور پینی چاہئے۔ مگر اتنی بات ہم بھی کہتے ہین کہ شراب ولائے علی ہی پینا چاہئے اور کسی شراب کے پاس جانا کچھ اچھا نہین۔

اس بیابان مین گرفتار جنون ہون کہ جہان   موجۂ ریگ دل پاے بزنجیر آوے

کیا پوچھتا ہو میرا حال مین مجنون ہون اور پابند زنجیر ہون اور گرفتار بلی اس جنگل مین ہون جہان کہ موج ریگ بیابان مجنون عشق کے لیے زنجیر کا کام دیتی ہے اور جہان ایک سودائی گردباد ریگ بیابان مین پھنس کر رہ جاتا ہو -

زاہد کو جنون سبحہ تحقیق ہے یارب   زنجیری صد حلقہ بیرون در آوے

اے میرے خدا مین دیکھ رہا ہون کہ زاہد کو تسبیح تحقیق و تدقیق کا جنون ہو گیا ہے اس جنون کی وجہ سے وہ پابند زنجیر ہے - اور صد حلقہ بیرون در کی اس کے پاؤن مین زنجیر ڈال دی جاے - یعنی اس کو معاملات حقیقت مین کبھی دخل نہو - اور وہ ہمیشہ اسرار رموز کی بارگاہ سے ہمیشہ باہر رہا ہو -

وہ تشنۂ سرشار تمنا ہون کہ جس کو   ہر ذرہ بہ کیفیت ساغر نظر آوے

تمنا نے مجھے ایسا تشنہ کیا ہے یا تمنا کا مین اس قدر تشنہ ہون کہ مجھے دنیا کا ہر ذرہ ایک ساغر لبریز معلوم ہوتا ہے یعنی دنیا کا ذرہ ذرہ میری تمنا آفرینی کا باعث ہو رہا ہو -

تمثال بتان گر نہ رکھے پنبۂ مرہم   آئینہ بعریانی داغ جگر آوے

وہ تو کہیے کہ آئینہ کے داغ جگر پہ معشوقون کی تصویرین پنبۂ مرہم (مرہم کا پھاہا یا مرہم بھری ہوئی روئی) رکھے دیتی ہین - ورنہ اگر ایسا نہو تو تم دیکھو کہ آئینہ داغ جگر کی عریانی کا ہم صورت اور ہم شبیہ ہو جاے - اور اس کی اصلی کیفیت کا اظہار ہو -

ہر غنچہ اسد بارگہ شوکت گل ہے   دل فرش رہ ناز ہو بیدل اگر آوے

باغ مین ہر غنچہ ہر کلی گویا کہ شاہ گل کی شوکت و عظمت کی ایک بارگاہ ہے کہ ہمیشہ تاجدار گل کا ورود و مسعود اسی بارگاہ مین ہوتا ہے - اسی طرح اگر حضرت بیدل کرم فرماین تو دل ان کے واسطے راہ مین فرش راہ بنا دیے جاوین - اس شعر اور دوسرے شعرون سے

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کو حقیقت میں مرزا بیدل علیہ الرحمۃ سے عشق اور ان کے کلام سے سچی محبت تھی اور یہ محبت اتباع کی حد سے گزر کر عقیدت و ارادت تک پہونچ گئی تھی۔

چارسوئے عشق میں صاحب دکانی مفت ہے　　نقد ہو داغ دل اور آتش زبانی مفت ہے

چارسو سے مراد قرب۔ حوالی۔ اطراف ہو سکتے ہیں کہ عشق کے اطراف میں ہر صاحب ذوق متاع دل یا تشنگی رکھ کر دکاندار بن سکتا ہے۔ یہاں داغ دل کا سکہ اور آتش زبانی بغیر کسی قیمت اور زحمت کے ہر خریدار کو مفت دیدی جاتی ہے۔

گر نہیں پاتا درون خانہ ہر بیگانہ جا　　بر در نگشودہ دل پاسبانی مفت ہے

اگر ہر بیگانہ کو حریم دل میں بار نہیں ملتا اور ہر ایرا غیرا تیرے تکلفات آمد و رفت بیجا کی نہیں رکھ سکتا تو نہ سہی اس میں کیا ہرج ہے کہ دل کے بند دروازہ پر بیٹھا پاسبانی کیا کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہر کوئی صاحب دل نہیں ہو سکتا تو اپنے دل کی حفاظت تو کر سکتا ہے کہ اس میں کسی غیر کا دخل نہ ہو عرفی نے ایک ایسا ہی شعر کہا ہے

وقت عرفی خوش کہ نگشودند چون در بر رخش
بر در نگشودہ ساکن شد در دیگر نزد

صائب

غیر حق را می دہی رہ در حریم دل چرا
می کنی بیگانہ را مہمان این منزل چرا

بیدل

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درآ

چونکہ بالائے ہوس پر ہر قبا کوتاہ ہے　　بر ہوسہا جہاں دامن فشانی مفت ہے

چونکہ ہوس کے قد پر کوئی قبا صحیح اور موزوں نہیں ہو سکتی یعنی ہوس باوجود حصول دو جہان بھی سیر نہیں ہو سکتی۔ لہذا چاہیے یہ کہ دنیا کی تمام ہوا و ہوس پہ

دامن افشانی کر دی جائے اور سب کو جھٹک کر پھینک دیا جائے اس سے بہتر اسکے لئے کوئی قبا موزون نہین ۔

اک نفس ہر اک نفس جاتا ہے قسط عمر مین　　　حیف ہے انکو جو کہین زندگانی مفت ہے

جو لوگ کہ یہ کہتے ہین کہ زندگانی مفت مل گئی ہے ان کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ زندگانی ایک قرض ہے۔ اور اس قرض کو قسط وار ادا کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ دنیا کا ہر فرد ہر سانس مین ایک سانس ادا کر رہا ہے اور اسی طرح یہ قسط ادا ہو کر ایک دن یہ قرضہ چکا جائے گا ۔

نوائے طائران آشیان گم کردہ آتی ہے　　　تماشائے کہ رنگ رفتہ بر گردیدنی جانے

مشاہدہ بیان کر کے کہتا ہے کہ وہ طائر جو بھٹک جاتے ہین اور اپنے اپنے آشیانون کو بھول جاتے ہین اور کچھ نہین تو دور سے ان کی آواز تو ضرور ہی آتی رہتی ہے۔ مگر میرا طائر رنگ جب سے اڑا ہے اس کی نہ کوئی خبر آئی۔ نہ کوئی آواز سنی مین چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ تو دیکھ لے کہ میرے رنگ کو واپس ہونے کا ڈھنگ آ جائے۔ اور وہ غریب بھی اپنے وطن مین واپس آئے ۔

اسد جان نذر الطافے کہ ہنگام ہم آغوشی　　　زبان ہر سر مو حال دل پرسیدنی جانے

اسد میری جان اس الطاف اور اس انداز خاص پہ قربان ہے کہ جب وہ ملتا ہے تو ہم آغوشی کے وقت اس کا ہر سر مو میرے دل ناشاد کا ایک حال پوچھتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ مین اس لطف و کرم خاص پر اپنی جان قربان کر دون ۔ کیا خوب شعر کہا ہے ۔ سبحان اللہ ۔

شعر کی فکر کو اسد چاہیے ہے دل و دماغ　　　عذر کہ یہ فسردہ دل بے دل و بے دماغ ہے

صاف صاف شعر ہے شرح کی احتیاج نہین۔ یہ شعر صرف قال نہین بلکہ آئینہ حال معلوم ہوتا ہے ۔

تعریف چکنی ڈلی

مرزا غالب نے اپنے ایک دوست مولوی کرم حسین کی فرمایش سے کلکتہ مین چکنی ڈلی کی تعریف مین یہ چند تشبیہات نظم کی تہین چونکہ اس مین نہ کوئی شکل اور نہ مشکل اشعار مین شعر نایاب ہی اس لئے مین اس کی شرح نہین لکھتا بلکہ تکمیل دیوان کے لئے صرف وہ اشعار نقل کیے دیتا ہون۔

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیے — حرز بازوے شگرفان خود آرا کہیے
مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے — داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے
خاتم دست سلیمان سے مشابہ لکھیے — سر پستان پریزاد سے مانا کہیے
اختر سوختہ قیس سے نسبت دیجیے — خال مشکین رخ دلکش لیلا کہیے
حجر الاسود دیوار حرم کیجیے فرض — نافہ آہوے بیابان ختن کا کہیے
وضع مین اس کو اگر سمجھیے قاف تریاق — رنگ مین سبزۂ نوخیز مسیحا کہیے
صومعے مین اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز — میکدے مین اسے خشت خم صہبا کہیے
کیون اسے قفل در گنج محبت لکھیے — کیون اسے نقطہ پرکار تمنا کہیے
کیون اسے گوہر نایاب تصور کیجیے — کیون اسے مردمک دیدۂ عنقا کہیے
کیون اسے تکمۂ پیراہن لیلا لکھیے — کیون اسے نقش پے ناقہ سلمیٰ کہیے

بندہ پرور کے کف دست کو دل کیجیے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

رباعیات

ہرچند کہ دوستی مین کامل ہونا ممکن نہین یک زبان و یکدل ہونا
مین تجھ سے ہون اور مجھ سے تو پوشیدہ ہے مفت نگاہ کا مقابل ہونا

دوستی کسی قدر کامل ہو مگر پھر ایک زبان و یک دل ہونا غیر ممکن ہو - مین تجھ سے نہ ... اور تو مجھ سے ابھی تک پردہ کرتا ہے اور پھر نگاہ ملنا تو کیونکر ملے اور اگر ملے بھی تو بیکار ہے -

سامان ہزار جستجو یعنی دل ساغر کش خون آرزو یعنی دل
پشت و رخ آئینہ ہے دین و دنیا منظور ہے دو جہان سے تو یعنی دل

میری ہزار جستجوؤن کا سامان کیا ہے دل ہے - آرزو کے خون کی شراب پینے والا کون ہے دل ہے اسی آئینہ دل کی پشت اور رخ دین اور دنیا ہین - مجھے نہ دین چاہئے نہ دنیا بلکہ بجاے دونون جہان کے مین صرف دل کو پسند کرتا ہون اور اسکے سوا کچھ مطلوب نہین -

اے کاش بتان کا خنجر سینہ شگاف پہلوے حیات سے گذر جاتا صاف
اک تسمہ لگا رہا کہ تا روز سے چند لیجئے نہ مشقت گدائی سے معاف

جنکو حسینون کے خنجر سینہ شگاف نے گھائل کردیا ہے مگر پورے طور سے وہ میرے سینہ سے نہین گزرا میری تمنا یہ تھی کہ کاش وہ میرے پہلو سے زندگی کو چیر ڈالتا یعنی زندگی کا خاتمہ کردیتا - مگر اس نے ایسا نہین کیا بلکہ تسمہ لگا رکھا یعنی رشتہ جان باقی

رکھی اس سے اس کی یہ غرض نہین تھی کہ مجھپر رحم کرتا بلکہ غرض یہ تھی کہ مین چند روز تک اور زندہ رہ کر دریوزہ گری حسن کرتا رہون یا موت کی بھیک مانگتا رہون اس شعر کو بھی دیکھیے اور مقابلہ کیجیے ۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

ہا دان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہو غالب — قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

اے کثرت فہم بے شمار اندیشہ — ہے اصل خرد سے شرمسار اندیشہ
یک قطرۂ خون و دعوت صد نشتر — یک وہم عبادت و ہزار اندیشہ

کثرت فہم کو مخاطب ٹھہرا کر کہا ہے کہ اے وہ کثرت فہم جس کے ساتھ سیکڑون ہزارون اندیشے لگے ہوئے ہین اور اندیشہ اصل خرد ہے اس وجہ سے شرمسار ہے تو نے میرے دل کے ساتھ جو ایک قطرہ سے زیادہ نہین ہے وہ سلوک کیا ہے جیسے کوئی ایک قطرہ خون کے لئے سو نشتر بہم پہونچائے اور ظلم و ستم پر آمادہ ہو جائے یا یہ کہ ایک عبادت کا وہم ہو اور ہزار اندیشے اس کے ساتھ لگے ہون یعنی عبادات دراصل عبادت بھی نہو صرف ایک وہم ہو اور پھر اس کے لئے ہزار اندیشے برداشت کرنے کو کہ کندن اور کاہ برآوردن سے کام لیا جائے ۔

دل سوز جنون سے جلوہ منظر ہے آج — نیرنگ زمانہ فتنہ پرور ہے آج
یک تار نفس مین جون طناب جنباع — ہر پارۂ دل برنگ دیگر ہے آج

آج میرے دل کی سوز جنون کی وجہ سے یہ کیفیت ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسپر جلوۂ دیدار کی تجلی ہو رہی گویا نیرنگ زمانہ آج تازے فتنے برپا کر رہا ہے ہر ایک تار نفس کی مین ایک دل کا ٹکڑا اس طرح بندھا ہوا چلا آرہا ہے جیسے کہ کوئی بازیگر یا کھلاڑی تماشہ دکھا رہا ہو ۔ آج مین دیکھتا ہون کہ دل کے ہر ٹکڑے کا رنگ بدلا ہوا ہے ۔ خدا معلوم کیا فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے ۔

گر جوہر امتیاز ہوتا ہم میں
رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں

ہیں نام و نگین کمیتگر نقد شعور
یہ چور پڑا ہے خانہ خاتم میں

مطلب یہ ہے کہ ہم میں قوت امتیازی بالکل نہیں ہے اگر ہم میں کچھ عقل و شعور ہوتا تو کیوں اپنے آپ کو دنیا میں بدنام کرتے واقعہ یہ ہے کہ یہ نگین اور یہ نقش نگین خانہ خاتم کے اندر ایک چور کی طرح گھس گئے ہیں۔ اور ہمارے عقل و شعور کو چرا سے لئے جا رہے ہیں ظاہر ہے کہ نام و نگین ہی سے آدمی کی شہرت ہوتی ہے اور اسی کو شاعر نے رسوائی سے تعبیر کیا ہے۔

تمام شد

ادبی جواہر پارے

- مکمل شرح دیوان غالب (سے ۱ر) و (عا)
- قصائد عزیز — سےر
- اردوے قدیم — ۸عہ
- خوبی سخن — ۸ر
- مکاتیب امیر — عا ۸ر
- یادگار غالب — سےر
- دکن میں اردو — عار
- مرقع ادب حصہ — عار
- جان سخن — عار
- جذبات اوج — ۸ر
- فغان آرزو — ۸عہ
- آب حیات — سےر
- ترانۂ شوق — ۸عہ
- عالم خیال — ۸ر و عمر
- دیوان شوق — عار
- کلیات اکبر ۲ جلد — للعہ ۸ر
- مکاتیب اکبر — عمر
- مثنوی دل و جان — عمر
- دیوان جان صاحب — ۸عہ
- گلدستۂ پنچ — ۸عہ
- انتخاب اودھ پنچ — ۸عہ
- صبح وطن — عار
- مباحثہ گلزار نسیم — ۸عہ
- دیوان حالی — ۸عہ
- مقدمہ دیوان حالی — ۸عہ

ملنے کا پتہ:۔ صدیق بک ڈپو لکھنؤ

تین ادبی جواہر پارے

ازعالی جناب صفدر مرزاپوری مرحوم

یہ تینوں کتابیں اپنے موضوع کے لحاظ سے اُردو ادب میں پہلی سعی مشکور ہیں اُردو میں اس انداز کی تصانیف کا سہرا صفدر مرحوم کے سر ہو کہ جنکی نظر انتخاب نے ایسے اچھوتے مضامین کا مجموعہ دنیائے ادب کی خدمت میں پیش کیا۔

مرقع ادب اُن نامور خطوط کا مجموعہ جنھیں ملک کے نامور ادیب اور سربرآوردہ حضرات نے ایکدوسرے کے نام لکھا ان خطوط کا حرف حرف سند ہوا اور ہر ہر فقرہ موتی کی لڑی۔ زبان اُردو سیکھنے کے لئے موجودہ زبان اُردو کا بہترین مرقع۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ بہت سے باکمال اساتذۂ فن اور مشاہیر کے سوانح حیات پر بھی روشنی پڑتی ہے اکثر خطوط میں شاعرانہ نکات و حقائق پر بحث ہے کہیں شاعرانہ نوک جھونک ہو کہیں معاصرانہ چھیڑ چھاڑ اور کہیں لطیف ظرافت آمیز چٹکلے قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ،

مشاطۂ سخن اس میں مسلم الثبوت اور ماہرین فن اساتذہ کی وہ اصلاحیں جمع کی گئی ہیں جنہوں نے اپنے نامور شاگردوں کے کلام پر دیں اور جن کی بدولت وہ لوگ شاعری کی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بنکر چمکے اس انتخاب میں انہیں باکمالوں کو لیا ہو جنکا حرف حرف قابل تسلیم ہو اور جن کو اُردو دنیا سند مانتی ہو۔ جیسا ناسخ۔ آتش۔ اسیر۔ ذوق۔ غالب۔ مومن۔ منیر۔ تسلیم۔ انیس دبیر۔ امیر۔ داغ۔ تسلیم۔ جلال ایسی ہستیاں نہیں ہیں کہ جنکی اصلاحات قابل توجہ نہوں۔ شاعرانہ مذاق رکھنے والے حضرات کے لئے نایاب تحفہ ہو۔ اصلاحات پر غائر نظر ڈال کر ایک ہونہار شاگرد گھر بیٹھے استاد بن سکتا ہو۔ طباعت اور صحت کا خاص اہتمام ہے قیمت ایکروپیہ عہ

بزم خیال جس میں شعرائے اُردو و فارسی کی مجالس کے لطائف و ظرائف کو ترتیب دیا گیا ہے برجستہ گوئی اور حاضر جوابی کے بہترین نمونے دکھائے گئے ہیں فارسی اور اُردو کے منتخب اشعار رکھے لیکن جن کا کسی لطیفہ یا دلچسپ قصہ سے تعلق ہو اس کی مفصل کیفیت بیان کی ہو۔ خوش مذاق حضرات کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہو اس کے ساتھ ادبی اور تاریخی ضیافت ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہو جدید و خوبصورت اڈیشن ترمیم شدہ قیمت ایکروپیہ عمر

ملنے کا پتہ:۔ صدیق بکڈپو لکھنؤ